پہلی مرتبہ تقریباً 350 نادر ونایاب رسائل وکتب کی یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت

حکیم الامتؒ مجدد الملتؒ

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ ۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

(شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی)

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان (0322-6180738)

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون.... مظاہر علوم سہارن پور.... دار العلوم کراچی
ودیگر مراکز علم سے حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے
دستیاب شدہ نادر و نایاب رسائل کی پہلی مرتبہ یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت 90

مجموعہ تالیفات

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

الحمدللہ! عرصہ دراز کی جستجو کے بعد تقریباً 325 رسائل
اس مجموعہ میں شائع کیے جا رہے ہیں۔

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
(شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی)

مرتب

قاری محمد اسحاق
(مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

اِجمالی فہرست

مَقالاتِ حَکیمُ الامّت

5

تصوف اور طریقت

کے متعلق حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے چند رسائل

شرط الطلب

طلب صادق کی شرط

(۱۱ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ)

ایک صاحب نے بیعت ہونے کی درخواست کی۔ حضرت والا نے فرمایا اس میں جلدی نہ کرنا چاہیے اس میں طرفین کی مصلحتیں ہیں۔ آپ مجھے اچھی طرح دیکھ لیں میں آپ کو دیکھ لوں' کبھی آپ کو یا مجھے بعد میں پچھتانا پڑے' میں یہ دیکھ لوں کہ تمہاری طلب کیسی ہے شوق دین کا کیا ہے سمجھ اور فہم کیسی ہے پیشتر کبھی ملے ہو۔ عرض کیا کہ کئی مرتبہ یہاں پر جمعہ پڑھا ہے فرمایا کہ اس کو تو ملاقات نہیں کہتے' ابھی تک تو مجھ کو یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ آپ کہاں سے آئے ہو' کیا نام ہے کیا کام کرتے ہو' ابھی تو کئی منزلیں درمیان میں ہیں ان کو طے کرنے کے بعد بیعت ہونے کی درخواست کرنا چاہیے۔ دوسرے بیعت خود ایسی ضروری چیز نہیں جس کے بدون کام ہی نہ چل سکے' پہلے کام شروع کیجئے اگر نفع ہو اور مناسبت بھی پیدا ہو جائے تو اس کو بیعت کی روح اور مغز سمجھنا چاہیے۔ اصل چیز تو اس طریق میں مناسبت اور اعتماد ہے جس پر نفع کا مدار ہے اس کی کوشش اور سعی کیجئے۔ مذکورہ بالا گفتگو ہو جانے کے بعد ان صاحب نے ایک خط حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا۔ ملاحظہ فرما کر فرمایا لیجئے اگر میں کہتے ہی بیعت کر لیتا تو گڑبڑ ہوتی یا نہیں؟ آتے ہی یہ خط کیوں نہیں دیا میں نے اس میں صاف لکھا ہے کہ آتے ہی یہ خط دکھلا دینا' عرض کیا کہ غلطی ہوئی فرمایا غلطی ہوئی تو اب میں خدانخواستہ انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں۔ واقعہ

کی حقیقت ظاہر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ نے خلاف تو کیا میرے لکھنے کے جس سے محبت کا دعویٰ ہے اور اس سے دین کا نفع بھی حاصل کرنا ہے اس کی مخالفت یہ تو آپ نے کیا دھرا سب برباد کر دیا۔ یہ مصلحتیں ہیں کہ میں فوراً بیعت نہیں کرتا' عرض کیا کہ واقعی مجھ سے سخت غلطی ہوئی اپنے قصور کی معافی کا خواستگار ہوں۔ فرمایا کہ معاف بھی کرتا ہوں مگر مخالفت کا جو نقصان ہے وہ تو ہوگا اس وقت آپ کا آنا نہ آنا برابر ہو گیا' مزاحاً فرمایا کہ آپ کا آنا تو پائی بھی نہ رہا۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ اس غلطی کا منشا بدفہمی ہے یا بے فکری؟ عرض کیا کہ بے فکری' فرمایا کہ میں زور تو دیتا نہیں اور نہ مجھ کو جواب کا انتظار ہوگا لیکن اگر جی چاہے اور ذہن میں بھی بسہولت آ جائے تو کیا اس بے فکری کا سبب بتلا سکتے ہو اس پر وہ صاحب خاموش رہے۔ حضرت والا نے بھی دوبارہ اس پر مطالبہ نہیں فرمایا اور فرمایا کہ خیر جو کچھ بھی ہوا مگر میں اس کی قدر کرتا ہوں کہ ہر ہر بات کا اقرار تو کر لیا' کوئی تاویل یا گڑ بڑ نہیں کی۔ (جن حضرات کی یہ رائے ہے کہ حضرت والا کے مزاج میں درشتی یا سختی ہے وہ اس کو ملاحظہ فرما کر اپنی رائے کے صائب ہونے نہ ہونے پر غور فرمائیں کہ کیا اس کو سختی کہتے ہیں (احقر جامع) اسی سلسلہ میں فرمایا کہ نہ معلوم کس طرح تم لوگ دل میں حساب لگا لیتے ہو ایک صاف بات اور کھلی ہوئی بات کو اُلجھا دیتے ہو' چاہیے تو یہ کہ اگر اُلجھی ہوئی بھی بات ہو تو اس کو بھی صاف کریں' آج کل اس کا عکس کرتے ہیں اس قدر خود رائی کی ترقی ہوئی ہے کہ ہر شخص کو اس میں ابتلا ہے' آتے ہیں معتقد ہو کر اور کرتے ہیں مخالفت ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ نہیں صاحب یہ وجہ نہیں بلکہ طبیعت میں اطاعت نہیں خود رائی ہے' اپنی رائے کو ترجیح دینا چاہتے ہیں' دوسرے کو اس کے تابع بنانا چاہتے ہیں اس راہ میں اپنی رائے سے کوئی کام ہی نہیں کرنا چاہیے یہ اس راہ میں کم بخت سم قاتل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصل مضر چیز اس طریق میں خود رائی ہے مگر سب باتیں فکر سے ہوتی ہیں سارا مرض بے فکری کا ہے سوچتے ہی نہیں جو جی میں آیا کر لیا۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد ۲، ملفوظ نمبر 186)

الخشونہ لعلاج الرعونۃ

حضرت کا طریق اصلاح اور بزرگوں کی رائے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگوں کی کسی بات میں بھی تو ڈھنگ نہیں اور نہ سلیقہ مجھ کو اس وقت بڑی اذیت پہنچتی ہے جب کوئی بات بے اصول یا بے ڈھنگے پن کی ہوتی ہے اور یہ میرے اُمور طبعیہ میں سے ہے اس لیے میں مجبور ہوں شب ہی کا واقعہ ہے۔ ایک صاحب نے عین نماز شروع کرنے کے وقت میرے پاس آ کر مصافحہ کرنا چاہا' میں نے کہا بندہ خدا نماز مقدم تھی یا مصافحہ' کچھ نہیں کوئی اصول ہی نہیں اس پر مجھ کو بدخلق اور سخت کہا جاتا ہے اس کے تو یہ معنی ہوتے کہ ہم جس طرح چاہیں اس طرح رہو ہم جو کچھ چاہیں اس کے تابع رہوں نا ان کا غلام یا نوکر کہ ان کی اطاعت مجھ پر واجب ہے۔ حضرت بدون روک ٹوک کے اصلاح قطعاً غیر ممکن ہے یوں شاذ و نادر اگر کوئی شخص فہیم ہو یا سلیم الطبع ہو وہ اور بات ہے مگر وہ اس حکم میں ہوگا النادر کالمعدوم لیکن آج کل طبائع میں اکثر تو کجی ہی ہے اس لیے ضرورت ہے دارو گیر محاسبہ بلکہ معاقبہ کی۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس کا پیر ٹرا نہ ہو اس مرید کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ حضرت مولانا نے ایک لفظ میں حقیقت کو ظاہر فرما دیا' ان بزرگ کی رائے ہے جو مجسم اخلاق تھے۔

حضرت مولانا رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو جب مرض میں بھی لوگوں نے چین نہ دی اور راحت نہ میسر ہوئی تب فرمایا کہ تھانہ بھون کے طرز کی ضرورت ہے

بدون اس کے راحت نہیں ملے گی۔ حضرت مولانا دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوگ آتے جو متکبر ہوتا فرماتے کہ اس کا علاج تھانہ بھون میں ہوگا ایسوں کو وہیں پہنچانا چاہیے یہ تو زندوں کے فیصلے ہیں اور سنئے مولوی ظفر احمد نے حضرت حاجی صاحبؒ کو خواب میں دیکھا' عرض کیا کہ حضرت میرے لیے دُعا فرمادیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں' حضرت کے جواب میں یہ الفاظ ہیں کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے اور اصلاح کراؤ اپنے ماموں سے' میں مراد ہوں۔ مولوی ظفر احمد صاحب' مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے بیعت ہیں اس کے بعد تعلیم کے لیے مجھ سے رجوع کیا۔ اب فرمایئے اتنے فیصلے سن لینے کے بعد اہل الرائے کی کیا رائے ہے اور اگر کچھ شبہ تھا بھی مجھ کو اپنے اس طریق اصلاح پر وہ رسالہ آداب الشیخ والمرید مصنف امام محی الدین ابن عربیؒ کو دیکھ کر جاتا رہا جس قدر اس میں شیخ اور مرید کے اصول اور قواعد لکھے ہیں اتنے تو میرے ہاں بھی نہیں۔ یہ رسالہ دیکھنے کے بعد پھر میرے طریق اصلاح پر ان شاء اللہ کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد۲، ملفوظ نمبر ۱۸۸)

الانضباط سواء الصراط

طریق کی وضاحت

ایک صاحب نو وارد آئے حضرت والا سے مصافحہ کر کے بیٹھ گئے' حضرت نے دریافت فرمایا کہ کچھ کہنا ہے عرض کیا کہ کہنا نہیں محض زیارت کے لیے آیا ہوں' فرمایا کہ اتنی دور سے آئے ہو خرچ کیا سفر کیا زحمت گوارا کی اور کچھ کہنا نہیں' یہ کیا بات ہوئی' عرض کیا کہنا تو ہے پھر کہوں گا فرمایا پہلے ہی یہ بات کیوں نہیں کہہ دی تھی کہ پھر کہوں گا اس کے چھپانے میں کیا راز تھا اس پر وہ صاحب خاموش رہے' فرمایا جواب دیجئے کیوں ستاتے ہو' عرض کیا کہ یہ خیال کیا تھا کہ اطمینان سے دوسرے وقت کہوں گا جو کہنا ہے فرمایا اپنی راحت کا تو انتظام سوچا اور مجھ کو جو اس وقت آپ کی بے اصول گفتگو سے اذیت اور تکلیف ہوئی آپ کو فکر نہ ہوئی۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی فرمایا کہ محض آپ کے اس کہنے سے میری تکلیف اور اذیت کا تو تدارک نہ ہوا پھر فرمایا خیر اس کو چھوڑیئے مگر میں پوچھتا ہوں کہ اول ہی میں میرے سوال پر جو آپ نے کہا تھا کہ مجھ کو کچھ کہنا نہیں اور پھر میرے کھود کرید کرنے پر کہا کچھ کہنا ہے اس میں سے کس بات کو سچ سمجھا جائے اور کس کو جھوٹ۔ عرض کیا آئندہ ایسا نہ کروں گا' فرمایا کہ اس وقت جو ہوا اس کا جواب دیجئے۔ عرض کیا کہ کوئی جواب سمجھ میں نہیں آتا' فرمایا کون سی ایسی باریک بات ہے جو سمجھ میں نہیں آتی اچھا یہ بتایئے کہ اس غلطی کا سبب بے فکری ہے یا کم فہمی ہے۔ عرض کیا کہ کم فہمی فرمایا کہ کم فہمی کی حالت میں کیسے خدمت کر سکتا

ہوں جو کام آپ مجھ سے لینا چاہتے ہیں اس کے لیے ضرورت ہے فہم کی اور فہم آپ اپنے اندر بتلاتے نہیں تو پھر کیسے خدمت کرسکتا ہوں اور کام کس طرح چلے گا جب فہم ہی نہیں تو کم فہم کو فہیم کیسے بنادوں' عرض کیا کہ میں مجبور ہوں' فرمایا اس مجبوری کا علاج بھی اگر آپ کہیں تو عرض کروں' عرض کیا کہ ضرور فرمائیں' فرمایا کہ کسی دوسرے سے تعلق پیدا کر لیجئے' مجھ سے آپ کو نفع نہ ہوگا عرض کیا کہ کیا دوسرے سے میرا مطلب حاصل ہو جائے گا' فرمایا کہ یہ احتمال تو میری نسبت بھی ہے آپ کے پاس کیا ذریعہ ہے اس یقین کا کہ مجھ سے آپ کو ضرور نفع ہوگا اس میں تو میں اور وہ برابر ہیں میری ہی نسبت کیا معلوم ہے کہ مجھ سے ضرور ہی نفع ہوگا۔

عرض کیا کہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ آپ سے مطلب حاصل ہوگا یا دوسرے سے' فرمایا کیسی باتیں کرتے ہیں عقل سے بالکل ہی کورے معلوم ہوتے ہیں' سوال کیا جواب کیا' پھر فرمایا یہاں جب محض زیارت ہی کو آئے تھے جیسا شروع ملفوظ میں مذکور ہے تو جایئے قرآن شریف کی زیارت کیجئے' مسجد میں رکھا ہے پھر فرمایا کہ اب بتلایئے ایسی موٹی موٹی باتوں میں اُلجھتے ہیں' میں نے ایسی کون سی باریک بات پوچھی تھی بہت ہی سیدھی بات تھی مگر اس میں اینچ پینچ لگا کر یہاں تک نوبت پہنچادی' کوئی دقیق بات نہ تھی جس کو سمجھنے سے عاجز ہو گئے' کوئی علمی مضامین نہیں تھے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ آخر میں یہ کہہ رہے تھے کہ معاف فرمادیجئے' فرمایا کہ معافی کی کیا بات ہے میں کوئی انتقامی مواخذہ تو نہیں کرتا مگر معاملہ کی حقیقت تو سمجھ لوں اور سمجھا دوں تب ہی تو آگے کو کام چلے گا اور حضرت مجھ کو اپنے اس طرز پر ناز نہیں' میں خود شرمندہ ہوں مگر کیا کروں' اگر اس طرز کو بدلوں تو پھر اصلاح کس طرح ہو۔ دیکھئے طب کی کتابوں میں سب کچھ موجود ہے پھر بھی طبیب کی طرف رجوع کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ کتابوں میں تطبیق کی کوئی تدبیر نہیں جس سے مریض اپنی حالت کو کتاب پر منطبق کر سکے ان کو اہل فن ہی سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت حالت کیا ہے اور کس نسخہ کی ضرورت

ہے اسی طرح کسی زندہ طبیب روحانی سے تعلق پیدا کرنے میں بھی یہی حکمت ہے کہ وہ جزئی حالات پر احتساب کرے اور ان کی اصلاح کرے یہ طریق اعمال کی اصلاح کے لیے ہے اور اعمال ظاہرہ و باطنہ کی اصلاح ہی کا نام طریق ہے جس کا ثمرہ یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے صحیح تعلق بندہ کا پیدا ہو جائے۔ آج کل لوگ طریق تو سمجھتے ہیں اور اوراد و وظائف کو اور مقصود سمجھتے ہیں کیفیات واحوال کو حالانکہ طریق ہے اصلاح اعمال اور مقصود ہے تصحیح تعلق مع اللہ جس کی دوسری تعبیر رضائے حق ہے خلاصہ یہ ہے کہ اوراد و وظائف نہ مقصود ہیں نہ طریق ہیں بلکہ مقصود تعلق مع اللہ ہے اور وہ اس صورت سے حاصل ہو سکتا ہے کہ اگر کسی محقق اہل باطن معلم طریق کی جوتیاں سیدھی کی جائیں' بس یہی ایک راستہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

قال را بگذار مرد حال شو   پیش مردے کاملے پامال شو

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت سے بھی اس طریق کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کے روز نیا کرتہ پہنا پھر قینچی لے کر آدھی آدھی آستینیں کاٹ ڈالیں کسی نے دریافت کیا' فرمایا کہ میں کرتہ پہن کر اپنی نظر میں اچھا معلوم ہوا' اس لیے اس کا علاج کیا ہے ایک مرتبہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے دیکھا کہ زبان کو ہاتھ میں لیے ہوئے اس کو مار رہے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ **ھذا اوردنی الموارد**

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے دیکھا کہ مشک سے پانی مسلمانوں کے گھروں میں بھر رہے ہیں' کسی قاصد نے مدح کردی تھی یہ اس کا علاج تھا' یہ طرق ہیں اصلاح کے باقی ذکر وہ صرف معین ہے مقصود کا خود مقصود بالذات نہیں جیسے اصل تو سہل ہے اور عرق بادیان اس کا معین ہے۔ (**تم الملفوظ الملقب بالانضباط لسواء الصراط**) (ملفوظات حکیم الامت جلد ۲، ملفوظ نمبر ۲۲۹)

❁❁❁

شرط دخول الطریق

یعنی راہ سلوک میں داخل ہونے کے آداب

ملفوظ ۴۳۔ (ملقب بشرط دخول الطریق) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان رسم پرست اور مدعیان طریق اور گمراہوں اور ڈاکوؤں سے بجائے دینی نفع کے بہت مخلوق گمراہ ہو چکی ہے اور نفع کیا ہوتا بقول شخصے جب سقاوہ ہی میں پانی نہ ہو تو بدھنی میں کیا آوے یہ لوگ فیض فیض گاتے پھرتے ہیں ہاں مرید سے ایسے پیر کو فیض ضرور ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ دنیا حاصل ہو جاتی ہے ان لوگوں نے بیچارے مریدوں کا دین تو خراب کیا ہی تھا لوٹ لوٹ کر ان کی دنیا بھی برباد کر دی انکی آمدنیوں پر قبضہ کئے ہوئے ہیں مرید خواہ بیوی کو کچھ دے یا نہ دے خواہ اس کے بچے بھوکوں مریں مگر پیر صاحب کی خدمت فرض و واجب ہے جس کے نہ کچھ حدود ہیں نہ اصول نہ حرام کی خبر نہ حلال کی نہ جائز کی تمیز نہ ناجائز کی غرض نہایت گڑبڑ مچا رکھی ہے اور یہ اندھے مرید بھی ایسی ہی جگہ خوش رہتے ہیں سیدھی سادی باتیں ان کو بھی پسند نہیں بس علاج بھی ایسے بدفہموں کا یہی ہے اور تمام خرابی رسوم کی پابندی کی ہے ہم نے تو اپنے بزرگوں کو ہمیشہ ہر معاملہ میں مصالح پر شریعت کو مقدم رکھتے دیکھا اور رسوم مروجہ سے ہمیشہ ان کو طبعی نفرت رہی ان ہی رسوم میں سے آج کل اس پیری مریدی کا سلسلہ ہے اس میں بھی بالکل رسم کا اتباع کیا جاتا ہے چنانچہ اصل مقصد کو چھوڑ بیٹھے اور محض مطلق بیعت کو مقصود بنا لیا جس کا ایک نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض کو دیکھا کہ پہلے تو جوش کے ماتحت ہو کر مرید ہو گئے ہیں اور پھر بددل ہو کر پریشان پھر رہے ہیں اسی لئے میں لوگوں کو مشورہ

دیا کرتا ہوں کہ بیعت میں جلدی نہ کرو حتیٰ کہ جو شخص قرائن سے کامل بھی سمجھا جاتا ہو اس سے بھی بیعت کرنے میں جلدی نہ چاہیئے کیونکہ پہلے پیر کو بھی تو کامل ہی سمجھ کر بیعت کی تھی پہلے عقلا جو نکاحوں میں کاوش کرتے تھے اس ہی لئے کہ کوئی بات بعد از نکاح عدم مناسبت کی ظاہر نہ ہو جس سے تعلقات میں بے لطفی پیدا ہو کیونکہ آخر زیست تک کا تعلق ہے سو بیعت کا قصہ تو اس سے بھی زیادہ نازک ہے اسلم یہ ہے کہ بیعت کا تعلق تو پیدا نہ کرے اور کام شروع کر دے اس صورت میں سہولت ہے کہ جس روز اعتقاد بدلے سلسلہ تعلیم کا ختم کر دے جس میں ضرورت اطلاع کی بھی نہیں اس طرز میں جانبین کو کتنی راحت ہے اسی طرح شیخ کو بھی چاہئے کہ اگر مرید سے عدم مناسبت کا علم ہو جاوے اس کو اطلاع کر دے کہ تم کو مجھ سے کوئی نفع نہ ہوگا کہیں اور جا کر تعلق پیدا کر لو اس طرز میں کوئی الجھن نہ ہوگی بخلاف اس کے اگر شروع ہی میں بیعت کا تعلق کر لیا اور بعد میں طرفین میں سے کسی کو عدم مناسبت محسوس ہوئی تو کلفت اور الجھن کا سبب ہوگا اور تمام تر یہ خرابی عجلت کی ہے جو جوش سے پیدا ہوتی ہے اور واقع میں اعتقاد ہی معتبر ہے جو ہوش کے ماتحت ہو اور جو عجلت کی ہے جو جوش سے پیدا ہوتی ہے اور واقع میں اعتقاد ہی معتبر ہے جو ہوش کے ماتحت ہو اور جو جوش کے ماتحت ہو اس کا کیا اعتبار اسی لئے میں بیعت جلدی نہیں کرتا کیونکہ اگر میں بیعت کر بھی لوں تو عدم مناسبت کی بناء پر پھر تھوڑے دنوں کے بعد بیعت توڑنا پڑے گی اب اس احتیاط میں چاہیئے میرا نقص ہو یا اس کا یہ دوسری بات ہے اور اس عدم مناسبت کی مثال ایسی ہے کہ بعض مرتبہ میاں بیوی میں باوجود صحت مزاج کے بوجہ عدم توافق انزالین کے اولاد نہیں ہوتی اسی طرح یہاں بھی باوجود صلاحیت شیخ و طالب کے بوجہ عدم تناسب کے نفع نہیں ہوتا جب یہ حالت ہے تو پھر بیعت پر اصرار کیوں کیا جاتا ہے اگر پیری مریدی میں یہ بھی اطمینان ہو جائے کہ ہمارا کبھی اعتقاد نہ بدلیگا تب بھی ہمیں کیا حرج ہے کہ بدون بیعت ہوئے پہلے تعلیم شروع کر دے پھر اس تعلیم میں اگر دیکھے کہ نفع ہے

اور روز افزوں محبت ہے جو دلیل ہے مناسبت کی بس اب لطف ہے بیعت کا ورنہ بیکار طریق کو بدنام کرنا ہے یہ ہے راز اس مشورہ کا اور ایک خرابی تعجیل میں یہ ہے کہ عقیدہ اکثر عوام کا یہ ہے کہ بدون بیعت نفع نہیں ہوتا اور بیعت ہوتے ہی ولی کامل ہو جائیں گے ان وجوہ سے میں اس میں احتیاط کرتا ہوں اس پر لوگ مجھ کو وہمی کہتے ہیں مگر جب بعد میں وہ احتمالات صحیح نکلتے ہیں تو اب یہ وہم کی باتیں ہوئیں یا فہم کی اور میرے احتمالات کا باوجود ظاہراً ان کے بعید ہونے کے صحیح نکلنا میرا کوئی کمال نہیں اللہ تعالیٰ دل میں ڈالدیتے ہیں اس لئے ایک کے ساتھ کچھ معاملہ ہوتا ہے دوسرے کے ساتھ دوسرا معاملہ تیسرے کے ساتھ تیسرا معاملہ اور یہ فرق محض وجدانی ہے سب ان میں نہیں آسکتا اس بیان میں نہ آنے پر میں ایک شعر پڑھا کرتا ہوں مجھکو تو بہت ہی پسند ہے۔

گر مصور صورت آں دلستان خواہد کشید ‌ ‌ ‌ لیک حیرانم ناز ش راچساں خواہد کشید

(اگرچہ مصور اس محبوب کی تصویر تو کھینچ دیگا مگر میں حیران ہوں کہ محبوب کے ناز وادا کی تصویر کس طرح کھینچے گا؟)

حاصل یہ ہے کہ امور ذوقیہ بیان میں نہیں آسکتے ان میں محض دلائل ظاہرہ پر زیادہ مدار نہیں اصل مدار ذوق پر ہے خواہ وہ دلائل ہی سے پیدا ہوا ہو صحابہ کے مناظرہ کا یہی رنگ تھا جس کے متعلق ممکن ہے کہ آجکل یہ شبہ ہو کہ یہ کیسا مناظرہ نہ دلیل کا زیادہ اہتمام نہ اس کا کافی جواب اور مناظرہ ختم دیکھئے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مناظرہ مانعین زکوٰۃ سے قتال کے بارہ میں کس شان کا ہوا یہ اپنی کہتے رہے اور وہ اپنی مگر اسی سے حضرت عمر فاروقؓ کو شرح صدر ہو گیا جمع قرآن کے مشورہ میں بھی یہی ہوا کہ ایک فرما رہے ہیں۔ واللہ ھو خیر۔ اور یہ ہی کہتے رہنے سے دوسری جانب شرح صدر ہو گیا ظاہراً کیا یہ کوئی مناظرہ تھا مگر درحقیقت علوم اصلی وہی تھے اصلی مناظرہ وہی تھا کہ واللہ ھو خیر۔ کہنے ہی سے مناظرہ ختم ہو گیا یہ اثر طلب حق کی نیت کا تھا وعدہ ہے حق تعالیٰ کا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا مناظرے اب بھی ہوتے ہیں مگر حق واضح نہیں ہوتا اس کا اصلی سبب یہ ہی ہے کہ طلب حق کا قصد نہیں ہوتا بلکہ حق کو قلب میں

آنے سے دفع کرتے ہیں آجکل کے مناظرہ کا اصل مقصد غلبہ ہوتا ہے ہیٹی نہ ہو سکی نہ ہونی چاہیئے آخرت میں ذلت اور سبکی ہو حضرت امام صاحب نے اپنے صاحبزادے کو مناظرہ سے منع فرمایا تھا صاحبزادہ نے عرض کیا آپ بھی تو مناظرہ کرتے تھے امام صاحب نے عجیب بات فرمائی کہ بھائی ہمارے تمہارے مناظرہ میں فرق ہے ہم دل سے یہ چاہتے ہیں کہ خصم کے منہ سے حق بات نکلے اور ہم اس کو قبول کرلیں اور مناظرہ بند کردیں گو ہم ہار ہی جائیں اور تم یہ چاہتے ہو کہ خصم کے منہ سے حق بات نہ نکلے کہ ہمکو قبول کرنا پڑے اس لئے ہمکو مناظرہ جائز تھا اور تم کو ناجائز اور اس وقت تو نہ وہ صورت رہی نہ یہ صرف یہ پیش نظر ہوتا ہے کہ ہیٹی نہ ہو خواہ حق کو رد ہی کرنا پڑے اور اسی نیت کی درستی کے لئے مناظرہ میں میں ایک اور شرط لگایا کرتا ہوں کہ جس سے گفتگو ہو اس سے بے تکلفی ہو اس میں یہ مصلحت ہے کہ بے تکلف دوست کی بات مان کر عادتاً میں نہ ہارتا ہوا شرماؤں اور نہ عجز کا اقرار کرتے شرماؤں اور ایسی بے تکلفی دوستوں میں ہوتی ہے یا استاد شاگرد میں ہوتی ہے باقی یہ آجکل جو اہل باطل سے مناظرہ کرتے پھرتے ہیں اگر اہل باطل کے اسکات کی ضرورت ہوتا کہ دیکھنے والوں پر ان کا عجز ظاہر جاوے اس کو میں منع نہیں کرتا باقی قبول کی توقع سے بیکار ہے لیکن میرا جو طرز خاص اعتراض کے جواب میں ہے میں اس کو ایک واقعہ کے پیرایہ میں بیان کرتا ہوں تحریکات کا زمانہ میں ایک مولوی صاحب سے مکاتبت ہوئی وہ یہاں پر اسی میں گفتگو کرنے کے لئے آنا چاہتے تھے میں نے ان کو جواب لکھا جس کا حاصل یہ ہے کہ گفتگو کی کئی قسمیں ہیں ایک افادہ اور ایک استفادہ اور ایک مناظرہ اب اگر افادہ مقصود ہے تو اجازت ہے مگر میرے ذمہ اس کا جواب نہ ہوگا بس سن لوں گا یہ تو آپ کی طرف سے تبلیغ ہوگی جب فرض ادا کردیا تو جائیے اور اگر استفادہ مقصود ہے تو اس کے لئے تردد شرط ہے اور تردد آپ کو ہے نہیں اس لئے کہ آپ اپنی رائے کا اعلان کرچکے تردد کی حالت میں اعلان نہیں ہوا کرتا اور اگر اب تردد ہو گیا تو اب اعلان کردیجئے کہ اب مجھ کو تردد ہو گیا میری رائے سابق پر عمل نہ کیا

جائے اس طرح جب یہاں پر آئیں تقریر کروں گا اور اگر مناظرہ مقصود ہے تو اس کے نافع ہونیکے لئے بے تکلفی شرط ہے اور آپ کی مجھ سے بے تکلفی ہے نہیں ایسی حالت میں گفتگو کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ کو اپنی بات کی پیچ ہوگی مجھ کو اپنی بات کی بے تکلفی یہ ہونے کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی بات قبول کرتے ہوئے شرم دامن گیر ہوگی کہ اگر قبول کر لیا تو ہیٹی ہوگی سبکی ہوگی ایسی حالت میں گفتگو کا کوئی نتیجہ نہ ہوگا میرا اور آپکا وقت فضول بیکار جائے گا اس کا جواب آیا کہ ہم کو اس کا جواب نہیں آتا حاضری کی اجازت دے دی جائے بجائے میں نے لکھا کہ آجایئے سو وہ تو نہیں آئے دوسرے مولوی صاحب آئے مولوی صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں خلوت میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں میں نے خلوت میں گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اور وجہ اس کی میں نے یہ بیان کی کہ مجمع میں گفتگو کرنے میں تو آپ کو خطرہ ہے کہ حکومت کے خلاف گفتگو ہوگی مگر اس خطرہ کے لئے آپ تیار ہیں کیونکہ آپ اپنی رائے کا اعلان کر چکے ہیں آپ کو نہ جیلخانہ کا ڈر نہ مشین گنوں کا ڈر نہ توپوں اور فوجوں کا ڈر خلوت میں گفتگو کرنے میں مجھ کو خطرہ ہے کہ مجھ پر اشتباہ ہوگا اور میں اس کے لئے تیار نہیں غرض خلوت میں گفتگو کرنے میں آپ کی کوئی مصلحت نہیں اور جلوت میں گفتگو کرنے میں میری مصلحت ہے اس لئے آپ مجمع میں گفتگو کریں یہی مناسب ہے مولوی صاحب نے بکراہت جلوت میں گفتگو کرنے کو قبول کر لیا اور وقت گفتگو کا بعد نماز مغرب طے ہوا میں نے ملفوظات ضبط کرنے والوں سے کہا کہ تم پنسل کاغذ لے کر بیٹھ جانا اور مولوی صاحب جو فرمائیں اس کو ضبط کر لینا مصلحت اس ضبط میں یہ ہے کہ میں مولوی صاحب کی تقریر میں بعد میں غور کر سکوں کیونکہ خدانخواستہ کوئی ضد یا ہٹ تھوڑا ہی ہے یہ تو دین کا معاملہ ہے اور بیان کے وقت آدمی پورے طریق پر غور نہیں کر سکتا اور بعد میں اگر غور کرے تو کل تقریر کا دماغ میں محفوظ رہنا مشکل ہے اس لئے ضبط کا انتظام کیا گیا غرضیکہ بعد نماز مغرب میں معمول سے فارغ ہو کر بیٹھ گیا اور مولوی صاحب سے عرض کیا کہ میں اس وقت فارغ ہوں آپ تقریر شروع فرما دیں اس وقت

ایک مجمع خانقاہ میں موجود تھا یہ رنگ دیکھ کر مولوی صاحب سمجھے کہ اس نے تو اچھا خاصہ محکمہ قائم کر لیا خاموش رہے تقریر شروع نہیں فرمائی مجھے قرائن سے محسوس ہوا کہ اس وقت انہیں گرانی ہے میں نے رعایت کی اور یہ رعایت تعلق قدیم کی بنا پر تھی مجھے ان کا ادب بھی ہے اور ان کو بھی مجھ سے محبت ہے تعلقات کے حقوق کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے کہا کہ اس وقت ایک اور بات سمجھ میں آئی وہ یہ کہ جسے میں نے اپنی مصلحت کی وجہ سے تقریر کے ضبط کا انتظام کیا ہے کہ کوئی بات غور کرنے سے نہ رہ جاوے ایسے ہی آپ کی مصلحت پر بھی نظر ہے تا کہ بعد میں آپ کو بھی افسوس نہ ہو کہ فلاں بات بیان سے رہ گئی اس لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت گفتگو ملتوی کیجئے اور اپنے مستقر پر واپس تشریف لے جایئے کتابیں دیکھ کر علماء ولیڈروں سے مشورہ کیجئے اس کے بعد تقریر لکھئے وہ تقریر جامع ہوگی اور وہ تحریر بذریعہ ڈاک میرے پاس بھیجد یجئے اس میں آپ کی اور میری دونوں کی مصلحت محفوظ رہے گی آپ کو ضبط تقریر کا بہترین موقع ملے گا۔

اور مجھ کو غور کرنے کا اس لئے کہ اس وقت کے ضبط کرنے میں کوئی نہ کوئی بات رہ جائے گی۔ سب ضبط نہیں ہوگی غرض یہ صورت اس سے بہتر ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ کی تحریر کو دل نے قبول کر لیا تو میں رجوع کر لوں گا۔ بلکہ اخباروں میں چھپوا دونگا اور اگر دیکھنے اور غور کرنے کے بعد دل نے قبول نہ کیا تو خاموشی اختیار کروں گا۔ جس سے محض آپ ہی سمجھ سکیں گے کہ قبول نہیں کیا۔ عام لوگوں کو اس کا علم بھی نہ ہوگا۔ میں نے یہ رعایتیں اس لئے کیں کہ میں ہمیشہ اہل علم کی عزت کو برقرار رکھنے کی تدابیر اختیار کرتا ہوں۔ اس کی سبکی اور ذلت کبھی گوارا نہیں ہوتی۔ غرض واپس تشریف لے گئے مگر آج تک بھی وہ تبلیغ نہ آئی۔ اس کے بعد پھر میرا اشتہار دیکھ لیا کہ یہ تحریک فتنہ ہے اس لئے پھر نہ خود آئے اور نہ مکاتبت ہوئی اور اسی واقعہ میں اگر بے تکلفی ہوتی تو مناظرہ کا بھی مضائقہ نہ تھا۔ ٹھنڈے دل سے گفتگو ہو سکتی تھی۔ یہ اصولی بات ہے جو میں اس وقت بیان کر رہا ہوں۔ ایک مولوی صاحب نے مجھے اپنے ایک مناظرہ کی کتاب سے ایک دلیل بیان کی

میں نے کہا کہ مولانا میں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اس استدلال کو آپ اپنی ضمیر سے صحیح سمجھتے ہیں کہا کہ نہیں میں نے کہا پھر کیوں ایسا استدلال کیا کہا کہ اجی مناظرہ میں یوں ہی کام چلا کرتا ہے۔ بس آج کل یہ مناظرہ کی حقیقت ہے اسی سلسلہ میں ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان اصول صحیحہ کے موافق بھی مناظرہ استاد اور شاگرد میں تو نامناسب نہیں مگر پیر مرید میں اس طرح بھی مناسب نہیں اگر شیخ کی کوئی بات سمجھ میں نہ آوے دوسرے وقت پر چھوڑ دو اس سے معارضہ نہیں کرنا چاہئے اگر ایسا کرے گا فیض نہ ہوگا۔ مناظرہ کی طرح ایک بے اعتدالی یہ بھی ہے کہ شیخ کے متعلق اگر کوئی شبہ ہو تو اسی سے پوچھتے ہیں ایسا نہ چاہیئے اول تو شبہ ہی کو جگہ نہ دے اور جو بہت ہی غلبہ ہو تو کسی دوسرے محقق سے شبہ رفع کرلے۔ البتہ اگر اس سے تعلق قطع کرلے تو پھر اس سے پوچھنے کا بھی مضائقہ نہیں۔ غرض یہ تعلق باطنی اور قیل وقال جمع نہیں ہوسکتے۔ اس کو ظاہری تلمذ کے تعلق پر قیاس نہ کرنا چاہیئے ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہر طالب علم کہ چوں و چرا نہ کند، ہر درویشے کہ چوں و چرا کند ہر دو را در چراگاہ باید فرستاد (جو طالب علم چوں و چرا نہ کرے اور جو مرید چوں و چرا کرے دونوں کو چراگاہ میں بھیج دیا جائے) یہ مسئلہ کہ پیر پر شبہ نہ کرے عوام میں بھی یہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ پیر کی پیری سے کام اس کے افعال سے کیا کام ہے۔ اس میں ایک تفصیل ہے وہ یہ کہ یہ دیکھنا چاہئے کہ ایسی باتیں شبہ کی زیادہ ہیں یا کم اگر زیادہ ہوں تو ایسے شیخ کو چھوڑ دے تاویل بضرورت کی جاتی ہے اور یہاں ضرورت نہیں اور اگر کم ہیں تو اس وقت یہ تعلیم ہے کہ اس کو نہ چھوڑو تاویل کرو اور تاویل بھی سمجھ میں نہ آوے اس کے درپے نہ ہو یہ کیا ضرور ہے کہ ہر بات سمجھ ہی میں آجایا کرے گو اس کی نظر میں وہ بظاہر لغزش ہی ہو تب بھی اس سے خلاف نہ کرے۔ بدگمانی نہ کرے اور اگر اس پر بھی دین کی ضرورت سے چھوڑے تو بدگمانی نہ ہو صرف یہ نیت ہو کہ وسوسہ میں اجتماع خاطر نہ ہوگا اور جب اجتماع نہ ہوگا تو فیض نہ ہوگا۔

یہ ہیں آداب اس طریق کے۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد ۲، ملفوظ نمبر ۴۲۳)

الاذہاب للاعجاب

یعنی عجب کا علاج

ایک سلسلہ گفتگو میں چند امور فرمائے جو علاج ہیں عجب کے ایک یہ کہ اعمال پر جنت اور لقاء حق کا ترتب یہ محض فضل ہے ورنہ خود اعمال میں یہ قوت نہیں کہ ان پر اتنی بڑی جزا مرتب ہو سکے پس اعمال پر کبھی ناز نہ کرے بلکہ اعمال کو ہیچ سمجھ کر اس نعمت کا مستقلاً سوال کرتا رہے اسی مراقبہ سے علاج ہو جاویگا عجب کا کہ عمل طاعات سے بڑا مقصود جنت میں داخل ہو کر رضاء حق اور دیدار حق کا حاصل کرنا ہے عشاق کا تو مذہب ہی یہ ہے کہ جنت کو وہ دوست کی ملاقات کا مقام سمجھتے ہیں اور اسی طرح دوزخ کو دوست کے فراق کی جگہ تصور کرتے ہیں اور دوسرا امر یہ فرمایا کہ استعداد کا مسئلہ بڑا اہم مسئلہ ہے قصہ آدم علیہ السلام اور ان کی تعلیم اسماء میں اور فرشتوں کے عجز عن الجواب کی بناء یہی استعداد ہے ان علوم اسماء کے اخذ کرنے کی استعداد آدم علیہ السلام میں تھی ملائکہ میں نہ تھی اس لئے آدم علیہ السلام کو جو علم عطا ہوا وہ فرشتوں کو عطا نہیں ہوا پس اس سے یہ اشکال رفع ہو گیا کہ آدم علیہ السلام کو جن علوم خاصہ کی تعلیم دی گئی اگر ملائکہ کو دی جاتی تو وہ بھی ان علوم سے متصف ہو جاتے پھر آدم علیہ السلام کا کمال کیا ہوا وجہ دفع تقریر بالا سے ظاہر ہے آدم علیہ السلام کو کوئی خفیہ تعلیم نہیں دی گئی مگر ملائکہ میں ان علوم کی استعداد نہ تھی اس لئے ان کی تلقی نہیں کر سکے باقی یہ سوال کہ ان کے عجز عن الجواب کے بعد پھر۔ قَالَ یٰاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ. کے کیا معنی اس وقت وہ علم انکو کیسے حاصل ہو گیا اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تعلیم محض الفاظی اطلاع تھی معنوی نہ تھی معنوی

اطلاع صرف آدم علیہ السلام کو عطا فرمائی گئی تھی مگر آدم علیہ السلام کے اخبار سے ملائکہ کو یہ معلوم ہو گیا کہ ان کو جو حقیقت معلوم ہے ہمکو معلوم نہیں اگر کوئی کہے کہ وہ استعداد فرشتوں کو کیوں نہ دیدی گئی جواب یہ ہے کہ وہ استعداد خواص آدم سے تھی اگر۔

ملائکہ کو عطا ہوتی تو فرشتہ فرشتہ نہ رہتا اسی کے متعلق ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ انباء جو نبئھم باسماء ھم کا مادہ ہے مطلق اخبار کو کہتے ہیں اور تعلیم جو علم آدم کا مادہ ہے حقیقت کا منکشف کر دینا ہے پس انباء سے تعلیم لازم نہیں آتی غرض استعداد خاص عطا ہونا یہ بھی محض موہبت ہے کسی عمل کا ثمرہ نہیں چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے کوئی عمل سابق نہیں ہوا تھا بس یہ بھی علاج ہے عجب کا تیسرا امر یہ فرمایا کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے ایک واقعہ نقل کیا ہے اور عجیب واقعہ ہے یہ غالباً میں نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کسی کتاب میں دیکھا کہ ایک مرتبہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نماز تہجد کے لئے معمول کے موافق اٹھے اور خانقاہ سے جانب صحرا تشریف لے چلے اور یہ خادم بھی ساتھ ہو لیا تھوڑی دور چل کر ایک شہر میں پہنچے یہ مرید بھی ہمراہ رہے وہاں ایک مکان میں داخل ہوئے اس مکان میں ایک مجمع ہے وہ لوگ آپ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے آپ مسند پر بیٹھ گئے یہ مرید بھی کسی گوشہ میں جا بیٹھے قریب کوئی کوٹھڑی ہے اس میں سے کسی مریض کے کراہنے کی آواز آ رہی ہے تھوڑی دیر کے بعد وہ آواز بند ہو گئی پھر ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کسی کے غسل کے وقت پانی گر رہا ہے پھر وہ آواز بھی موقوف ہو گئی اور چار شخص ایک جنازہ لئے ہوئے نکلے ان کے ساتھ ایک بوڑھے شخص بھی ہیں اور وہ جنازہ حضرت کے سامنے لا کر رکھ دیا گیا آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور ہمراہی لوگ جنازہ کو لے کر چلے گئے اور حضرت پھر اسی طرح اپنی جگہ پر آ بیٹھے مع اپنے مجمع سابق ہی کے کچھ دیر گزری تھی ایک شخص نصرانی حاضر ہوا۔ حضرت نے اس کے گلے سے صلیب

اتار لی اور اس کا زنار توڑا اور کلمہ پڑھا کر اس مجمع سے یہ وہاں سے واپس تشریف لے چلے اور مکان پر تشریف لے آئے اور نماز تہجد میں مشغول ہو گئے شب گذر جانے کے بعد مرید نے صبح کے وقت حضرت سے سوال کیا کہ رات کیا معاملہ تھا حضرت نے فرمایا کہ وہ مقام شہر موصل تھا اور وہ جماعت ابدال کی تھی اور وہ بیمار بھی اسی جماعت کا ایک فرد تھا اس جماعت نے باطنی طور پر مجھ کو اطلاع دی تھی کہ یہ قریب مرگ ہیں ان کی جگہ کسی کو معین فرما دیجئے اس لئے میں وہاں گیا تھا جب ان کا انتقال ہو گیا میں نے جناب باری تعالیٰ سے ان کی جگہ کسی کو مقرر کرنے کے لئے عرض کیا حکم ہوا کہ روم میں ایک نصرانی کنیسہ میں صلیب پرستی میں مشغول ہے اس کو ان کی جگہ کر دیا جاوے میں نے عرض کیا کہ اس کو کیسے حاضر کیا جاوے سو وہ خرق عادت کے طور پر حاضر ہو گیا اور اسی وقت مسلمان کر کے ابدال کے رتبہ پر فائز کر دیا گیا اور یہ بتلا دیا گیا کہ کوئی کسی کو حقیر نہ سمجھے اور اپنے کمال پر ناز نہ کرے سب کچھ ہمارے فضل پر موقوف ہے، ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ واقعی بات ہے انسان اپنے کسی کمال یا عبادت پر کیا ناز کرے اس کی عبادت ہی کیا اور کمال ہی کیا۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد ۳، ملفوظ نمبر ۴۱)

مشی الطریق مع نفی التدقیق

راہ سلوک میں تدقیق کی ممانعت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو کام میں لگنا چاہیئے اس کی ضرورت نہیں کہ نفع کا ہونا بھی اس کو معلوم ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ بچہ کم سن ہے اور باپ اس کی طرف سے بنک میں روپیہ جمع کر دے تو وہ بچہ مالک ہو جاوے گا۔ مگر مالک ہونے کے لئے اس کا معلوم ہونا شرط نہیں جب آمدنی تقسیم ہونے لگے گی۔

اس وقت معلوم ہو جاوے گا اس طرح عمل کا نفع یہاں اگر سمجھ میں نہیں آیا وہاں آخرت میں سمجھ لو گے یہاں تو کام میں لگے رہو نفع برابر واقع ہو رہا ہے وہاں دیکھو گے اور تم یہاں ہی نفع کو معلوم کرنا چاہتے ہو تو کیا دنیا کے نفع کے واسطے کام کر رہے ہو جو دنیا میں نفع کے طالب ہو جہاں کے لئے کام کر رہے ہو وہاں اس کا نفع دیکھنا ان شاء اللہ تعالیٰ خزانہ بھرپور ملے گا یہاں کے نفع کے متلاشی تو کفار ہوتے ہیں جن کو آخرت میں کوئی امید نہیں ان کی مطلوبہ اور محبوبہ محض دنیا ہی ہے ان کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا اسی لئے کفار کی کوشش دنیا کے لئے ہے اور آخرت کے لئے محض معطل اور مومن اس کے برعکس مولانا اسی کو فرماتے ہیں ۔

انبیاء درکار عقبیٰ جبری اند　　　کافران درکار دنیا جبری اند
انبیاء راکار دنیا اختیار　　　کافران را کار عقبیٰ اختیار

(حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا کے کاموں میں جبری ہوتے ہیں اور کافر لوگ آخرت کے کاموں میں جبری ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام آخرت کے کاموں میں

اپنے کومختار سمجھ کر ان کاموں کی کوشش فرماتے ہیں اور کافر لوگ دنیا کے کاموں کو اپنے اختیار میں سمجھ کر اسکی کوشش میں لگے رہتے ہیں)

ان کی مرغوب آخرت ہے ان کی مرغوب دنیا ہے اپنی اپنی مرغوب پر زور لگا رہے ہیں بس اپنے مقصود کے لئے کام کرتے رہو ثمرہ کو نہ دیکھو ورنہ اگر ساتھ کی ساتھ اسکو بھی دیکھو گے کہ کچھ ثمرہ مرتب ہوا یا نہیں تو بس کام ہو چکا پھر تو وہ مثال ہوگی جیسے چکی پیسنے والی ہر چکر گھمانے کے بعد یہ دیکھا کرے کہ کس قدر آٹا نکلا تو بس ہو چکا کام اور پس چکا آٹا کام کرنے والوں کی تو شان ہی اور ہوتی ہے ان کو تو والہانہ کام ہی کرنا چاہیئے اسی کو فرماتے ہیں

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید خیرہ یوسف وارمے باید دوید

(اگرچہ ظاہر میں کوئی راستہ معلوم نہیں ہوتا مگر یوسف علیہ السلام کی طرح بھاگنا چاہیئے)

یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں دیکھا کہ دروازہ بھی کھلا ہے یا نہیں اٹھکر دوڑ پڑے اپنا کام کیا بس اس ارادہ اور نیت کی برکت سے دروازے خود بخود کھل گئے اور آپ صاف باہر نکل آئے اسی طرح تم چلو تو جو کچھ برے بھلے ہو آگے تو بڑھو خریداروں میں تو نام لکھا ہی جائے گا اور وہاں خریدار نام کا بھی محروم نہیں رہتا ایک بڑھیا سوت کی انٹی لے کر یوسف علیہ السلام کو خریدنے چلی کسی نے پوچھا کہاں جا رہی ہو کہا کہ یوسف علیہ السلام کو خریدنے اس نے کہا کہ ان کی قیمت کے لئے تو شاید عزیز مصر کا خزانہ بھی کافی نہ ہو تم کیا ایک سوت کی انٹی لے کر چلی ہو بڑھیا کہتی ہے کہ یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں تو نام لکھا ہی جائے گا آپ ہی بتلایئے کہ کونسا زر ثمن اس کے پاس تھا مگر نیت اور ارادہ تو تھا تو تم بھی نیت اور ارادہ کیساتھ کام میں لگو سوال جواب میں مت پڑو زیادہ تدقیق وتعمق کی ضرورت نہیں اتباع کی ضرورت ہے افسوس ہے کہ دو وقت کھانا کھانے میں باورچی پر تو اعتماد کریں کہ اس نے کھانے میں زہر نہیں ملایا اور اپنے خیر خواہوں پر اعتماد نہ ہو ان سے قیل وقال کی جاوے اس تدقیق

میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کو دیکھا جاوے کہ ہمارا عمل کامل ہے یا ناقص اگر ناقص ہوا تو بددل ہو کر ہمت ہار دی صاحبو معلوم بھی ہے۔ کہ عمل میں جس کمال کے تم منتظر ہو کہ کوئی نقص نہ ہو وہ کمال تو صرف ذات پاک ہی کے ساتھ خاص ہے ورنہ اس ذات کے سامنے تو انبیاء بھی کامل نہیں اور کسی کا تو کیا منہ ہے کہ کامل ہونے کا دعویٰ کرے یا منتظر ہو اس کے سامنے تو جو کامل بھی ہوگا وہ ناقص ہی ہوگا یہ ہی بڑی رحمت ہے کہ ہم ناقص ہی ہیں محروم تو نہیں اور اگر کمال کے درپے ہو گئے اور وہ ممکن نہیں تو کیا نتیجہ ہوگا اس آدھی روٹی سے بھی محروم ہو جاؤ گے بس یہ ہوگا کمال کی ہوس کا نتیجہ کہ پہنچنے والے پہنچ گئے یہ ابھی اس میں ہیں کہ سڑک کیسی ہے اس میں گڑھے ہیں یا صاف ہے سڑک پر درخت آم کے ہیں یا سیب کے ارے تجھے کیا کہیں کے ہوں تو اپنے کام میں لگ تو اپنی راہ طے کرتا کہ منزل مقصود پر پہنچے ہم تو ہر حال میں ناقص ہی رہیں گے ہمارا علم بھی ناقص عمل بھی ناقص نظر بھی ناقص ان تحقیقات میں کیا رکھا ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

کار کن کار بگذر از گفتار اندریں راہ کار باید کار

(کام کرو قیل وقال کو چھوڑ دو۔ کہ اس راستہ میں عمل ہی مقصود ہے)

کیا نہ کروں مگر شیخ کی تقلید شرط ہے اس طریق میں بدون تقلید کے کام چل نہیں سکتا قیل وقال وفکر تحقیق سے کچھ کام نہیں چلتا تقلید محض کی ضرورت ہے، اسی کی برکت سے کسی وقت تحقیق بھی نصیب ہو جاتی ہے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ کئے جاؤ سب سمجھ میں آجائے گا سب تسلی ہو جائے گی کیسی عجیب اور جامع تعلیم ہے حضرت حاجی صاحب کے یہاں بڑی لمبی چوڑی تعلیم نہ ہوتی تھی مختصر اور پر مغز تعلیم ہوتی تھی۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد ۳، ملفوظ نمبر ۵)

آداب المصلح

یعنی شیخ کے آداب

ایک نو وارد صاحب نے جو اصلاح کی غرض سے آئے تھے اور جن کا تھانہ بھون کی حاضری کا پہلا ہی موقع تھا۔ حضرت والا سے ایک فقہی مسئلہ پوچھا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ آجکل مصلح باطن سے مسائل فقہی پوچھنے والوں کو باطنی نفع نہیں ہوتا۔ تجربہ سے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ لوگ بس ان ہی تحقیقات میں رہ جاتے ہیں۔ اصلاح کے متعلق اہتمام کی نوبت ہی نہیں آتی۔ میں

خیر خواہی سے عرض کرتا ہوں کہ ان مسائل کی تحقیق کے لئے تو اور بہت جگہ ہیں اور وہاں یہاں سے اچھا کام ہو رہا ہے۔ دیو بند ہے، سہارنپور ہے اور کیا آپ نے یہ سفر مسائل فقہی پوچھنے کے لئے کیا تھا۔ عرض کیا نہیں پھر کیوں بیٹھے بیٹھے جوش اٹھا خاموش نہیں رہا جاتا کیا خاموشی سے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ کیا خاموش رہنا جرم ہے یا اس سے شان میں بٹا لگتا ہے۔ یوں کہئے کہ بک بک کرنے کی باتیں بنانے کی عادتیں پڑی ہوئی ہیں۔ اور یہ بتلایئے کہ اگر آپ نے یہاں آنے کی اجازت لی ہے۔ عرض کیا کہ اس کی اجازت نہیں لی پھر کیوں مخالفت کی پھر جب شروع میں ہی مخالفت کرنا شروع کر دی تو آئندہ کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ جس بدفہمی کا کوئی علاج ہے۔ ایک صریح بات اور اس پر عمل نہیں۔ اس ہی ضرورت سے میں اس قسم کی شرطیں لگاتا ہوں، سمجھتا ہوں کہ فہم کا قحط ہے مگر پھر بھی اپنا ہنر ظاہر کیے بغیر نہیں رہتے اگر ایسا ہی فقہی مسائل کی تحقیق کرنا ہے اور فن کو مدون کرنا ہے۔ (کیونکہ اکثر سوالات غیر

ضروری ہوتے ہیں) تو میں کہہ چکا ہوں یہ کام اور جگہ یہاں سے اچھا ہو رہا ہے۔

مثلاً دیوبند ہے، سہارنپور ہے وہاں جائیے بلکہ میں خود بھی مسائل فقیہ وہیں سے پوچھ پوچھ کر کام کرتا ہوں۔ سنار کے یہاں کوئی لوہا نہیں لے جاتا اور لوہار کے یہاں سونا چاندی نہیں لے جاتا اگر چہ وہ دونوں ہی کام جانتا ہو مگر پھر بھی کام وہی لیا جاتا ہے۔ جس کو عادۃً کر رہا ہے۔ افسوس طریق مٹ ہی گیا یہ طریق کے آداب میں سے ہے کہ مصلح سے دوسرا کام نہ لیا جاوے۔ اب یہ کہا جائیگا کہ صاحب ایک مسئلہ پوچھا تھا۔ دین کی بات تھی۔ اس پر اسقدر گرفت اگر مسئلہ پوچھنا دین ہے تو جو میں بتلا رہا ہوں۔ یہ بھی دین ہی ہے۔ دوسرے آپ نے اس لئے سفر نہیں کیا اور جس غرض سے سفر کیا ہے اسکا نام ونشان بھی نہیں۔ اسکا کوئی ذکر ہی نہیں رہا۔ دوسروں پر قیاس کرنا کہ فلاں صاحب نے پوچھا تھا۔ اسکا جواب دیا گیا۔

اسکا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں سے پہلے بے تکلفی ہے اور وہ مقصود غیر مقصود میں تمیز کرتے ہیں۔ وہ مستثنے ہیں حتی کہ وہ اگر دنیا کی بات بھی پوچھ کر لیں کوئی حرج نہیں۔ پھر بڑی بات یہ ہے تو یہ کام تو اور جگہ یہاں سے اچھا ہو رہا ہے اور جو کام یہاں پر ہو رہا ہے۔ یہ ایسا ہے کہ کہیں بھی نہیں ہو رہا نہ اچھا نہ برا مگر کس سے کہے وہی مثل ہو رہی ہے۔ اندھے کے آگے روئے اپنی آنکھیں کھوئے اور الحمدللہ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ مسائل فقہی اس طریق سے اعظم ہیں مگر اعظم ہونا اور چیز ہے اور کسی عارض سے اہم ہونا اور چیز ہے۔ مسائل فقہی اعظم ضرور ہیں مگر وہ دوسری جگہ سے حاصل ہوتے ہیں اور جو کام یہاں ہو رہا ہے وہ کہیں ہو ہی نہیں رہا۔

اس عارض کے سبب یہ اہم ہے۔ میں نے اس لئے اہم کو اختیار کر رکھا ہے۔ بچے کو کہتے ہیں کہ قاعدہ بغدادی پڑھ حالانکہ قرآن شریف اعظم ہے مگر اس کو ضرورت اہم کی ہے اور اسکو قاعدہ میں لگا کر قرآن ہی کی تلاوت کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح طریق میں لگا کر احکام فقیہ کی تکمیل کے لئے تیار کیا جا رہا ہے

اور اس کی اہمیت یہاں تک ہے کہ اکابر کی وصیت ہے کہ شیخ کو کسی کا کلام نہ پہنچائے نہ سلام پہنچائے نہ کسی کا ہدیہ پہنچائے جیسا کہ آجکل دستور ہے کہ کسی آتے جاتے کے ہاتھ کوئی چیز بھیج دی روپیہ بھیج دیا تو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

علاوہ مصالح کے خود غیرت عشق کا بھی اقتضا ہے۔ عشاق کی یہ ہی شان ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کو دوسری طرف متوجہ نہ کرے۔ یہاں تک لکھا ہے کہ مرید شیخ سے درسی کتاب کا درس نہ پڑھے اور نہ پیر اپنے مرید کے خانگی معاملات میں دخل دیا۔ غریبوں کو کچھ خبر تو ہے نہیں۔ مرید ہونے آجاتے ہیں اگر متنبہ کرتا ہوں اور طریق بتلاتا ہوں اس غرض سے کہ راہ پر پڑیں مقصود معلوم ہو کیونکہ طریق مفقود ہو رہا ہے۔ اس لئے اس کے آداب بھی معلوم نہیں تو سخت اور بد خلق اور خدا جانے کیا کیا کہتے ہیں اجی اگر طبیب شفیق ہے اور ہمدرد خیر خواہ ہے تو چاہے منہ بناؤ یا روؤ چلاؤ وہ مرض کی تشخیص کر کے اگر کڑوی دوا مفید ہوگی تو شاہترہ چرائتہ حنظل ہی تجویز کریگا اگر سو دفعہ غرض پڑے پیو ورنہ جاؤ چلتے بنو اور جو سیب کا مربا ورق نقرہ لپیٹ کر دے اس کو مربی بناؤ۔ یہاں تو خود طالب کو بجائے سیب کے چھیل چھال کر کانٹ چھانٹ کر اس کا مربہ بنایا جاتا ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ مرید شیخ سے سبق نہ پڑھے وجہ اس کی یہ ہے کہ سبق میں قیل وقال ہوتا ہے۔ جس سے مبادا شیخ کو انقباض ہو جائے اور فیض باطنی سے محروم ہو جائے اور جو لکھا گیا ہے کہ شیخ مرید کے خانگی معاملات میں دخل نہ دے اس میں یہ راز ہے کہ شیخ کو اصل واقعات سے تو بے خبری ہوتی ہے۔

محض ظاہری روئیداد پر فیصلہ کرے گا جو ممکن ہے کہ واقعات سے یا مرید کے مصلحت کے خلاف ہو اور اس سے اس کو شیخ سے کیدگی بھی پیدا ہو جائے۔ اس صورت میں بھی باطنی نفع نہ ہوگا۔ البتہ جس صورت میں یہ علت نہ ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ مثلاً ایک شخص بیوی کا نان نفقہ نہیں دیتا۔ شیخ کہے کہ نفقہ دو یہ خانگی معاملات میں دخل دینا نہ سمجھا جائے گا کیونکہ اس میں دوسرا احتمال ہی نہیں۔

طاعت خالصہ کا حکم ہے۔ مطلب یہ کہ فصل قضایا میں یا ان مباحات میں جس میں شرعاً دونوں جانب کی گنجائش ہے۔ دخل نہ دے۔ جیسے رشتہ وغیرہ آج کل پیرا کثر ایسا کرتے ہیں کہ ایک مرید کی لڑکی ہے۔ دوسرے کا لڑکا ہے کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے لڑکے سے تمہاری لڑکی کا رشتہ کرتے ہیں یا نکاح کرتے ہیں۔

مشائخ نے اس کو منع فرمایا ہے یا اسی طرح کوئی نزاعی معاملہ ہے۔ شیخ سے اس کا فیصلہ کوئی کرانے لگے اس میں بھی ممکن ہے کہ ایک کے خلاف ہو تو اس کو رنج ہوگا اور نفع باطن سے محروم ہو جائے گا۔ اور ان باتوں میں دخل دینا تو بری چیز ہے کہ اس میں دنیا کا رنگ ہے۔ تعلیم جو دین محض ہے۔ اس میں بھی اس قدر احتیاط ہے کہ ہر شخص کی باطنی مصلحت اور اسکی حالت کے مطابق دی جاتی ہے اس کا بھی معین ضابطہ نہیں۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد ۳، ملفوظ نمبر ۲۴۷)

ادب المعذور

یعنی بعض صاحب عذر مشائخ کا ادب

(۱۸۔محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ)

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مشائخ کے کلام میں جو کہیں دلیل صحیح کے ساتھ تعارض ہوتا ہے۔ اسکی توجیہ میں بڑی مشکل پڑتی ہے۔ آجکل ایک رسالہ شروع کرر کھا ہے۔ وہ رسالہ مشائخ چشتیہ کی نصرت میں لکھ رہا ہوں۔ یہ حضرت بہت بدنام ہیں کہ ان کے افعال سنت کے خلاف ہیں۔ نام بھی اس رسالہ کا میں نے تجویز کر دیا ہے۔ السنة الجلیه فی الچشتیة العلیة یہ محض شاعری ہی نہیں بلکہ حقیقت بھی ہے۔ اس لئے کہ چشتیہ کے یہاں سنت کا بہت زیادہ اہتمام ہے۔ اور اصل مذہب ان حضرات کا سنت ہی ہے مگر بعض جگہ غلبہ کی حالت کی وجہ سے معذور ہیں۔ آخر جب کوئی مضطر ہو تو کیا کرے باقی اصل مذہب ان حضرات کا کتاب وسنت ہی ہے مگر عذر میں کیا الزام ہے۔ معترضین ان کو خواہ مخواہ بدنام کرتے ہیں۔ البتہ ایک بات ظاہراً کھٹکتی ہے کہ ان کے جو اشغال ہیں ان کو بعض مصنفین صوفیہ نے کتاب و سنت کی طرف مستند کر دیا ہے حالانکہ یہ ایک طب ہے جو تدبیر کا درجہ ہے۔ جیسے مسہل ہے اس میں اطباء مریض سے کہتے ہیں کہ دوسری طرف مشغول نہ ہونا چلنا پھرنا نہیں بولنا نہیں، دیکھئے یہ بھی خلوت ہے۔ یہ بھی یکسوئی ہے۔ اسی طرح ریاضات تصوف کا بھی ایک فن ہے جس کا درجہ محض تدابیر کا ہے۔ اس کو کتاب وسنت کی طرف مستند

کر دینا بیشک کھٹکتا ہے۔ان مصنفین سے غلطی یہ ہوئی کہ اس کو مقاصد میں سے سمجھ لیا اگر مقاصد میں داخل نہ کرتے تو لوگوں کو دلائل کی ضرورت نہ ہوتی۔ بلکہ یہی سمجھتے کہ یہ تدابیر ہیں۔ دلائل کی تلاش مقاصد سمجھنے کی بناء پر ہوئی ورنہ بعد تحقیق کوئی اشکال نہیں۔تو بعض مصنفین کے اس فعل کو دیکھ کر تمام سلسلہ پر اعتراض کرنا نہائت بے انصافی ہے۔اسی واسطے مجھے بعضے نقشبندیوں کی شکایت ہے جو بے حد غلو کرتے ہیں۔چشتیوں پر اعتراض کرتے ہیں اور اعتراض بھی حد سے گزرے ہوئے جن کے نہ اصول ہیں۔نہ حدود بڑا ہی افسوس ہے۔آخر کیوں دوسروں کو اس قدر حقیر سمجھتے ہیں۔ان کے تمام طریق پر الزام رکھتے ہیں کیا یہ کوئی تحقیق کی شان ہے۔یہ تو اچھا خاصا عناد ہے۔ورنہ جیسے چشتیہ بیچارے کسی کو کچھ نہیں کہتے اور نہ کسی سے تعرض کرتے ہیں۔دوسروں کو بھی چاہئے کہ ان کے پیچھے نہ پڑیں۔یہ ہی چیز مجھ کو داعی ہوئی۔رسالہ لکھنے کے لئے میں تو ان شاء اللہ تعالیٰ اہل حق کی نصرت ہی کروں گا گو اس میں مجھ کو تعجب زیادہ ہو رہا ہے۔ میں نے خود رسالہ میں چشتیہ کے مشرب کی حقیقت لکھی ہے کہ ان کے مشرب کی حقیقت حنفیہ کے مذہب جیسی ہے کہ سب مذاہب سے زیادہ کتاب وسنت کے مطابق ان کے افعال واقوال ہیں مگر سب میں زیادہ وہی بدنام ہیں کہ یہ سنت کے خلاف ہیں۔اسی طرح چشتیہ بدنام ہیں کہ ان کے یہاں خلاف سنت کی تعلیم ہے۔یہ اعتراض کرنا حقیقت سے بے خبری ہے۔باقی اضطراری حالت میں اگر کبھی لغزش ہوئی ہے اس پر متنبہ ہونے کے بعد نادم ہوئے اور توبہ کی اور اس میں انکا وہی طریقہ رہا۔جیسا ایک شیخ سے منقول ہے کہ ان کے مریدوں نے کہا کہ حضرت آپ خاص حالت میں یہ کلمہ غیر مشروعہ کہتے تھے۔فرمایا کہ اگر اب کے کہوں تو مجھ کو قتل کر دینا مریدین صاحب شریعت تھے۔شیخ کے امتثال امر کے لئے تیار ہو گئے۔شیخ پر پھر غلبہ ہوا اور وہی کلمہ کہنا شروع کیا۔مریدوں نے چھریوں سے ان پر حملہ کیا مگر جو شخص جس جگہ شیخ کے مارنا چاہتا تھا خود اس کے اسی

جگہ چھری لگتی تھی۔اس طرح سے تمام مجلس زخمی ہوگئی۔ جب شیخ کو ہوش آیا تو مریدین نے عرض کیا کہ واہ حضرت اچھی تدبیر بتلائی اور تمام قصہ سنایا۔فرمایا بس تو معلوم ہوا میں نہیں کہتا تھا ورنہ میں سزا کا مستحق ہوتا اس سے استدلال کیا اپنے معذور ہونے پر بہرحال شریعت کا مقابلہ نہیں کیا۔سزا کے لئے تیار ہوگئے۔ یہ تو قدماء کی حکایت ہے باقی اسی زمانہ کا واقعہ عرض کرتا ہوں۔

ماموں صاحب میں ایک خاص شورش تھی۔بعضے طریقے ان کے ہمارے بزرگوں کے مسلک کے خلاف تھے۔ میں نے ان کو خیر خواہی و ہمدردی سے ایک خط لکھا اور آخر میں لکھا کہ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ آپ کو طریقہ سنت پر قائم فرمائیں جواب لکھا کہ بیٹا تم جوان صالح ہو۔قبول الدعاء ہو میرے لئے ایسی دعاء نہ کرنا میری تو ساری عمر کا ذخیرہ ہی ہاتھ سے نکل جائے گا۔میں تو یہ دعاء کرتا ہوں کہ میں جس چیز میں ہوں۔ اسی پر ختم ہو جاؤں تمہارا طریق تم کو مبارک ہو اور میرا طریق مجھ کو مبارک ہو غرض میرے ساتھ ردوقدح نہیں کیا۔ دیکھئے یہ تو حالت اختلاف کی اور اس پر یہ جواب۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد ۳، ملفوظ نمبر ۲۹۳)

آداب التربیت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تربیت اور اصلاح کا باب نہایت ہی نازک ہے اس میں بڑے تجربے اور فن کی ضرورت ہے شیخ کا ولی ہونا قطب ہونا بزرگ ہونا ضروری نہیں مگر فن سے واقف ہونا ضروری ہے ہاں فن جاننے کے ساتھ اگر ولایت اور بزرگی بھی ہو تو اس کی تعلیم میں خاص برکت ہوگی آج کل فن نہ جاننے کی وجہ سے لوگ بڑی گڑبڑ کرتے ہیں اور منزل مقصود سے تو بہت ہی دور رہتے ہیں مقصود کی ہوا تک بھی نہیں لگی ایک صاحب نے بذریعہ خط اپنے نفس کی اصلاح کی درخواست کی تھی اس پر میں نے لکھا کہ ہر مرض کو ایک ایک کر کے لکھ کر اس کا علاج پوچھو اس پر یہ مہمل جواب آیا میں حقیقت سے تو واقف ہوں مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ میں مرض کیا کیا ہیں اس پر میں نے لکھا کہ میری سمجھ میں یہی نہیں آیا کہ حقیقت کی تو خبر ہو اور مرض کی خبر نہ ہو اس پر جواب آیا اور بہت طویل تحریر لکھ کر بھیجی جس میں اپنی تمام سوانح عمری درج کی تھی آخر میں لکھا تھا کہ یہ میری حالت ہے۔

اب آپ سمجھ لیں کہ کون کون مرض میرے اندر ہیں جو قابل علاج ہیں اس پر میں نے لکھا کہ یہ طریقہ معالجہ کا نہیں ہے کہ ایک کتاب تصنیف کر کے بھیج دی تم نے میری پہلی بات کا اب تک جواب نہیں دیا اور اتنی بحر طویل لکھ کر ایذا دی جب تم مرض کا ہونا نہ ہونا نہیں بتلا سکتے جو کہ خاص تمہاری حالت ہے تو اتنے دور سے بے بتلائے ہوئے سمجھ لینا ضروری ہے اور میں اس سے قاصر ہوں تو تم کو یہ حق حاصل ہے کہ مجھے لکھو کہ جب تجھ کو اتنا بھی سلیقہ نہیں تو تجھ سے تعلق رکھنا ہی فضول ہے تو پھر میری طرف

سے اجازت ہے کہ کسی اور سے تعلق کرو پھر فرمایا کہ یہ تو امور طبیعہ اور فطری ہیں کہ اپنی حالت کو آدمی اس طرح لکھے کہ جس کو دوسرا سمجھ بھی تو لے یہ گول مول باتیں لکھنا یا کرنا کون سی عقلندی کی بات ہے ایک ضروری بات یہ ہے کہ آدمی جس کے پاس جاوے اور جس کام کو جاوے اس سے صاف کہہ دے اس میں کسی کی تعلیم کی کونسی ضرورت ہے مثلاً بازار جاتے تو یہ نہیں کہتے کہ سودا دیدو بلکہ اُس چیز کا نام لیتے ہیں کہ نمک دیدو مرچ دیدو گرم مصالحہ دیدو ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ اس چیز کا نام نہ لیں یا اسٹیشن جا کر یہ نہیں کہتے کہ ٹکٹ دیدو اور اس مقام کا نام نہ لیتے ہوں جہاں کا ٹکٹ لینا ہے۔

بلکہ یوں کہتے ہیں کہ نانوتہ کا ٹکٹ دیدو سہارنپور رامپور کا ٹکٹ دیدو وہاں ناقص کلام کو کافی نہیں سمجھتے مگر ان ناتمام باتوں کی مشق کے لئے بیچارے ملا ہی رہ گئے ہیں یہاں پر آ کر کہتے ہیں کہ تعویذ دیدو اب یہ کچھ نہیں کہ کس چیز کا تعویذ کیا ملا نے ان کے باوا کے نوکر ہیں کہ بیٹھے ہوئے پوچھا کریں مگر میرے یہاں آ کر ان کا دماغ درست کر دیا جاتا ہے کہ ایسی بیہودگیوں پر روک ٹوک ہوتی ہے۔

گو باہر جا کر بدنام کرتے ہیں کہ بدخلق ہے سخت گیر ہے مگر اس کے ساتھ اپنے اخلاق حمیدہ اور نرم خوئی کا کوئی ذکر نہیں کرتے کہ ہم نے بھی کسی کو ستایا ہے اور اذیت پہنچائی ہے یا نہیں ان لوگوں کے صاف نہ کہنے پر صرف ایک یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ میں ان سے پوچھ لیا کروں کہ کیا کہتے ہو اور میں یوں اس پر قادر بھی ہوں اور پوچھ بھی سکتا ہوں مگر پوچھتے ہوئے غیرت آتی ہے اس لئے کہ جب ان نالائقوں کی یہ حالت ہے کہ ان کے قلوب میں اہل علم اور اہل دین کی وقعت نہیں تو ہمیں ہی کون سی ضرورت ہے کہ ان سے چاپلوسی کریں یہ پوچھنا اس حالت میں میرے لئے موت کے برابر ہے بلکہ ایک حیثیت سے موت محبوب ہے اور یہ تلخ ہے آخر یہ کس قاعدہ سے میرے ذمہ ہے کہ کام تو اس کا پوچھوں میں مجھ کو ضرورت اور غرض ہی کیا ہے بہت سے بہت غیر معتقد ہو جائیں گے سو میری جوتی سے ایسے بدفہموں کا تو غیر معتقد ہی ہونا بہتر

ہے اور زیادہ سے زیادہ تکبر کا الزام ہوگا مگر تملق کا تو الزام نہ ہوگا۔

باقی مجھ کو تو اس سے بھی مسرت ہوتی ہے کہ ایک بدفہم اپنی بدفہمی پر مطلع تو ہوا دوسرے رسمی پیروں کے یہاں تو ایسے بدفہموں اور بدعقلوں کی بڑی آؤ بھگت اور چاپلوسی ہوتی ہے خوشامدیں کی جاتی ہیں اور محض غرض کی بناء پر اور وہ غرض دنیا ہے جو اہل علم اور درویشوں کی شان سے نہایت بعید ہے۔ استغفر اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ جو یہاں کا طرز ہے اپنے بزرگوں کا یہی طرز دیکھا اور یہی پسند بھی ہے میں تو اس طرز کے خلاصہ میں یہ کہا کرتا ہوں کہ اور جگہ برکت ہے میرے یہاں حرکت ہے۔ اور مصلحین شیخ ہیں اور میں میخ ہوں یہاں پر تو ٹھن کی چوٹ پڑتی ہے اگر لاکھ دفعہ خوشی پڑے آؤ ورنہ گھر بیٹھو اور جگہ دلجوئی ہوتی ہے میرے یہاں دلشوئی ہوتی ہے اور جگہ ولایت قطبیت غوثیت ابدالیت تقسیم ہوتی ہے میرے یہاں انسانیت آدمیت سکھائی جاتی ہے اگر ولی بننا بزرگ بننا قطب بننا غوث بننا ہو تو اور جگہ جاؤ انسان بننا ہو یہاں پر آؤ ایک شاعر نے خوب لکھا ہے

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند — ایں جملہ شدی ولے مسلمان نہ شدی

میں نے اسکو اس طرح بدل دیا ہے اس لئے کہ یہ جملہ سخت ہے کہ مسلمان نہ شدی۔

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند — ایں جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

تو ولی بن سکتا ہے بزرگ بن سکتا ہے مگر انسان بننا بہت مشکل ہے مولوی ظفر احمد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دُعاء فرما دیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں حضرت نے جواب میں فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کراؤ اور اپنے ماموں سے کراؤ تب انہوں نے اس طرف رجوع کیا غرض بزرگی اور ولایت اور چیز ہے اور انسانیت اور آدمیت اور چیز ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پر انسان بنایا جاتا ہے اگر یہ طرز کسی کو ناپسند ہو یہاں نہ

آئے اور کہیں جائے اور میں اس موقع پر یہ پڑھا کرتا ہوں۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ بے وفا سہی جسکو ہو جان ودل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

اور میں یہ بھی بتلائے دیتا ہوں کہ انسانیت اور آدمیت بدون کسی کی جوتیاں کھائے ہوئے پیدا نہیں ہوسکتی الا ماشاء اللہ اگر کسی کو خداداد فہم سلیم عطا فرمایا گیا ہو تو یہ دوسری بات ہے مگر اکثر یہی ہے کہ جوتیاں کھانے کی ضرورت ہے اور ایسا نہ ہونا مصداق ہے النادر کالمعدوم کا اور میں اس موقع پر ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ مربا جبھی بنتا ہے کہ پہلے سیب کو خرید کر لاتے ہیں پھر اسکو چاقو سے چھیل کر اس کا چھلکا الگ کرتے ہیں اور جو کہیں داغ ہوتا ہے اس کو چاقو کی نوک سے جُدا کرتے ہیں پھر ایک دیگچی میں پانی بھر کر چولہے پر رکھ کر اور آگ جلا کر اور اس میں ان صاف شدہ سیب کو جوش دیتے ہیں مابعد اس کو اتار کر ٹھنڈا ہو جانے کے بعد اس کو پھر چاقو کی نوک سے کوچتے ہیں تا کہ قوام اس کے اندر اثر کر سکے پھر قوام تیار کر کے اس میں اس کو ڈالتے ہیں اور پھر کئی روز ایک مرتبان میں بند رکھتے ہیں تب جا کر یہ مربا اس قابل ہوتا ہے کہ جس غرض سے طبیب نے اس کو بتلایا ہے اس کے لئے مفید ہو سکے تو اس طرح مربا بن کر پھر کہیں طبیعت کا مربی بننے کے قابل ہوسکتا ہے اگر ہر کوچنے پر وہ سیب ہاتھ سے نکال کر بھاگنے لگے اور اس کی برداشت نہ کر سکے تو بس بن چکا مربا اسی طرح اگر شیخ کی ہر ڈانٹ اور ڈپٹ پر طالب کے دِل میں کدورت پیدا ہو اور برداشت نہ کر سکے تو بن چکے مربی ایک حکایت حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں بیان فرمائی ہے اس میں ایک شخص کا اپنی کمر پر شیر کی تصویر گودوانے کے لئے جانا اور ہر سوئی کے کوچنے پر یہ کہنا کہ یہ کیا بنا تا ہے اور اس کا بتلانا کہ یہ کان بناتا ہوں سر بناتا ہوں پیٹ بناتا ہوں دم بناتا ہوں اور اس کا یہ کہنا کہ یہ شیر کا نقش کوئی سنے کا تھوڑا ہی یا بے دُم کا شیر نہیں ہوتا اور اس پر اس گودنے والے کا سوئی ہاتھ سے پھینک کر یہ کہنا مفصلا مذکور ہے۔

شیر بے گوش و سر و اشکم کہ دید این چنیں شیرے خدا ہم نافرید

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی، پس کجا بے صیقل آئینہ شوی
چوں نہ داری طاقت سوزن زدن پس تواز شیر ژیاں ہم دم مزن

تو صاحب اصلاح تو اصلاح ہی کے طریق سے ہوسکتی ہے بدون طریقہ تو کوئی ادنی سے ادنی کام بھی انجام کو نہیں پہنچ سکتا اور دوسرے پیروں کے یہاں جوان لوگوں کی آؤ بھگت ہے ان میں بعض کی نیت تو صالح ہوتی ہے مزاحا فرمایا کہ اور بعض کی خسر ہوتی ہے جن کی صالح ہوتی ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ ہم سے لگے بندھے رہیں کہیں کسی بدعتی وغیرہ کے ہاتھ میں جا کر نہ پھنس جائیں خیر اپنا اپنا مذاق ہے مجھ کو تو اس سے غیرت آتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ دین ان کا محتاج ہے دین ان کا طالب ہے اور یہ اس کے مطلوب ہیں اور میں سب کو مشورہ نہیں دیتا کہ سب اپنے اخلاق ایسے بنالیں مگر مجھے بھی معاف رکھیں اور جن کی نیت خسر ہوتی ہے اس کا منشا نہایت ہی مذموم ہے بلکہ نہایت ہی مردود وہ یہ کہ اگر ہم نے ان کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کیا تو یہ غیر معتقد ہو جائیں گے اور جو خدمت کرتے ہیں وہ نہ کریں گے پس یہ لوگ تو ہر وقت اینٹھنے میں رہتے ہیں اور پیروں کی طرف سے ان کا تملق ہوتا ہے سو یہ درجہ تو نہایت بُرا ہے ہمارے حیدر آبادی ماموں صاحب تھے تو ہمارے مسلک کے خلاف غالی صوفی تھے مگر دکاندار نہ تھے اور اکثر ان کی باتیں بڑی حکیمانہ ہوتی تھیں وہ فرمایا کرتے تھے کہ حیدر آباد دکن کے امراء تو جنتی ہیں اور مشائخ وہاں کے دوزخی اس لئے کہ امراء جو تعلق رکھتے ہیں مشائخ سے وہ محض اللہ کے واسطے ہے اور مشائخ جو تعلق کرتے ہیں امراء سے یہ دنیا کے واسطے ہے واقعی بڑے کام کی بات فرمائی ایسا ہی ہو رہا ہے ایک ایسے ہی مرید نے اپنے ایسے ہی پیر سے خواب بیان کیا کہ حضرت رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ گویا میری انگلیاں تو پاخانہ میں بھری ہیں اور آپ کی شہد میں پیر صاحب سن کر آپے سے باہر ہو گئے کہ ٹھیک تو ہے تو دنیا کا کتا ہے تیری حالت کی ایسی ہی مثال ہے جیسے پاخانہ اور ہم اللہ والے بزرگ ہیں ہماری حالت کی

مثال شہد کی سی ہے مرید کوئی بڑا ہی مسخرہ اور ظریف تھا کہنے لگا کہ حضرت نے تعبیر میں جلدی فرمائی ابھی خواب پورا نہیں ہونے پایا فرمایا کہ بیان کرو آگے کیا باقی ہے اس نے کہا کہ یہ بھی دیکھا کہ تمہاری انگلیاں تو میں چاٹ رہا ہوں اور میری انگلیاں تم چاٹ رہے ہو بس پیر صاحب گم ہو گئے تعبیر وغیرہ سب ختم ہو گئی اب یہ خواب واقعی ہو یا نہ ہو مگر واقعہ یہ ہے کہ اس نے اس حکایت میں معاملہ کی حقیقت کو ظاہر کر دیا کہ ہم تم سے دین کی وجہ سے تعلق رکھتے ہیں جو مثل شہد کے ہے اور تم مجھ سے دنیا کی وجہ سے تعلق رکھتے ہو جو مثل پاخانہ کے ہے اور ان عوام بیچاروں کی اتنی خطا نہیں ان کے اخلاق تو خوشامد کر کر کے خراب کئے گئے ہیں ورنہ وہ پھر بھی ان پیروں سے زیادہ محل کو سمجھتے ہیں نواب عمر خان کے پاس جب وہ حج کو جا رہے تھے جہاز میں ایک بہت بڑا افسر انگریز مزاج پرسی کو آیا نواب صاحب نے نہایت بے رخی کے ساتھ ملاقات کی لیٹے ہوئے تھے بیٹھے تک نہیں وہ کھڑا رہا اور جو سوال اس نے کیا نہایت روکھا جواب دیا جب وہ چلا گیا تو سہارنپور کے ایک رئیس نے نواب صاحب سے عرض کیا کہ خان صاحب یہ آپ کا مہمان تھا گو کافر تھا مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کفار کی بھی جب کہ وہ مہمان ہوئے مدارت فرمائی ہے اس لئے آپ کو بھی مہمان ہونے کی حیثیت سے مدارت اور احترام کرنا مناسب تھا نواب صاحب نے پٹھانوں والا جواب دیا کہ الفاظ تو دیہاتی تھے مگر مقصود صحیح تھا جواب یہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو پیغمبری کرنا تھی مجھ کو پیغمبری کرنا تھوڑا ہی ہے یہ جواب بظاہر بڑا بے ادبی کا ہے مگر حاصل اور مدلول اُس کا صحیح ہے کہ اس وقت تالیف قلوب کی ضرورت تھی اور اب ضرورت نہیں رہی البتہ ایک اس سے مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ جہاں تبلیغ نہ ہوئی ہو وہاں اب بھی تالیف قلب مناسب ہے باقی جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں ان عرفی اخلاق کی ضرورت نہیں سو دیکھئے اس دیہاتی پٹھان نے ان رعایات کا محل سمجھا مگر یہ پیر نہیں سمجھتے۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد ۴، ملفوظ نمبر ۱۲۶)

❁❁❁

برکات التوکل

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس کام کو حق تعالیٰ کرانا چاہتے ہیں اس کے اسباب ویسے ہی مہیا فرما دیتے ہیں اور اس میں کسی کی ذات کو خاص دخل نہیں ہوتا کہ فلاں ہی شخص کریگا تو یہ کام ہوگا وہ جس سے چاہیں کام لے سکتے ہیں اور کرا سکتے ہیں بڑے بڑے مظنہ خیر بیٹھے منہ دیکھا کرتے ہیں اور بے گمان وہ کام لے لیتے ہیں ایک صاحب ہمارے بزرگ کی اولاد میں سے ہیں دو ہزار یا ڈھائی ہزار کے قرض دار تھے مجھ سے سفارش چاہی میں نے صاف کہہ دیا کہ خطاب خاص سے تو میں سفارش نہ کروں گا اور نہ تجربہ سے اس کا کوئی نفع خاص ہے ہاں خطاب عام سے سفارش سے عذر نہیں صورت خاص میں سفارش کا کرنا دو حال سے خالی نہیں ایک تو خواہ اس کا جی چاہے یا نہ چاہے مگر اس کو پورا ہی کرے اس میں تو دوسرے پر بار ہوتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ فلاں شخص نے لکھا ہے اگر کام نہ کیا تو اس پر ناگواری کا اثر ہوگا تو اس صورت میں دینے والے کا تو دنیا کا نقصان ہوا اس لئے کہ اس میں خلوص نہ رہا صرف فلوس ہی رہا تو ثواب سے محرومی رہی اس لئے دین کا نفع نہ ہوا اور مال الگ تلف ہوا اس لئے دنیا کا نقصان ہوا اور چونکہ طیب خاطر سے نہیں دیا گیا اس لئے لینے والے کے دین کا نقصان ہوا کیونکہ بدون طیب خاطر کے کسی کا مال لینا شرعاً جائز نہیں اور ایک ضرر مخاطب کا اور ہے وہ یہ کہ اگر اس نے نہ دیا سفارش کرنے والے سے اس کو حجاب ہوگا خصوصی جبکہ اس سے تعلق اصلاح دین کا ہو تو یہ اس کے لئے دین کی مضرت ہوگی کیونکہ اس کو اس مصلح سے دین کی خدمت لیتے ہوئے حجاب ہوگا کہ اس نے ایک

بات کو لکھا تھا یا کہا تھا مگر ہم نے نہیں کیا اب ہمارا کیا منہ ہے کہ اس سے کسی قسم کی خدمت لی جاوے تو اس میں اس طرح اس کے دین کا نقصان ہوا غرض خطاب خاص میں یہ خرابیاں ہیں اس لئے میں نے صورت عام میں سفارش لکھ دی اور دُعاء کر دی اُن کی کامیابی کی بہت ہی زیادہ بیچارے پریشان تھے۔

وہ یہاں سے میرٹھ پہنچے اور اپنے بزرگوں سے محبت اور عقیدت رکھنے والے ایک سوداگر صاحب سے ملے اور واقعہ بیان کر کے میری تحریر سفارشی جو عنوان عام میں لکھدی تھی دکھلائی اُن سوداگر صاحب نے دیکھ کر یہ کہا کہ میاں اتنی بڑی رقم کہیں چندوں سے ادا ہوا کرتی ہے اور بھی بعض جملے تلخ کہے ان صاحب کو جوش آ گیا اور یہ قسم کھالی کہ یہ ڈھائی ہزار کی رقم اگر ایک ہی شخص دے گا تو لوں گا اور اگر ایک پیسہ بھی کم دینا چاہے گا تو نہ لوں گا یہ کہہ کر وہاں سے اٹھ کر چل دیئے اس کے بعد اُن سوداگر نے کوشش کی کہ میں کچھ خدمت کروں انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور یہ میرٹھ سے سیدھے دہلی پہنچے وہاں پر ایک حکیم صاحب ہیں (جن کا اب انتقال ہو گیا) اُن سے ملاقات کی اور یہ کہا کہ میں اتنا قرضدار ہوں اور ساتھ ہی یہ عہد بھی ہے کہ اگر یہ رقم ایک شخص دے گا تو لوں گا ورنہ نہیں حکیم صاحب نے کہا کہ بھائی یہ تو بڑی کڑی شرط ہے بعض میرے ملنے والے سوداگر ہیں اُن سے سفارش کر سکتا ہوں لکھ سکتا ہوں۔

گو اُن میں بعض ایسے بھی ہیں کہ تنہا ایک شخص اگر چاہے تو یہ رقم کیا اس سے زائد دے سکتے ہیں مگر بظاہر ایسا مشکل معلوم ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ آپ سفارش لکھ دیں اور مجھ کو تحریر دیدیں میں جاتا ہوں اللہ مالک ہے غرض کہ حکیم صاحب نے اپنے ایک دوست کو سفارش لکھ دی یہ اُس کے پاس پہنچے پہلے حکیم صاحب کا پرچہ دیا اُس کے بعد میری سفارشی تحریر دکھلائی وہ سوداگر اُن سے کچھ زبانی باتیں دریافت کرنے لگے اس میں اتفاق سے میرا نام بھی آیا اُن سوداگر کی دکان پر اس وقت ایک بمبئی کے سیٹھ بیٹھے ہوئے کچھ اپنے لین دین کی بات چیت کر رہے تھے اُن کے کانوں میں اس

واقعہ کی کچھ بھنک پڑی تو اُن مقامی سوداگر سے سوال کیا کہ کیا بات ہے انہوں نے مفصل قصہ بیان کیا کہ یہ صاحب اتنی رقم کے قرضدار ہیں۔

ایک بزرگ کی اولاد سے ہیں مگر اُن کی شرط یہ ہے کہ اگر ایک ہی شخص یہ رقم دے گا تو لوں گا ورنہ نہیں اور میرا نام بھی لیا کہ ان کے پاس اس کی سفارش اور تصدیق بھی ہے ان سیٹھ نے بدون کسی کنج وکاؤ کے ڈھائی ہزار کے نوٹ جیب سے نکال کر ان کے حوالے کیے اور یہ الفاظ کہے جب ایسے شخص کی سفارش اور تصدیق ہے آگے کسی بات کے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں اب سنئے یہ معلوم ہوا کہ یہ سیٹھ عقائد اور مسلک میں اپنے بزرگوں کے خلاف بھی تھے بدعتی خیالات کے شخص تھے اور یہ بھی کہا کہ میں جب بمبئی سے چلا تھا یہ ڈھائی ہزار کے نوٹ اسی نیت سے لے کر چلا تھا کہ کسی کارخیر میں صرف کروں گا سو اللہ نے وہ موقع عطا فرما دیا یہ صاحب کئی روز بعد میرے پاس آئے میں نے دور سے دیکھا میں سمجھا کہ بیچارے ناکام ہی آئے ہوں گے۔

اڑھائی ہزار کا معاملہ تھا اتنی جلدی کس نے اتنی بڑی رقم دیدی ہوگی مگر چہرہ کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ کامیاب ہیں غرض کہ جب وہ میرے پاس آکر بیٹھے تب میں نے سوال کیا کہ کہئے کیا کر آئے کہا اللہ کا شکر ہے کامیاب آیا اس پر بھی مجھ کو شفا نہیں ہوئی میں نے تفصیل دریافت کی کہ کیا کسی نے سعی اور کوشش کا وعدہ کرلیا ہے کہا کہ جی نہیں ڈھائی ہزار روپیہ قرض داروں کا ادا کر کے آیا ہوں اور مفصل واقعات بیان کیے مجھ کو حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ ہو رہا تھا اور وہ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کر رہے تھے واقعی ایسی ہی وہ ذات ہے جو اُن پر بھروسہ کرے وہ کبھی ناکام نہیں رہتا اور یہ دنیا تو بیچاری بہت ہی کم وقعت چیز ہے اُن پر تو اگر بھروسہ ہو آخرت اور دین بھی اسی طرح عطاء فرما دیتے ہیں جب قادر مطلق وہ ہیں اس حالت میں کسی کو ناز نہیں کرنا چاہئے کہ ہم ہی اگر کریں گے تو فلاں کام ہوسکتا ہے ورنہ نہیں ہوسکتا وہ جس سے چاہیں اپنا کام لے لیں اُن کا ملک ہے ان کی مخلوق ہے مگر بھروسہ شرط ہے۔

البتہ دین میں بھروسہ کے ساتھ طلب بھی شرط ہے پھر اس کے ساتھ اگر صدق اور خلوص ہو تو پھر بیچارہ فلوس کیا چیز ہے وہ تو جوتیوں سے لگا پھرے گا۔ایک اور صاحب کا واقعہ ہے جو میرے دوست میرے ہم سبق بھی تھے وہ پانچ سو روپیہ کے قرض دار تھے مجھ سے سفارش چاہی کہ کسی کو لکھ دو میں نے کہا کہ مجھ کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کون دے سکتا ہے اور کون نہیں دے سکتا تم خود انتخاب کر لو اور مجھ کو بتلاؤ میں لکھ دوں گا انہوں نے میرے تین دوستوں کا نام لیا کہ ان کو لکھ دو میں نے تینوں کو یہ مضمون لکھا میرے ایک ہم سبق دوست قرضدار ہیں پانچ سو روپیہ کی ضرورت ہے وہ مجھ سے اس کے متعلق سفارش چاہتے ہیں کہ میں تم کو لکھ دوں اب میں تم سے مشورہ کرتا ہوں کہ اگر میں اُن کے بارے میں تم کو لکھ دوں تو کیا اس سفارش سے گرانی تو نہ ہوگی۔

اس کے جواب آنے کے بعد پھر میں تم کو سفارش لکھوں گا اُن میں ایک نے پچاس روپیہ دوسرے نے دو سو روپیہ اور تیسرے نے اڑھائی سو روپیہ غرض اس طرح کر کے تینوں نے پانچ سو روپیہ بھیج دیئے ایک اور صاحب نے اسی طرح سفارش چاہی اور پریشانی کا اظہار کیا اور ایک معین (شخص) کا نام بھی بتلایا کہ فلاں سوداگر کو لکھ دو میں نے اُن کو اس طرح لکھا کہ ایک حاجت مند کو یہ ضرورت ہے اگر آپ کے پاس پہلے سے ایسی رقم موجود ہو جس کو آپ سوچ رہے ہوں کہ کہاں خرچ کروں اور کسی دوسرے سے وعدہ بھی نہ کر لیا ہو اور آپ کے علم میں کسی اور کو توقع بھی نہ ہو اس حالت میں یہ ایک شخص حاجت مند ہیں ان کی اعانت کر دیجئے ورنہ آزادی میں خلل نہ ڈالئے ان بیچاروں نے وہ رقم بھیج دی مجھ کو کام کرنے سے انکار نہیں مگر جی ضرور چاہتا ہے کہ کسی پر بار نہ ہو اور طریقہ سے کام ہو اور صاحب حقیقت تو یہ ہے کہ محض نام ہو جاتا ہے کسی کا ورنہ دینے والے تو وہ خود ہی ہیں اسی کو فرماتے ہیں۔

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں مصلحت را تہمتے بر آہوئے چین بستہ اند

ایک بزرگ سے لفٹنٹ گورنر ملنے گئے چلتے وقت ان بزرگ سے دریافت کیا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میں تحریر فرمایا کہ ہم کو تم سے محبت ہے اور اس لئے ہم سمجھتے تھے کہ تم کو بھی ہم سے محبت ہو گی مگر آج معلوم ہوا کہ تم کو ہم سے محبت نہیں کیونکہ اگر تم کو ہم سے محبت ہوتی تو کیا محبت کا یہ ہی حق تھا کہ جو چیز خدا تعالیٰ کی نظر میں مبغوض ہے یعنی دنیا اس کو ہمارے سامنے پیش کرتے اور یہ نہیں تھا کہ اُن کے پاس سامان تھا اس لئے استغناء تھا اُن حضرات پر فاقے گذرتے تھے مگر پھر بھی وہی شان تھی اور فاقہ بیچارا تو جس کی حقیقت نان کا فقدان ہے کیا چیز ہے وہ تو ہر وقت جان پیش کرنے کو تیار بیٹھے رہتے ہیں اسی کو مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ناخوش تو خوش بود برجان من دل فدائے یار دل رنجان من

(تیری طرف سے (ظاہراً) ناگوار بات بھی مجھے دل وجان سے گوارا ہے اور تیری جفاؤں پر بھی دل قربان ہے۔۱۲)

حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کی بیوی اُن کے پیر کی بیٹی تھیں کبھی دراز فقر و فاقہ پر کہتیں کہ اب برداشت نہیں ہوتی کچھ کھانے کا انتظام کرنا چاہئے تو فرماتے گھبراؤ مت انتظام ہو رہا ہے دریافت کرتیں کہاں ہو رہا ہے فرماتے جنت میں ہو رہا ہے بی بی بھی ایسی تھیں کہ جنت کے وعدہ پر مطمئن ہو جاتیں سبحان اللہ کیا ایمان تھا ان ہی بی بی کا یہ واقعہ بھی ہے کہ ان کے پاس انؒ کے تمام زیورات میں سے صرف چاندی کا ایک ہار رہ گیا تھا جب حضرت گھر میں تشریف لاتے فرماتے گھر میں سے دنیا کو بو آتی ہے ایک مرتبہ ایک بزرگ مہمان تشریف لائے بیوی صاحبہ نے ان بزرگ صاحب سے شکایت کی کہ میرے پاس ایک ہار ہے جو اس مصلحت سے رکھا ہے کہ شاید رکن الدین (صاحبزادہ) کی شادی میں مہمانوں کے لئے ضرورت ہو جائے مگر ان کو اُس میں دنیا کی بو آتی ہے اور ہر وقت میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ اس کو جدا کر دوں اُن بزرگ صاحب نے شاہ صاحب کو منع کیا کہ سب کی دنیا کی بو تم کو کیوں آتی ہے تم ان سے تعرض مت کرو اس کے بعد پھر کبھی بیوی سے اُس ہار کا ذکر

نہیں فرمایا (ظرافت کے عنوان سے فرمایا کہ) مطلب حضرت شاہ عبد القدوس صاحب رحمہ اللہ کا یہ تھا کہ ہمارے گھر میں ہار کیوں ہو ہماری تو ہر وقت جیت ہونی چاہئے ان ہی شیوں (شانوں) کی وجہ سے میں نے ان حضرات کا بجائے صوفیہ کے عشاق لقب تجویز کیا ہے اور سچ یہ ہے کہ نری بزرگی سے کیا ہوتا ہے جب تک محبت نہ ہو اور اسی محبت کی شدت کا نام عشق ہے اور عشق کی خاصیت یہ ہے کہ سوائے محبوب کے سب کو فنا کر دیتا ہے اسی کو مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

عشق آں شعلہ است کوچوں بر فروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لادر قتل غیر حق براند، درنگر آخر کہ بعد لاچہ ماند،
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت، مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

اور گلزار ابراہیم میں مولانا ابوالحسن صاحب نے اسی کا ترجمہ کیا ہے

عشق کی آتش ہے ایسی بدبلا دے سوا معشوق کے سب کو جلا

(انتہی ملفوظ برکات التوکل) (ملفوظات حکیم الامت جلد ۴، ملفوظ نمبر ۱۵۴)

طریق الاصلاح

فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرے کاموں میں نظم نہیں ہے (یعنی انتظام نہیں) میں نے لکھ دیا کہ نثر یعنی پراگندی کی وجہ سے مشقت زیادہ ہوتی ہے جس پر زیادہ ثواب کی امید ہے پھر فرمایا کہ نظم اور نثر میں کیا رکھا ہے آدمی کو کام کرنا چاہئے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ سے ایک شخص نے شکایت کی کہ مجھ سے دوام نہیں ہوتا عجیب جواب فرمایا کہ یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی ہوگیا اور کبھی نہیں اس مجموعہ پر تو دوام ہے مگر اس پر ایک طالبعلمانہ شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ جو دوام مطلوب ہے، وہ یہ تو نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جواب تحقیقی نہیں معالجہ کبھی غیر حقیقت سے بھی ہوتا ہے اور اس کو طبیب ہی سمجھ سکتا ہے کہ مریض کے لئے کون تدبیر نافع ہوگی اور ہر شخص کے لئے جُدا تدبیر ہوتی ہے معالج مریض کی خصوصیت طبیعت سے سمجھ گئے کہ اس کا علاج اس عنوان سے ہو جاوے گا اور اس مجموعہ کو دوام کہہ دینے سے دوام مطلوب بھی میسر ہو جائے گا یہ ایک طریق ہے طالب کو لے کر چلنے کا تا کہ ہمت نہ ہار جائے اور یہ سب باتیں مصلح ہی سمجھ سکتا ہے۔

اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اس فن کی مثال بالکل طب جسمانی کی سی ہے جس کا حاصل تدابیر کا تجویز کرنا ہے پس بعض دفعہ مریض کو عنوان سے نفع ہو جاتا ہے گو اس کا مضمون متحقق نہ ہونے سے یہ مسئلہ حدیث سے ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بہت جگہ عنوان سے کام لیا ہے معنون سے قطع نظر کر کے چنانچہ عبداللہ بن ابی کے جنازہ پر نماز پڑھنے کے وقت حضرت عمرؓ نے یہ آیت پیش کر کے شبہ کیا ہے،

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (آپ خواہ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کیلئے استغفار نہ کریں اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا۔۱۲)۔

آپ نے ارشاد فرمایا خیرنی فاخترت اور فرمایا سازید علی السبعین (مجھ کو اختیار دیا گیا ہے لہٰذا ایک شق کو میں نے اختیار کر لیا) حضور نے یہاں پر محض الفاظ سے تمسک کیا اور معنی کی طرف التفات نہیں فرمایا بلکہ فرطِ رحمت کی وجہ سے صرف الفاظ سے تمسک کیا اس سے معلوم ہوا کہ بعض دفعہ مصلحت دینیہ سے محض عنوانات سے کام لینا بھی سنت سے ثابت ہے خلاصہ یہ ہے کہ عنوان کو بعض آثار میں بڑا دخل ہوتا ہے اس کی تائید میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں میں ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گیا ایک طبیب کے پاس قارورہ بھیجا قارورہ دیکھ کر قارورہ لے جانے والا سے کہا کہ یہ شخص زندہ کیسے ہے اس کی حرارت عزیزیہ تو بالکل ختم ہو گئی ہے۔

اس نے آ کر مجھ سے کہا مجھ پر بہت بڑا اثر ہوا میں نے اس سے کہا یہ کیا بیہودگی ہے تم نے مجھ سے کیوں کہا اس نے کہا غلطی ہو گئی میں نے کہا اس کا تدارک بتاؤ اس نے تدارک پوچھا میں نے کہا واپس جاؤ اور آ کر مجھ سے یوں کہو کہ حکیم صاحب نے کہا ہے کہ اس وقت میں نے غور نہیں کیا تھا اچھا خاصہ قارورہ ہے وہ واپس گیا اور آ کر میرا سکھایا ہوا مضمون مجھ سے نقل کیا مجھ کو یاد ہے کہ یہ سن کر میری وہ حالت جو پہلے پیدا ہوئی تھی جاتی رہی باوجود اس علم کے کہ یہ مضمون میں نے ہی سکھا کر بھیجا ہے اور میرا ہی مضمون مجھ سے نقل کیا ہے تو یہ عنوان ہی کا اثر تھا جو معنون سے بالکل خالی تھا اور ایک واقعہ اس کی تائید میں یاد آیا۔

ریاست رام پور میں ایک درویش تھے اُن پر ایک قبض کا حال طاری ہوا اس سے وہ اپنے کو یوں سمجھنے لگے کہ تو شیطان ہے اور تو مردود ہو چکا اس حالت میں وہ درویش ایک مولوی صاحب کے پاس آئے یہ مولوی صاحب شیخ بھی تھے مولوی

صاحب اس وقت درس میں مشغول تھے دریافت کیا کون کہا کہ شیطان مولوی صاحب نے بلا کسی خیال کے **لا حول ولا قوة الا باالله العلی العظیم** پڑھ دیا یہ سن کر وہ درویش چل دیئے اور اپنے حجرہ پر پہنچ کر مرید سے کہا کہ میں مردود ہوں شیطان ہوں میں اپنے کو دنیا سے مٹانا چاہتا ہوں اور صورت یہ ہے کہ میں اپنی گردن الگ کرتا ہوں اگر کچھ کھال الجھی رہ جائے اس کو تو الگ کر دینا اور اس کے بعد درویش خودکشی کر کے ختم ہو گئے، ایک مولوی مظہر تھے جو موجز میں میرے ہم سبق تھے۔

انہوں نے یہ واقعہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بیان کیا حضرت مولانا نے سن کر فرمایا کہ ہم تو اُن مولوی صاحب کو شیخ سمجھتے تھے مگر معلوم ہوا کہ کچھ بھی نہیں تھا اگر میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا تو میں کہتا کہ پھر گھبرانے کی کیا بات ہے شیطان ہی ہو تو کیا ہے شیطان بھی تو انہیں کا ہے تو نسبت تو اب بھی قطع نہیں ہوئی تو اس سے قبض ختم ہو جاتا۔

اس میں یہ سوال ہوتا ہے کہ یہ نسبت جو شیطان کو حاصل ہے کیسی ہے ظاہر ہے کہ تکوینی ہے جو کہ مطلوب نہیں اور وہ نسبت رضا کی نہیں جو کہ مطلوب ہے تو اس سے قبض کیسے رفع ہو جاتا ہے تو اس کا حل بھی یہی ہے کہ یہاں مولانا کو بصیرت سے معلوم ہو گیا کہ اس عنوان ہی سے علاج ہو جاتا اس ہی لئے اس طریق میں شیخ کامل کی ضرورت ہے یہ شان ہمارے حضرات کی تھی بڑے بڑے مایوس العلاج کامیاب ہو کر نکلتے تھے یہ حضرات حکیم تھے اس عنوان پر ایک حکایت یاد آئی ایک بادشاہ نے خواب دیکھا کہ میرے سب دانت ٹوٹ گئے کسی معبر کو بلا کر تعبیر دریافت کی اس نے تعبیر دی کہ آپ کا سب خاندان آپ کے سامنے مر جائے گا بادشاہ یہ سن کر برہم ہوا اور معبر کو نکلوا دیا اسکے بعد ایک دوسرے معبر کو بلوایا اور خواب بیان کیا تعبیر چاہی انہوں نے یہ تعبیر دی کہ آپ کی عمر آپ کے سب خاندان سے بڑی ہوگی۔

اس پر بادشاہ خوش ہوا اور یہ کہا کہ بات وہی ہے صرف عنوان کا فرق ہے مگر

اس سے طبیعت پر کوئی گرانی نہیں ہوئی اور اس کو خلعت دے کر نہایت عزت واحترام سے رخصت کیا اسی پر ایک تفریح کرتا ہوں اگر کسی لڑکے کو کہئے او مرغی کے بچے آگ ہو جائے گا برہمی پیدا ہو جائے گی اور اگر یوں کہا جائے کہ او چوزہ خوش ہو جائے گا حالانکہ مرغی کے بچے ہی کو چوزہ کہتے ہیں۔

ایک اور مثال لیجئے ایک عورت کوئیں پر پانی بھر رہی ہے تین مسافر آ پہنچے اُن میں سے ایک شخص پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ اماں پانی پلا دو پانی پلائیگی دعائیں دیگی دوسرا شخص آتا ہے میرے باپ کی جورو پانی پلا دے تو گالیاں سنائے گی تیسرے نے کہا اے وہ عورت جو میرے باپ سے ایسا ویسا کراتی ہے پانی پلا دے یہ سن کر اتنا غصہ آوے گا کہ اگر قدرت ہو تو قتل کر دے حالانکہ اماں اور باپ کی جورو اور میرے باپ سے ایسا ویسا کرانے والی سب کے ایک ہی معنی ہیں صرف عنوان کا فرق ہے پس جو لوگ نرے الفاظ پرست ہیں اور حقائق کو نہیں جانتے اُن کو ان چیزوں کی کیا خبر وہ بجز بزرگوں پر اعتراض کرنے کے کیا سمجھ سکتے ہیں ان باتوں کے سمجھنے کیلئے بڑے فہم کی ضرورت ہے اور یہ نصیب ہوتا ہے کسی کی صحبت میں رہنے سے اور اسی کا آج کل قحط ہے حق تعالیٰ فہم سلیم عطاء فرمائیں۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد ۴، ملفوظ نمبر ۲۴۱)

فناء الرائی

(۱۵ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح)

ایک نو وارد صاحب سے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آنا ہوا اور کس غرض سے۔ عرض کیا کہ فلاں مقام سے آیا ہوں اور اصلاح کی غرض سے آیا ہوں فرمایا کہ ایک دن میں اصلاح۔ عرض کیا کہ تین دن ٹھہروں گا فرمایا کہ تین دن ہی سہی اتنی مدت میں تو جسمانی مرض مزمن بھی نہیں جاسکتا اس وقت تو آنے کی غرض ملاقات ہی رکھئے یہ بھی ایک رسم ہے کہ اصلاح کے الفاظ ضرور کہے جائیں چاہے وقت ہو یا نہ ہو سو یہ وقت محض ملاقات کیلئے رکھئے اس میں آپ کے لئے بھی سہولت ہوگی اور میرے لئے بھی آپ بھی عافیت سے رہیں گے اور مجھ کو بھی عافیت رہے گی یہ فرما کر دریافت فرمایا کہ میرے جواب کے بعد بات صاف ہو جانا چاہیے آپ اپنی رائے پر قائم رہیں یا نہیں مجھ کو معلوم ہو جانا چاہیے عرض کیا کہ ملاقات ہی کیلئے اس وقت کو طے کر لیا ہے مگر حضرت والا اللہ اللہ کرنے کیلئے کوئی طریقہ تجویز فرما دیں فرمایا کہ یہ تو اس وقت آپ نے ایسی بات کہی کہ پنچوں کا کہنا سر آنکھوں پر مگر پرنالہ اسی طرف کو اترے گا دوسرے طالبانہ درخواست نہیں کی مدعیانہ تجویز بھی خود ہی کر لیا کہ فلاں چیز کی تعلیم کردو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے مریض طبیب سے کہے کہ میرے لئے خمیرہ تجویز کر دیجئے طبیب کو تو حق ہے کہ وہ جو چاہے تجویز کرے مگر مریض کو حق

نہیں تجویز کا اور اس وقت تو آپ کو کوئی درخواست بھی نہ کرنا چاہیے تھی اس لئے کہ یہ وقت ملاقات کیلئے طے ہو چکا تھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر دق کا مریض طبیب سے یہ کہے کہ میرے لئے دودھ گھی تجویز کر دیجئے تو کیا اس کی یہ درخواست بااصول ہے یا بے اصول اور ایسی درخواست تو خط سے بھی پوری ہو سکتی تھی فضول آپ نے سفر کی صعوبت گوارا کی اور کرایہ صرف کیا اگر مختصر قیام ہو تو ملاقات ہی پر اکتفا کرنا چاہیے اور اگر مطول قیام ہے تو ایسی درخواست کا مضائقہ نہیں۔

اب اس میرے جواب سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس درخواست سے آگے کوئی اور چیز بھی ہے ورنہ جہل میں ابتلار رہتا اور ظاہر میں تو یہ درخواست خیر معلوم ہوتی تھی مگر اس کی تہ میں یہ زہر اور ضرر ہے کہ اگر میں اس درخواست کو پورا کر دیتا تو خود رائی کا مرض زیادہ قوت پکڑ جاتا اسی ہی لئے میں نے کہا تھا کہ اتنی مدت میں تو مرض جسمانی مزمن بھی نہیں جاسکتا۔ چہ جائے کہ مرض باطنی آخر اس باطنی مرض کا ظہور ہو کر رہا لوگ مجھ کو وہمی کہتے ہیں لیکن اگر اس طرح نہ کروں تو اصلاح کس طرح ہو اگر کوئی طبیب مریض کے حالات پر مطلع ہونے کے لئے کھود کرے تو آیا وہ طبیب شفیق کہلائے گا ہمدرد اور خیر خواہ کہلائے گا یا وہمی اور سخت اور ظالم کہلائے گا جب تک مریض یہ کہتا ہے کہ میں ملاقات کو آیا ہوں اس وقت تک تو خیر ہے اور جہاں اس نے کہا کہ علاج کی غرض سے آیا ہوں سوالات شروع ہو گئے بھوک کا کیا حال ہے پیاس کیسی ہے نیند آتی ہے یا نہیں یہی قاعدہ طریق اصلاح میں ہے کہ جب تک ملاقات کا نام ہے کچھ مطالبہ نہیں اور جہاں اصلاح کا نام لیا سوالات شروع ہو گئے طالب کے بعض حالات تو وہ ہیں کہ جو سوالات پر موقوف ہیں۔

اور بعض باتیں مصلح خود مثل طبیب کے قرائن سے معلوم کر لیتا ہے مثلاً طالب میں طلب صادق ہے یا نہیں فہم اور عقل اس میں کیسے ہیں اگر طلب صادق ہے اور فہم ہے تو مناسبت ہو کر کام چل جاتا ہے اور کوئی بے لطفی بھی جانبین کو پیش

نہیں آتی اور اگر طالب ان اوصاف سے کورا ہے تو عدم مناسبت کی بناء پر نفع نہیں ہوتا بد فہمی کی وجہ سے گڑبڑ کرتا ہے اس سے مصلح کو تکدر ہوتا ہے اس کے تکدر سے مریض یعنی طالب کو تکدر ہوتا ہے اس لئے کام نہیں چلتا۔

یہ طریق ہیں علاج کے مربی جس کیلئے جو اس کے حال کے مناسب سمجھتا ہے تجویز کرتا ہے اکثر جو طالب سے گڑبڑ ہوتی ہے وہ اضطرار سے یا بد فہمی سے یا قصد سے یا جہل سے نہیں ہوتی بلکہ اکثر بے فکری اور غفلت سے ہوتی ہے یہ ہی وجہ ہے کہ مصلح کو اس پر سخت ناگواری ہوتی ہے کہ اگر یہ چاہتا اور اہتمام کرتا تو اس کا انسداد اور ازالہ اس کے اختیار میں تھا اب اس بے فکری اور غفلت کے دور کرنے کیلئے طالب کے مزاج کے موافق مربی جو مناسب سمجھتا ہے تجویز کرتا اور برتاؤ کرتا ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے کہ جس میں کسی کو بھی مداخلت کرنا جائز نہیں جیسے طبیب جسمانی کی تجویز میں کسی کو حق مداخلت کا نہیں۔

ہاں ایک حق ہے کہ اگر وہ مصلح یا اس کی تجویز پسند نہ ہو یا اس کو برداشت نہ کر سکے تو اس کا علاج چھوڑ دے یا اس سے تعلق قطع کر دے ورنہ تعلق رکھتے ہوئے اس راہ میں قدم رکھنے کے لئے پہلی شرط یہ ہے جس کو فرماتے ہیں ؎

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

(لیلیٰ کے ملنے کے راہ میں جان کو بہت سے خطرات تو ہیں ہی مگر اول شرط یہ ہے کہ مجنوں نہ ہو۔۱۲)

اس راہ میں بدون اپنے کو مٹائے اور فنا کئے کامیابی مشکل ہے مٹ جانے سے مراد یہ ہے کہ اپنے کو کسی کے سپرد کر دے اور اپنے تمام خیالات اور راؤں کو اس کی تجویز کے سامنے فنا کر دے مولانا رومیؒ اسی کو فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو پیش مردے کاملے پامال شو

(قال کو چھوڑ کر حال پیدا کرو۔ اور کسی کامل کے آگے اپنے کو فنا کر دو۔۱۲)

اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو کامیابی مشکل ہے جب مربی کی ہر تنبیہ اور اس کی

روک ٹوک پر تیرے دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے تو آیا ہی کس بوتے پر تھا اور اس راہ میں قدم ہی کیوں رکھا تھا مولانا فرماتے ہیں ؎

تو بیک زخمے گریزانی زعشق تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

چوں نداری طاقت سوزن زدن پس تو از شیریاں کم دم بزن

در بہر زخمے تو پر کینہ شوی پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

(تو ایک کچو کے ہی کی وجہ سے عشق سے بھاگنے لگے۔ تو معلوم ہوا کہ تم نام ہی کے عاشق تھے جب سوئی چبھنے کی برداشت نہیں ہے۔ تو شیر کی تصویر بدن پر گدوانے کا خیال ہی چھوڑ دو۔ اگر ہر کچو کے پر تم کو ناگواری ہوگی تو بے صیقل کے آئینہ کیسے بنو گے۔۱۲) (ملفوظات حکیم الامت جلد ۴، ملفوظ نمبر ۳۰۴)

تادیب الطالب

ایک نووارد صاحب حاضر ہوئے سلام کیا حضرت والا نے دریافت کیا میں نے آپ کو پہچانا نہیں آپ اپنا ضروری تعارف کرا دیجئے کیا نام ہے کہاں سے آئے کیا کام کرتے ہیں۔ آنے کی غرض کیا ہے۔ عرض کیا فلاں نام ہے فلاں مقام سے حاضر ہوا زراعت کا کام کرتا ہوں۔ مرید ہونے کی غرض سے آیا ہوں۔ دریافت فرمایا! کہ قیام کتنا ہوگا۔ عرض کیا جب میرا کام ہو جائے گا واپس ہو جاؤں گا۔ فرمایا! یہ تو میرے سوال کا جواب نہیں کام کی تو حد نہیں نہ معلوم کام سال میں ہو دس سال میں ہو اور تمام عمر بھی نہ ہو اس لئے کہ ہر کام کی کچھ شرائط ہوتی ہیں۔ جن کے پورا ہونے کا کوئی اندازہ نہیں تو پھر آپ نے یہ حساب کیسے لگایا کہ جاؤں گا مرید ہو جاؤں گا۔ دوسرے اس جواب سے مجھ پر بوجھ رکھا گیا کہ بے چارے محبوس ہیں ان کو جلد فارغ کرو اور خود تعجب ہے کہ بے فکر ہو گئے کہ دوسرا خود میری رخصت کی فکر کرے گا کیا یہی تہذیب ہے۔ پھر دریافت فرمایا! کہ کیا اس سے قبل آپ نے کوئی خط میرے پاس بھیجا ہے۔ عرض کیا کہ اس سلسلہ میں تو کوئی خط نہیں بھیجا۔ پوچھا اور کس سلسلہ میں بھیجا تھا اور کتنا عرصہ ہوا۔ عرض کیا کہ تین سال کا عرصہ ہوا ایک خط میں نے اپنے عقائد کے متعلق ارسال خدمت کیا تھا پوچھا وہ خط آپ کے پاس ہے۔ عرض کیا کہ مکان پر بھول آیا۔ پوچھا کہ میں نے جو اس کا جواب لکھا تھا کیا اس کا کچھ خلاصہ یاد ہے۔ عرض کیا کہ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا! تھا کہ ایسے مضمون کے لئے کارڈ کافی نہیں۔ پوچھا پھر اس پر آپ نے بذریعہ لفافہ کچھ لکھا۔ عرض کیا کہ نہیں فرمایا! کہ تم کو

چاہیے تھا کہ پہلے خط کے ذریعے سے مشورہ کر لیتے پھر بعد اجازت آتے۔ نیز جس مقصد کے لئے آپ سفر کر کے آئے ہیں یہ کام تو خط و کتابت سے بھی ہو سکتا تھا میں سچ عرض کرتا ہوں کہ خرچ آپ لوگوں کا ہوتا ہے اور اثر مجھ پر ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے پاس پیسہ ہے کہاں جو اس طرح سے بے سوچے خرچ کیا جائے اب بھی سہل اور اسلم صورت یہی ہے کہ آپ وطن پہنچ کر اس بارے میں خط و کتابت کریں میں انشاء اللہ تعالیٰ جو مناسب ہوگا جواب دوں گا اس وقت وہ کام نہ ہوگا اب اس نے سن لینے کے بعد جو رائے قیام کے متعلق قائم ہوئی اس سے مجھے مطلع کر دیا جائے۔ عرض کیا کہ آج شب کو واپس ہو جاؤں گا۔ فرمایا! کہ بہت اچھا، پھر دریافت فرمایا! کہ یہ بات تو طے ہو گئی اس کے علاوہ تو کچھ اور کہنا نہیں۔ میں ڈاک کا کام شروع کرتا ہوں۔ عرض کیا کہ ایک تعویذ دے دیجئے۔ فرمایا! کہ گھر سے تو دین کی نیت کر کے چلے یعنی بیعت ہونے اور اس میں دنیا کو ٹھونس دیا۔ عرض کیا کہ دین ہی کے لئے ضرورت ہے دریافت فرمایا! کہ دین کا کونسا کام تعویذ پر موقوف ہے عرض کیا کہ ایسے تعویذ کی ضرورت ہے جس سے اعمال میں خلوص اور شوق پیدا ہو۔ فرمایا! کہ اگر تعویذ ایسے کام دیا کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو جہل کو ایک تعویذ لکھ کر اور گھول کر پلا دیتے وہ مسلمان ہو جاتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بالکل بے خبر ہیں آج تک آپ کو اہل اللہ کی صحبت ہی میسر نہیں آئی بالکل کورے ہیں۔ عرض کیا کہ غلطی سے تعویذ کا نام زبان سے نکل گیا مقصود عمل پوچھنا چاہتا تھا فرمایا! کہ وہ تو زبان سے نکل گیا اور یہ جو دل سے نکلا ہے یہ اس سے بھی برا نکلا اور یہ تاویل تو پورا جہل ہے کیونکہ عمل اور تعویذ دونوں ایک چیز ہیں اس لئے یہ بات اس سے بڑھ کر واہیات کہی۔ جس سے آپ نے ابو جہل پر پورے طور پر مطلع کر دیا۔ کل کو طبیب سے کہے گا کہ حکیم جی نسخہ وغیرہ کو رہنے دیجئے کوئی عمل یا تعویذ ایسا لکھ دیا جائے جس سے مادہ فاسد خارج ہو جائے اور معدہ صاف ہو جائے جس سے میں تندرست ہو جاؤں۔ بلکہ وہاں ایسا کہنا زیادہ بعید نہیں اس لئے کہ نفس میں جو

مادہ ہے وہ سخت درسخت ہے اور معدہ میں اس قدر سختی نہیں اس لئے معدہ کا تعویز سے علاج کرانا نفس کے علاج کرانے سے زیادہ بعید نہیں۔مگر پھر بھی کیا ایسے کہنے کو کوئی عاقل یا وہ طبیب جس سے درخواست کی جائے معقول سمجھے گا سو یہاں تو زیادہ نامعقول ہے میاں تدابیر اور اصلاح سے کام چلتا ہے۔کہیں تعویز گنڈوں سے بھی دین درست ہوتا ہے تمہارے تو عقائد بھی درست نہیں ڈھل مل معلوم ہوتے ہو پھر ایسی حالت میں مرید ہونا چاہتے تھے۔آپ تو بالکل بے خبر اور ناواقف ہیں۔

کیا آپ نے میری کچھ کتابیں بھی دیکھی ہیں یا نہیں عرض کیا کہ دیکھی ہیں۔دریافت فرمایا! کہ کون کون سی عرض کیا تعلیم الدین وغیرہ۔فرمایا! کہ وغیرہ کا کچھ نام نہیں۔کیا میرے مواعظ بھی دیکھے ہیں عرض کیا نہیں۔فرمایا! کہ خیر جو کچھ بھی دیکھیں ان کے دیکھنے پر آپ کی معلومات کی یہ کیفیت ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سمجھ کر ایک کتاب بھی نہیں پڑھی جس سے بے فکری کے مرض کا پتہ چلتا ہے اور اگر سمجھ کر پڑھی ہیں تو اس سے آپ کے فہم کا اندازہ ہوتا ہے کہ فہم سے بالکل کورے ہو۔اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ میرے سو وعظ دیکھیں اور دیکھ لینے کے بعد مجھ کو اطلاع دیں اس سے قبل کوئی خط آپ مجھ کو نہ لکھیں اور یہ بھی لکھیں کہ وعظوں کے دیکھنے سے مجھ کو یہ نفع ہوا یا نہیں ہوا اور جو وعظ دیکھے جائیں ان کے نام بھی لکھیں کہ کون کون سے دیکھے فرمایا! اس سے پہلے تو آپ کوئی خط مجھ کو نہ لکھیں گے۔

عرض کیا کہ نہیں مگر وعظ میرے پاس نہیں فرمایا! کہ خرید و یا کسی سے عاریت لو۔عرض کیا کہ جی ایسا ہو سکتا ہے فرمایا! کہ ایسا صرف ہو سکتا ہے مگر ارادہ نہیں۔عرض کیا کہ ارادہ ہے فرمایا! کہ پھر یہ انگریزی محاورات کیوں بولتے ہو۔پھر دریافت فرمایا! کہ آپ کچھ لکھے پڑھے ہیں۔عرض کیا کہ انگریزی پڑھی ہے فرمایا! کہ یہ ساری خرابی اس انگریزی ہی منحوس کی ہے اس سے فہم مسخ ہو جاتا ہے اور پھر اس پر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سب میں زیادہ فہیم اور عاقل ہیں۔ابھی تو آپ کو اپنے عقائد ہی درست کرنے کی

ضرورت ہے جب اس جہل سے نجات ہو جائے۔ تب کہیں مرید ہونے کا نام لیجئے گا۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا بلا وضو نماز ہو سکتی ہے۔

عرض کیا نہیں فرمایا! کہ یہ اس طریق کا وضوء اور غسل ہے کہ پہلے عقائد و اعمال ظاہری درست کئے جائیں اس لئے پہلے اس کے غسل کی فکر کیجئے اس سے فارغ ہو کر تب مرید ہونے کا نام لیجئے ایسا ہوتے ہوئے آپ نے کیسے حساب لگا لیا تھا کہ جاؤں گا مرید ہو جاؤں گا اور میرے سو وعظ دیکھ کر یہ بھی لکھئے کہ عقائد کی کیا غلطیاں نکلیں اور اعمال کی کیا صورت اور حالت ہے اس سے قبل مجھ سے ہرگز خط وکتابت نہ کیجئے گا۔ فرمایا! کہ یہ سب رسمیں جاہل دکاندار پیروں کے بگاڑے ہوئے ہیں جہاں کوئی آیا جھٹ مرید کر لیا کہ کہیں شکار ہاتھ سے نہ نکل جائے نہ آنے والے کے عقائد کی خبر نہ اعمال کی خبر نہ ایمان کی خبر ان پیروں کے یہاں خرابیاں بے حد وحساب خرابیاں ہو رہی ہیں۔ ان کے یہاں بلا غسل اور وضو کے نماز جائز بلا احرام کے حج جائز ان دکانداروں کی عجیب غریب باتیں ہوتی ہیں ایک طرف تو بیوی بچوں کے مسنون تعلق سے بھی تصوف ختم ہو جاتا ہے اور دوسری طرف بت پرستی بھی تصوف کی مانع نہیں۔

(تمت تادیب الطالب) (ملفوظات حکیم الامت جلد ۸، ص ۸۲)

الحرص علی الجاہ

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آج کل تو بعض علماء بھی لیڈروں کے ہم خیال بن کر سلطنت کے خواہش مند ہیں اور زیادہ حیرت تو اس پر ہے کہ اس خواہش میں احکام کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ زمانہ تحریکات میں جو کچھ کیا گیا وہ اظہر من الشمس ہے اور احکام کے سامنے سلطنت تو کیا چیز ہے جن کے قلوب میں حق تعالیٰ کی اور اس کے احکام کی محبت پیدا ہو چکی ہے ان کی نظر میں تمام دنیا کا وجود مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ان کے نزدیک تو اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے چھوٹے چھوٹے بچے مٹی یا ریت کے گھر بنا لیتے ہیں اور وہ اس میں سے کسی کا نام دیوان خانہ اور کسی کا بالا خانہ رکھتے ہیں تو عقلاء ان بچوں پر ہنستے ہوئے گزرتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ آؤ ہم تم کو حقیقی دیوان خانہ اور بالا خانہ دکھائیں ان کو دیکھو۔ اسی طرح خاصان حق اہل اللہ آپ کے ان محلوں اور کوٹھی بنگلوں کو دیکھ کر ہنستے ہیں اور آخرت کی ترغیب دیتے ہیں اور تمہاری اس فانی سلطنت کی حقیقت وہ ہے جو ایک بزرگ نے ایک بادشاہ کو بتلائی تھی۔ یعنی بادشاہ سے دریافت کیا کہ اگر کسی موقع پر آپ جا رہے ہوں اور پانی پاس نہ ہو اور شدت پیاس سے جان پر بن رہی ہو ایسے وقت پر کوئی شخص ایک کٹورا پانی لے کر آئے اور یہ کہے کہ نصف سلطنت کے بدلے یہ کٹورا پانی کا فروخت کرتا ہوں تو آپ خرید لیں گے بادشاہ نے کہا کہ ضرور خرید لوں گا پھر ان بزرگ نے کہا کہ اگر اتفاق سے تم کو پیشاب کا بند لگ جائے اور کوئی علاج مفید نہ ہو اور کوئی شخص یہ کہے کہ اگر نصف سلطنت دو تو یہ بند کھول دوں گا تو کیا کرو گے

بادشاہ نے کہا کہ نصف سلطنت دیدوں گا ان بزرگ نے کہا کہ یہ حقیقت ہے تمہاری سلطنت کی کہ آدھی سلطنت کی قیمت ایک کٹورا پانی کا اور آدھی سلطنت کی قیمت ایک کٹورا پیشاب کا بس یہ ہے وہ سلطنت جس کیلئے آج کل کے عقلاء اور ان کے ہم خیال بعض مولوی سرگردان اور پریشان حال ہیں اور آخرت کو بھی بھول گئے ہیں سلطنت حاصل کرنے کو یا ترقی کرنے کو منع نہیں کرتا خوب ترقی کرو اور خوب سلطنت اور حکومت کرو میں تو خود ترقی کو پسند کرتا ہوں مگر اس میں کچھ شرط بھی تو ہے وہ یہ کہ احکام شریعت کو محفوظ کرتے ہوئے حدود اسلام پر نظر رکھتے ہوئے حاصل کرو البتہ اس کے عکس کے خلاف ہوں کیونکہ ایسی حکومت مسلمانوں کے کام کی نہیں ہوسکتی جس میں پہلے احکام شرعیہ کو پامال کردیا جائے سو ایسی سلطنت باعث ترقی نہیں ہوسکتی بلکہ باعث نحوست ہوگی مجھ کو مقاصد سے اختلاف نہیں طریق کار سے اختلاف ہے میں یوں کہتا ہوں کہ سلطنت ہو یا حکومت مال ہو یا جاہ عزت ہو یا آبرو اگر تم خدا کے احکام کی حفاظت کرتے ہوئے ان پر کاربند رہتے ہوئے حاصل کرسکو تو تم کو ہزار بار مبارک اس لئے کہ اس صورت میں یہ چیزیں احکام اسلام کی اشاعت کا ذریعہ ہوں گی اور اگر اس کے ساتھ اغراض فاسدہ وابستہ ہیں جیسا آج کل کے واقعات سے بالکل ظاہر ہے تو ایسی سلطنت اور حکومت پر لعنت ہزار بار لعنت ایسی چیز مبغوض ہے منحوس ہے مردود ہے جو خدا کی یاد سے غافل کردے یا احکام سے دور کردے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی سلطنت کو پیش کرتے ہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے ساتھ ہی وہ حضرات احکام اسلام پر کس طرح عاشق تھے اور کس سختی سے ان کے پابند تھے عین قتال کے وقت جوش کی حالت میں بھی احکام کا ہوش رکھتے تھے۔ مثلاً یہ مسئلہ ہے کہ اگر عین قتال کے وقت کسی کافر پر تلوار اٹھاؤ جس نے تمہارے باپ بھائی بیٹے کو قتل کردیا ہو اور وہ عین اس حالت میں کلمہ پڑھ لے تو فوراً ہاتھ روک لو کیا اب کوئی ایسا کرسکتا ہے۔ رات دن معمولات اور معاملات میں تو حدود اور احکام کی پابندی کی ہی نہیں جاتی ایسے

سخت وقت میں تو بھلا کون رعایت کر سکتا ہے غرض ہر چیز کے کچھ حدود ہیں قواعد ہیں پہلے طبیعتوں کو انکا خوگر بناؤ پھر میدان میں آؤ میں تقسیم عرض کرتا ہوں۔

کہ پھر نصرت خداوندی تمہارے ساتھ ہوگی اور پھر تم سلف کی طرح تمام عالم پر حکومت کرو گے اور بدون۔ احکام کی پابندی کے اختیار کئے ہوئے حکومت یا سلطنت کا حاصل کرنا ایسا ہے جیسے بلا وضو کے نماز پڑھنا یا بدون منتر جانے ہوئے سانپ پکڑنا جس کا انجام ہلاکت ہے اور اگر بالفرض چندے یہاں حکومت کر بھی لی تو آخرت کی زندگی تو برباد ہو جائے گی اصل چیز تو وہی ہے جس کیلئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی اور وہ ایمان اور اعمال صالحہ ہیں ایمان کی حفاظت کرو اور اعمال صالحہ اختیار کرو پھر اس پر خوشخبری ہے بشارت ہے جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (اس زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے)

یہ بیان تو ان کیلئے تھا جو جاہ کیلئے حکومت اور سلطنت کے خواہاں اور جویاں ہیں باقی اہل اللہ اور خاصان حق جن کو تم نظر تحقیر سے دیکھتے ہو کہ وہ خستہ حالت میں ہیں میلے کچیلے ہیں بے سروسامانی انکی رفیق ہے وہ ان چیزوں کی پرواہ نہیں کرتے گو بضرورت سلطنت بھی حاصل کرلیں اور اس میں بھی کوشش کریں کہ اپنے کو اس سے علیحدہ رکھ کر دوسرے کے سپرد کر دیں اور اگر بادل ناخواستہ ان کے ذمہ پڑ جائے تو پھر اس کے پورے حقوق ادا کریں۔ میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ یہی حضرات کچھ ساتھ لے جانے والے ہیں تم نے جن سامانوں کو قبلہ وکعبہ بنا رکھا ہے وہ تم ہی کو مبارک ہوں وہ تو ان سامانوں کو حجاب اور وبال جان خیال کرتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جب باہان ارمنی کے دربار میں اپنے اسیروں کو چھڑانے کیلئے تشریف لے گئے تو آپ نے دربار کا فرش دیبا اور حریر کا اٹھا کر پھینک دیا اور اس کے سوال پر جواب میں فرمایا کہ تیرے فرش سے ہمارے اللہ کا فرش افضل ہے۔ حضرت بشر حافیؒ کا قصہ مشہور ہے کہ جب آپ نے یہ آیت قرآن پاک کی سنی ''والارض فرشنھا'' (اور ہم نے زمین کو

فرش بنایا ہے) اسی وقت اپنے پاؤں سے جوتے نکال کر پھینک دیئے کہ خدا کے فرش پر جوتے پہن کر چلنا خلاف ادب ہے۔ (یہ غلبہ ہے حال کا جو خوبی ہے مگر حجت نہیں) اب سنئے کہ تمام چرند پرند کو حکم ہو گیا جس جس طرف بشر حافی کا گزر ہو کوئی بیٹ نہ کرنے پائے۔ غرض ہماری عزت اس ظاہری سامان سے تھوڑا ہی ہے اگر عزت ہے تو بے سروسامانی ہی میں ہے جو عبدیت سے مسبب ہو اسی کو فرماتے ہیں۔

زیر بارند درختاں کہ ثمر ہا دارند　　اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد
دلفریباں نباتی ہمہ زیور بستند　　دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

(پھل دار درخت زیر بار رہتے ہیں مبارک ہو سرو کہ وہ تمام غموں سے آزاد ہے حسینان جہاں کو بناؤ سنگھار کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے محبوب کو حسن خداداد حاصل ہے)............ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بادشاہ سنجر نے ایک مرتبہ لکھ کر بھیجا کہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت کی خدمت میں اکثر مجمع خدام کا رہتا ہے اگر اجازت ہو تو ایک حصہ ملک کا خدام کیلئے حضرت کی خدمت میں پیش کر دوں حضرت نے جواب میں لکھ بھیجا۔

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد　　دردل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب　　من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

(اگر میرے دل میں ملک سنجر کی ہوس ہو تو جس طرح سنجر کا چتر سیاہ ہے میرا نصیب بھی سیاہ ہو اور جس وقت سے ملک نیم شب (یعنی عبادت نیم شبی) کی مجھے خبر ہوئی ہے میں تو ملک نیم روز کو ایک جو کے بدلے میں بھی نہ خریدوں)

ایک بزرگ کو کسی بادشاہ نے لکھا تھا کہ ہم مرغ کھاتے ہیں اور تم خشک روٹی ہم دیبا اور حریر پہنتے ہیں اور تم گدڑی اوڑھتے ہو تم بڑی مصیبت میں اور تکلیف میں ہو تم ہمارے پاس آجاؤ تو ہم تمہاری خدمت کریں گے اور یہاں پر تم کو کوئی تکلیف نہ ہوگی ان بزرگ نے جواب میں لکھا کہ

خوردن تو مرغ مسمی دے طعمہ ماناتک جویں ما
پوشش تو اطلس ودیبا حریر بخیہ زدہ خرقہ پشمین ما

(تیری غذا بھنا ہوا۔۔۔مرغ اور شراب ہے ہماری غذا جو کی روٹی ہے تیرا لباس اطلس اور دیبا اور ریشم ہے اور ہمارا لباس ہماری پیوند زدہ گدڑی ہے)

اور آخر میں فرماتے ہیں۔

نیک ہمیں است کہ می بگذرد راحت تو محنت دوشیں ما
باش کہ تا طبل قیامت زنند آن تو نیک آید یا ایں ما

(عنقریب یہ سب چیزیں گزر جائیں گی تیری راحت بھی اور ہماری تکلیف بھی ذرا انتظار کرو کہ قیامت کا طبل بجاویں پھر دیکھنا ہے کہ تیرے حالات درست ہوں یا ہمارے)

مطلب یہ کہ اس روز معلوم ہوگا کہ یہ حالت اچھی تھی یا وہ اور اصل بات تو یہ ہے کہ ان بادشاہوں کی یہی رائے کہ ان بزرگوں کو تکلیف میں سمجھتے تھے غلط تھی۔ ان حضرات کے قلوب میں ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ وہ سب سے مستغنی کر دیتی ہے۔

(ملفوظات حکیم الامت جلد ۵، ملفوظ نمبر ۱۶)

ذم القیل وقال

(۲۹ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ بوقت ۸ بجے صبح در باغ حضرت والا یوم سہ شنبہ)

ایک مولوی صاحب نے سوال کیا کہ چار چیزیں ہیں شریعت طریقت حقیقت، معرفت، اگر کوئی ان کا منکر ہو اس کے متعلق کیا حکم ہے فرمایا کہ تحریر کے ذریعہ سے سب کو الگ الگ پوچھنا چاہئے اسی لئے کہ اس خلط کی صورت میں حکم دینے میں اندیشہ ہے کہ مخاطب کو غلط فہمی ہو جائے ایک کا حکم دوسرے پر لگا لیا جاوے اسی طرح زبانی تقریر میں یہ احتمال زیادہ تھے اور ایک بات ضروری یہ ہے کہ جو شخص منکر ہو اس کو خود سوال کرنا چاہئے یہ نہیں کہ عمر زید کو فرض کر کے سوال کیا جائے اور چونکہ ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا انکار کفر نہیں اور بعض کا انکار کفر ہے اسی لئے مخلوط حالت میں فتویٰ دینا خلاف احتیاط ہے اس کی صورت یہی ہے کہ جو منکر ہے وہ خود سوال کرے اور اس سوال کی یہ صورت ہے کہ اول اُس مسئول عنہ کی تعیین لکھے اور اس کے ساتھ سائل اُس کا جو مفہوم خود سمجھا ہے اُس کی تفسیر کرے اس کے بعد اپنا عقیدہ اُس کے ساتھ ظاہر کرے اور سب کے بعد اپنے دستخط کرے تب فتویٰ سہولت سے ہو سکتا ہے اور جب تک سوال منقح نہ ہو فتویٰ نہیں ہو سکتا، اس قسم کا فتویٰ بلا تحقیق دینا ایسا ہے جیسے کسی کے قتل کا حکم کرنا یہاں جان میں تصرف ہے وہاں ایمان میں تصرف ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ سب اصطلاحات ہیں سہولت تعبیر کے لئے استعمال کی جاتی ہیں حقیقت سب کی باہیں معنی متحد ہے کہ ان میں تنافی نہیں ایک ہی ہیں۔ یہی غلطی ہے کہ ان کو الگ الگ بمعنی تنافی سمجھ لیا گیا جیسے ایک شخص ہے اس کو مولوی بھی کہتے ہیں قاری بھی کہتے ہیں حافظ بھی کہتے ہیں حاجی بھی کہتے ہیں تو یہ چیزیں صفات متبائنہ تھوڑا ہی ہیں ایک ہی شخص میں سب جمع ہیں اور باہم نسبت عموم وخصوص کی ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ مقصود اعظم تو شریعت ہی ہے فرمایا کہ خود ایک ہی چیز ہے یعنی شریعت۔ اس کے مقابل کوئی چیز نہیں جس کی وجہ سے اعظم کہا جاوے جس کا حاصل عمل کا خالص کرنا ہے بس شیخ اسی کی تدابیر کی تعلیم کرتا ہے ان تدابیر کا نام طریقت ہے پھر اس کی برکت سے جو علوم منکشف ہوتے ہیں وہ حقیقت ہیں اور ان ہی کے حقائق میں بعض کے انکشاف کا نام معرفت ہے باقی اور جو کچھ ہے مراقبہ مکاشفہ ذکر وشغل سب اسی مقصود کے معین اور متمم ہیں اور اصل وہی ایک چیز ہے اور یہ سب کرنے کے کام ہیں مگر آج کل بجائے کچھ کرنے کے بڑا شغل دوسروں کی عیب جوئی یا فضول تحقیقات رہ گئی ہیں لیکن دوسرے پر تو فتویٰ جب لگاوے جب اپنے سے فراغت حاصل کر لی ہو ایک شخص مدقوق (مرض دق میں مبتلا) ہے اور ایک پڑوس میں مزکوم (جس کو زکام ہو رہا) ہے اب یہ دق والا زکام کا نسخہ تلاش کرتا پھرتا ہے اپنی فکر نہیں اپنی خبر نہیں لیتا۔ مولانا محمد نعیم صاحب سے کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں جو جنگ ہوئی کون حق پر تھا مولانا نے دریافت کیا کہ یہ کس نے سوال کیا ہے عرض کیا کہ فلاں حافظ صاحب نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا کام کرتے ہیں عرض کیا جوتے بیچتے ہیں فرمایا اور تم کیا کام کرتے ہو عرض کیا کہ میں کپڑے رنگتا ہوں فرمایا جاؤ تم کپڑے رنگو اور ان سے کہو جوتے بیچا کریں، علیؓ جانیں اور معاویہؓ جانیں ان کا معاملہ تمہارے پاس فیصلہ کے لئے نہ آئے گا بعض لوگ خطوط میں مجھ سے استفسار

کرتے ہیں کہ فلاں شخص ایسا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے لکھ دیتا ہوں کہ خود واقعہ کے دستخط کرا کر بھیجو پھر کوئی جواب نہیں آتا۔ اگر طالب اور سچے ہیں تو صاحب واقعہ کے دستخط کرا کر بھیجیں حضرت یقیناً سوال میں افتراء اور کذب ہوتا ہے یا نیت فاسد ہوتی ہے فتوے کو آڑ بنا کر ایک مسلمان کی تکفیر کرتے ہیں اور اس کی فضیحت اور رسوائی کے درپے ہوتے ہیں بڑی ہی سخت بات ہے جو نہایت احتیاط کے قابل ہے جیسے بزرگوں نے اس باب میں سخت احتیاط سے کام لیا ہے۔

ایک حکایت اس کے متعلق یاد آئی میں نے طالب علمی کے زمانہ میں کسی کتاب میں دیکھا کہ ایک پیر نے مرید سے پوچھا کہ تم خدا کو جانتے ہو مرید نے کہا کہ میں خدا کو کیا جانوں میں تو تم کو جانوں مجھ کو اس پر بڑا غصہ آیا کہ بڑا ہی جاہل اور ایمان سے دور تھا۔ میں نے یہ قصہ مولانا محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ حضرت ایسے ایسے بھی جاہل ہیں مولانا نے فرمایا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو، تب میری آنکھیں کھلیں فرمایا کہ میاں کسی اللہ والے ہی کو پہچان لے یہ ہی بڑی نعمت ہے اس میں مولانا نے تاویل سے کام لیا اور قائل کو بچالیا۔ حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ سے کسی نے سوال کیا کہ بعض لوگ والاالظالین پڑھتے ہیں صحیح کیا ہے فرمایا کہ قرآن شریف میں کیا لکھا ہے عرض کیا والا الضالین فرمایا بس جو قرآن میں لکھا ہے وہی پڑھا کرو دیکھئے کیسی سہولت سے جھگڑے کو قطع کر دیا اس میں تعلیم تھی کہ جھگڑوں میں مت پڑو۔

ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ یزید پر لعنت کرنا کیسا ہے میں نے کہا کہ اُس شخص کو جائز ہے جس کو یہ خبر اور یقین ہو کہ میں یزید سے اچھی حالت میں مروں گا اگر کہیں اس سے خراب حالت میں قبر میں گئے تو وہ کہے گا کہ مجھ کو تو ایسا ایسا کہتے تھے اب تم دیکھو کس حالت میں ہو کہنے لگے تو یہ کب معلوم ہوگا میں نے کہا کہ مرنے کے بعد کہنے لگے تو قبر میں لعنت کیا کریں میں نے کہا کہ ہاں کوئی کام تو وہاں ہوگا نہیں بیٹھے ہوئے لعنت اللہ علی الیزید پڑھا کرنا یہاں تو کام کی باتوں میں لگو۔

خاتمہ کے خطرہ پر ایک بزرگ کی ایک حکایت یاد آئی کہ اُن سے کسی کنجڑن نے سوال کیا کہ ملا جی تمہاری داڑھی اچھی ہے یا میرے بکرے کی دُم کہا کہ کبھی جواب دے دیں گے۔ ساری عمر گذر گئی مگر اُس کنجڑن کو کوئی جواب نہیں دیا جب مرنے لگے تو وصیت کی کہ میرا جنازہ اُس کنجڑن کے دوکان کے سامنے سے نکالنا جب جنازہ وہاں پہنچا اس نے کہا کہ مر گئے میرے سوال کا جواب نہ دیا بس منہ کھول دیا اور منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ الحمد للہ آج میری داڑھی اچھی ہے تیرے بکرے کی دُم سے اسی لئے کہ ایمان پر خاتمہ ہو گیا۔ اب یہ حکایت صحیح ہو یا غلط مگر مثال اچھی ہے اور مثال دلیل نہیں ہوتی محض توضیح کے لئے ہوتی ہے غرض خاتمہ کے بعد پتہ لگتا ہے باقی اُس سے پہلے تو مجدد صاحب کے ارشاد پر عمل ہونا چاہئے انہوں نے فرمایا ہے کہ مومن مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے مطلب یہ کہ کیا خبر کیا ہو جائے اور کیا معاملہ پیش آئے کس کو خبر ہے خلاصہ یہ ہے کہ فضول سوالوں میں پڑنا وقت کا ضائع کرنا ہے ہمارے بزرگ اس قسم کی گفتگو اور مباحثوں مناظروں کو پسند نہ فرماتے تھے خود کام میں لگے رہتے تھے اور دوسروں کو لگائے رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ دہلی تشریف رکھتے تھے اور اُن کے ساتھ مولانا احمد حسن صاحب امروہی اور امیر شاہ خان صاحب بھی تھے شب کو جب سونے کے لئے لیٹے تو ان دونوں نے اپنی چارپائی ذرا الگ کو بچھالی اور باتیں کرنے لگے امیر شاہ خان صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ صبح کی نماز ایک بُرج والی مسجد میں چل کر پڑھیں گے سنا ہے وہاں کے امام قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں مولوی صاحب نے کہا کہ ارے پٹھان جاہل (آپس میں بے تکلفی بہت تھی) ہم اُس کے پیچھے نماز پڑھیں گے وہ تو ہمارے مولانا کی تکفیر کرتا ہے مولانا نے سن لیا اور زور سے فرمایا احمد حسن میں تو سمجھا تھا تو لکھ پڑھ گیا ہے مگر جاہل ہی رہا پھر دوسروں کو جاہل کہتا ہے ارے کیا قاسم کی تکفیر سے وہ قابل امامت نہیں رہا میں تو اس سے اُس کی

دینداری کا معتقد ہوگیا اُس نے میری کوئی ایسی ہی بات سنی ہوگی۔ جس کی وجہ سے میری تکفیر واجب تھی گو روایت غلط پہنچی ہو تو یہ راوی پر الزام ہے تو اس کا سبب دین ہی ہے اب میں خود اس کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ غرضکہ صبح کی نماز مولانا نے اُس کے پیچھے پڑھی یہ ہے ہمارے بزرگوں کا مذاق جن کی کوئی نظیر پیش نہیں کرسکتا ان حضرات کی عجیب وغریب شان تھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بجز کفار کے اور کسی سے مناظرہ نہ کرتے تھے بہت ہی مجبوری کے درجہ میں ایک مرتبہ بعض غیر مقلدین کا اور بعض شیعوں کا جواب لکھا۔ تحذیر الناس پر جب مولانا پر فتوے لگے تو جواب نہیں دیا یہ فرمایا کہ کافر سے مسلمان ہونے کا طریقہ بڑوں سے یہ سنا ہے کہ کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہوجاتا ہے تو میں کلمہ پڑھتا ہوں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**۔ ایک مرتبہ میرے لکھے ہوئے اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تصحیح کردہ ایک فتویٰ پر سائل کی طرف سے کچھ اعتراضات آئے تھے۔ میں نے جواب لکھنے کی اجازت لینے کے لئے دکھلایا تو فرمایا کہ جواب مت لکھنا صرف یہ لکھ دو کہ ضروری جواب دیا جاچکا ہے باقی ہم مرغان جنگی نہیں کہ جنگ وجدال کا سلسلہ دراز کریں اگر ہمارے جواب سے اطمینان نہ ہو۔ **فوق کل ذی علم علیم**۔ دوسری جگہ سے اطمینان کرلو ہم کو اس جنگ وجدل سے معاف رکھو اب وہ بات حضرت کی یاد آتی ہے کہ ردوکد میں وہی پڑسکتا ہے جس کو کوئی کام نہ ہو اور جس کو کام ہوگا اس کی تو یہ حالت ہوگی جیسے ایک حکایت ہے کہ ایک شخص کی داڑھی میں کچھ سفید بال آگئے حجام سے کہا کہ سفید بال چن کر نکال دینا۔ نائی نے اُسترے سے تمام داڑھی صاف کرکے سامنے ڈال دی کہ لو میاں تم بیٹھے چنتے جاؤ مجھے اور بھی کام ہے مجھ کو چننے کی فرصت نہیں تو کام کا آدمی تو بکھیڑوں سے ضرور گھبراتا ہے یہ تو بے کار لوگوں کے مشغلے ہیں اسے برا کہہ لیا اس سے بھلا کہہ لیا اس پر فتویٰ دیا اُس پر فتویٰ دیدیا۔

ایک غیر مقلد یہاں پر آئے تھے ذکر وشغل کرتے تھے بے چاروں کو مجھ سے

محبت تھی ایک روز لوگوں سے کہنے لگے کہ یہاں پر سنت کے خلاف صرف ایک بات ہے وہ یہ کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی یہ تقسیم کیسی ہے، میں نے سن کر کہا کہ اصطلاحات میں سہولت تعبیر کے لئے نام رکھ لئے ہیں یہ کوئی طریق کا جزو نہیں نہ مقصود طریق ہے اس کا انکار آپ کو جائز ہے۔ غرض کا رنگ ہی دوسرا ہوتا ہے مگر لوگوں کی عجیب حالت ہو رہی ہے کہ اپنی فکر نہیں دوسروں کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ خصوص عیب جوئی اور عیب گوئی کہ اس میں عام ابتلاء ہو رہا ہے اپنے بدن میں تو کیڑے پڑ رہے ہیں ان کی خبر نہیں اور دوسروں کے کپڑوں پر جو کھیاں بیٹھی ہیں اُن پر نظر ہے ارے اپنے کو تو دیکھ کہ کس حال میں ہے۔

ایک مثال عیب چین کی ایک شخص نے عجیب بیان کی کہ باغ میں کوئی جاتا ہے تفریح سیر کے لئے، کوئی پھول سونگھنے کے لئے اور کوئی پھل کھانے کے لئے مگر سور جب جائے گا نجاست ہی کو تلاش کرے گا کہ پاخانہ بھی کہیں ہے یا نہیں ہے ایسے ہی اس عیب چیں کی مثال ہے کہ کسی میں کتنی ہی خوبیاں کیوں نہ ہوں مگر اس کی نظر عیوب ہی کی متلاشی رہتی ہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو ضروری نہیں ہے کہ کسی خاص طریق تربیت کو مثلاً میرے ہی طرز کو سب اچھا ہی سمجھیں۔

اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کا لڑکا حسین ہے تو کیا ضرور ہے کہ ساری دنیا اس کو حسین ہی سمجھے بلکہ یہ اچھا ہے کہ دوسرے اُس کو بدشکل اور غیر حسین سمجھیں تا کہ لڑکا بچا تو رہے گا اور پاک صاف رہے گا۔

اسی طرح یہ کیا ضرور ہے کہ جو چیز ایک کی نظر میں اچھی ہے اُس کو ساری دنیا اچھا ہی سمجھے ممکن ہے، ہم کو ایک چیز اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دوسرے کو اچھی نہیں معلوم ہوتی اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس طریق میں کام کرنے سے حقیقت کا پتہ چلتا ہے کام ہی کرنے سے راستہ سمجھ میں آسکتا ہے اور لوگ کام کرتے نہیں اسی لئے اس سے اجنبیت ہے باقی محض بیان کرنے سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں اور

مضرت نہ ہو اور حقیقت سے دور جا پڑے جیسے ٹیڑھی کھیر کی حکایت ہے۔

ایک حافظ جی مادر زاد نابینا تھے ایک لڑکے نے اُن کی دعوت کی حافظ جی نے سوال کیا کہ کیا کھلاؤ گے کہا کہ کھیر اب غلطی میں ابتلاء شروع ہوتا ہے۔ حافظ جی نے پوچھا کہ کھیر کیسی ہوتی ہے لڑکے نے کہا کہ سفید حافظ نے پوچھا کہ سفید کسے کہتے ہیں کہا کہ جیسے بگلا پوچھا کہ بگلا کیسے ہوتا ہے اب لڑکا کس طرح سمجھائے ہاتھ موڑ کر سامنے بیٹھ کر کہا کہ ایسا ہوتا ہے۔ حافظ جی نے جو ٹٹول کر دیکھا تو کہا کہ بھائی یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے حلق سے نیچے کیسے اُترے گی مشبہ بہ تو تھا بگلا اور لڑکا تھا پگلا کھیر کا طباق بھر کر لا کر سامنے رکھ دیتا کہ لو کھا کر دیکھ لو کھیر کیسی ہوتی ہے تو اسی طرح بیان کرنے سے اس طریق کی حقیقت معلوم ہو نہیں سکتی بلکہ اور بعد ہو جانے کا اندیشہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ قیل وقال وبحث وجدال اور فضول جواب وسوال چھوڑو اور کام میں لگو ونعم ما قیل

کار کن کار بگذر از گفتار   کاندریں راہ کار باید کار

انتهت المقالة الملقبة بذم القيل والقال

(ملفوظات حکیم الامت جلد ۴، ملفوظ نمبر ۴۵۶)

ادب الطریق ملقب ادب الرفیق

حامدًا و مُصلیًا

تقریر حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ مسمی ادب الطریق ملقب ادب الرفیق سفر گورکھپور میں مختلف موقعوں پر حضرت والا نے تقریریں فرمائیں ان میں سے جن کو ذرا، امتداد ہو ان کا نام بھی الگ تجویز فرما دیا۔ منجملہ ان کے ایک تقریر یہ ہے جس کی مناسبت نام کے ساتھ مطالعہ سے معلوم ہو جائے گی۔ یہ تقریر اس وقت ہوئی کہ حضرت والا مقام نر ہر پور ضلع گورکھپور سے بیل گاڑی پر مقام شاہپور کو روانہ ہوئے۔ بوجہ بعد مسافت راستہ میں ایک پڑاؤ قصبہ گوالا میں کیا رات کو وہاں رہے صبح کو شاہپور روانہ ہوئے۔ راستہ میں یہ تقریر ہوئی۔ حضرت والا کیساتھ اس وقت احقر اور مفتی محمد یوسف صاحب رامپوری اور حضرت والا بھائی منشی محمد اختر صاحب اور ایک خادم اور تھے موخر الذکر خادم ایک مولوی صاحب تھے ان سے خطاب شروع ہوا۔ فرمایا آپ کے حالات سے اور مختلف وقتوں میں سوالات سے اور بات چیت سے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آپ کچھ پریشان ہیں۔ عرض کیا ہاں کچھ پریشانی تو ضرور ہے۔ فرمایا پریشانی کو چھوڑیئے اور حصول مقصود میں جلدی نہ کیجئے (یعنی اس کے جلدی حاصل ہونے کا انتظار نہ کیجئے نہ یہ کہ اس کی تحصیل میں جلدی نہ کیجئے) اس کا نتیجہ سوائے حیرانی کے کچھ نہیں۔ آپ کا کام طلب ہے باقی حصول مقصود کے آپ متصف نہیں میرے خیال میں یہی وجہ پریشانی کی ہے مولوی صاحب کی حالت ان کلمات کو سن کر ایسی ہوئی جیسے کہ کوئی بچہ کسی مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد یک لخت اپنی مادر مہربان کے

پاس پہنچ جائے اور اس سے اپنی مصیبتیں کہنے لگے آبدیدہ ہو کر عرض کیا۔ سارا قصہ ہی کہہ دوں۔ میں ابتداء میں گیارہ مہینہ حضور کی خدمت میں تھانہ بھون میں رہا پھر کانپور چلا گیا۔ پھر...... گیا حضرت قدس سرہ حیات تھے حضرت کی تجویز یہ ہوئی کہ مجھے نقشبندیت سے مناسبت ہے۔ اور اسی کے موافق تعلیم فرمائی۔ اس سے پریشانی بہت پیدا ہوئی۔ حتیٰ کہ نیند بالکل ندارد ہوگئی۔ اور دماغ مختل ہوگیا۔ حضرت نے مجھے بیعت تو نہیں کیا مگر تعلیم نقشبندیت کی کی۔ پریشان ہو کر مکان پر آ گیا۔

چند روز متوکلانہ اور قطع تعلقی کے ساتھ بسر کی۔ لوگوں سے ملنا جلنا بالکل چھوڑ دیا۔ حضرت قدس سرہ کا ۱۳۲۳ھ میں وصال ہوگیا۔ مولوی محمد سمیع صاحب میرے بھائی کو شاہ گنج لے گئے وہاں ایک بزرگ تھے جو سلسلہ میں بڑے سید صاحب کے تھے۔ میرے بھائی کو ان سے بڑا نفع ہوا تب وہ مجھ کو بھی ان کے پاس لے گئے انہوں نے اول درود شریف پڑھنے کو بتلایا اور اس کے بعد مراقبہ ان کے یہاں مراقبہ کا ہونا ضروری ہے پھر مراقبہ لطائف ستہ وغیرہ بتلایا۔ پھر بیعت میں بھی داخل کرلیا مگر میں ہمیشہ حضور کی اجازت ہر کام میں لے لیا کرتا تھا۔ ان کے بعض مریدوں میں پریشانی اور بدعقیدگی پائی گئی اس واسطے میرا دل اکھڑ گیا۔ اور ان کے پاس جانا آنا بند کر دیا۔ اس کے بعد بہت پریشانی بڑھ گئی اور یہ خیال ہوا کہ تو کہیں کا بھی نہ رہا ان پر دل نہ جما۔ اور کہیں جانے کی اس واسطے ہمت نہ ہوئی کہ وہ ناراض ہوں گے عجیب کش مکش میں پڑ گیا۔ میرے حواس خراب ہوگئے کہ کیا کروں اپنا سب سے بڑا مرجع حضور کو سمجھتا تھا۔ ایسے وقت میں سوا حضور کے کسی پر نظر نہ پڑی۔ مگر حضور تک جا نہ سکا ادھر یہ خیال ستاتا تھا کہ بلا حاضری کے کچھ نہ ہوگا۔ تاہم حضور کو خط لکھا اور اس بات کی اجازت چاہی کہ...... صاحب کے پاس جاؤں آپ نے اس کی اجازت دی۔

اجازت اور ہے مشورہ اور

حضرت والا نے فرمایا اجازت اور چیز ہے اور مشورہ اور چیز۔ آپ نے اجازت

کو مشورہ سمجھا میں اجازت تو عام طور سے دیتا ہوں کہ صلحاء کے پاس جانے میں کچھ حرج نہیں ہے اور مشورہ کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ بات بتاؤں کہ جو صرف غیر مضر ہی نہیں مفید بھی ہو اس کی مثال ہے کہ طبیب سے اجازت چاہتے ہیں کہ گنا کھالیں وہ اس کو اگر مضر نہیں دیکھتا تو کہہ دیتا ہے کھالو یہ اجازت ہے۔ اور مشورہ یہ ہے کہ طبیب سے کہتے ہیں کہ آپ کے سپرد ہے جو مناسب تدبیر ہو بتلایئے وہ اس وقت ایسی تدابیر نہیں بتلائے گا۔ جو غیر مضر اور غیر مفید ہوں بلکہ وہ تدابیر بتلائے گا جو مفید ہو۔ اس وقت یہ کبھی نہ کہے گا کہ گنا کھاؤ بلکہ اور وقت کہے گا۔ گلو پیو اور شاہترہ پیو اور کونین کھاؤ اس وقت وہ آپ کا متبع نہ ہوگا۔ بلکہ اپنی رائے کا متبع ہوگا خواہ آپ کی طبیعت کے خلاف ہو۔ اور یہ اتفاقی بات ہے۔ کہ اس کی رائے آپ کی رائے کے موافق آ پڑے آپ نے مجھ سے اجازت چاہی تھی۔ میں نے اباحت کے درجہ میں منع نہیں کیا۔ مشورہ آج دونگا میرا اصول یہ کہ میں کسی کے کام میں دخل نہیں دیا کرتا۔ جو لوگ مجھ سے کسی کام میں رائے لینا چاہتے ہیں میں تو دیکھتا ہوں کہ ان کا دل کسی طرف راغب نہیں رہا ہے۔ اگر ان کا دل کسی طرف راغب ہوتا ہے تو میں ان کو مقید کرنا نہیں چاہتا۔ اور اگر اس کام میں کوئی خاص محظور نہیں ہے تو اس کام سے منع نہیں کرتا۔ یہ مرتبہ اجازت کا ہے اور مشورہ کا موقعہ وہ ہے کہ رائے لینے والے کا دل کسی طرف مائل نہ ہو اس وقت میں وہ رائے دیتا ہوں جو علاوہ غیر مستلزم محظور ہونے کے مفید اور ضروری ہو۔ بلکہ اپنے نزدیک وہ رائے منتخب کرتا ہوں جو مفید رایوں میں سے بھی اعلیٰ درجہ کی ہو۔ اور اس وقت بھی میرا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ رائے لینے والے کو مجبور کروں کہ ایسا ضرور کرو۔ بلکہ خلوص کے ساتھ وہ رائے پیش کر دیتا ہوں۔ اور اس بات کا دعویٰ بھی نہیں ہوتا کہ میری رائے ٹھیک ہی ہے مولوی صاحب نے عرض کیا کہ جو کچھ بھی ہوا میں اپنا قصہ بیان کرلوں پھر آج حضرت مجھ کو مشورہ دیں قرآن شریف اور درود شریف کی کثرت کی تعلیم فرمائی جس کا میں اب تک پابند ہوں تین چار سال سے یہی حالت ہے کہ میں

نہ ادھر کا ہوں نہ ادھر کا پریشانیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ حالانکہ میں اس کے دفعیہ کی کوشش کرتا ہوں جیسے کوئی کہتا ہے ویسے ہی کرتا ہوں مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ شیخ اول کو بھی چھوڑا طبیعت اس میں پریشان رہی کہ ان کا عتاب نہ ہو۔ دوسرے کسی نے بھی کوئی تسلی بخش بات نہ بتلائی جب کسی کے پاس گیا حضور سے اجازت بھی لے لی۔ خواب بہت دیکھے اپنے نزدیک اطمینان کرکے کسی کے پاس گیا۔

خوابوں کا کیا اعتبار

فرمایا خوابوں کا کیا اعتبار اول تو آج کل کسی کا خواب بھی معتبر نہیں۔ خصوصاً اس شخص کا جس کا دماغ مشوش ہو۔ (مولوی صاحب نے چند خواب بیان کئے) فرمایا کہ اس میں احتمال ہے کہ حدیث النفس ہو خوابوں پر بنا کرنا میرے نزدیک صحیح نہیں ہاں استخارہ مسنون ہے استخارے کے بعد جس بات پر دل جمے وہ کرنا چاہئے اس میں امید اصلاح ہوتی ہے اور جب تک جمعیت قلب حاصل نہ ہو برابر استخارہ کرنا چاہئے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا استخارہ بھی بہت کیا استخارہ میں یہ آیت قلب میں آئی ہے اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ فرمایا حضرت مولانا نے کہ یہ غیر قابل اعتبار ہے۔ میرے نزدیک یہ تصرفات دماغی ہیں۔ جس طرح رائے ہوتی ہے قوۃ واہمہ اسی طرف مائل ہو کر اجازت کی صورتیں دکھلاتی ہے آپ مولوی آدمی ہیں علم رکھتے ہیں ہمیشہ کو یاد کر لیجئے کہ ایسی باتوں میں نہ پڑیئے عرض کیا یہ آیت بھی قلب میں آتی تھی۔ لیکن شکوک بھی رہتے تھے۔ فرمایا تشویش بڑھنے سے دماغ میں آ گیا ہے اور قوۃ واہمہ کا فعل قوی ہو گیا ہے یہ شکوک بھی اوہام ہیں۔ مولوی صاحب ساکت ہو گئے۔

چشتیہ سے مناسبت کی شناخت اور دیگر خاندانوں سے فرق

تھوڑی دیر کے بعد حضرت مولانا نے فرمایا ہے تو چھوٹا منہ بڑی بات یہ تشخیص کہ آپ کو نقشبندیت سے مناسبت ہے۔ میرے دل کو بالکل نہیں لگی۔ آپ کی مناسبت

چشتیہ سے اتنی صاف ہے کہ شک کرنا بھی مشکل ہے آپ کی طبیعت میں فطرتاً شورش اور وارفتگی موجود ہے یہ عشق اور محبت کا مادہ ہے اور یہی چشتیت کا ماحصل ہے۔ ایسے شخص کو نقشبندیت کی تعلیم کرنا فطرت کو بدلنا ہے۔ جس سے کبھی نفع نہیں ہوسکتا ہے۔

نقشبندی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی طبیعت میں متانت ہوتی ہے ان کے مزاج سلاطین کے سے ہوتے ہیں۔ نقشبندی سلوک اہتمام کا ہے اس میں سب کام ضابطہ کے ہیں آپ کے مزاج کے مناسب تو بے سروپا سلوک ہے آپ کو ضابطہ میں مقید کرنا تکلیف مالا یطاق ہے عرض کیا آپ کی صحبت میں تو مجھ کو سکون تھا۔ اس کے بعد کہیں سکون نہیں فرمایا **لھا منھا علیھا شواھد**۔ الحمدللہ خود آپ کو اس بات کا اقرار ہے معلوم ہوتا ہے کہ میری تشخیص صحیح تھی۔ پھر آپ کو کیا سوجھی تھی کہ دوسری جگہ مارے پھریں مگر اس میں بھی ایک نفع ہے **الاشیاء تعرف باضدادھا**۔ اب آپ کو زیادہ نفع کی امید ہے۔ کیونکہ آپ کو حیرانی بہت ہو چکی۔ اب اگر سکون ہوگا تو بہت آپ کو اس کی قدر ہوگی۔ اور فرمایا ہاں......کو نقشبندیت سے مناسبت غالباً ان کو دوسری جگہ پریشانی نہیں ہوئی ہوگی۔ ان سے ہمارا دل زیادہ نہ ملتا تھا عرض کیا ہاں ان کو دوسری جگہ نفع ہوا تھا تب ہی تو انہوں نے مجھ کو بھی کھینچا۔

دو بھائیوں کو ایک خاندان سے مناسبت ہونا ضروری نہیں

فرمایا یہ عجیب بات ہے کہ دو بھائیوں کا مزاج ایک سا ہی ہوتا ہے یہ تجویز صحیح نہیں۔ کہ ان کو نفع ہوا تو آپ کو بھی نفع ہوگا۔ نقشبندی نسبت عاقلانہ اور حکیمانہ ہے اور چشتیہ مجنونانہ ہے بس اب تو آپ کے حسب حال یہ ہے ؎

آزمودم عقل دور اندیش را بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

آپ بہت مزے دیکھ چکے اور چکھ چکے کہ بھٹکے پھرنے سے کچھ نتیجہ نہیں ہوا۔ اب تو آپ ایک ہی طرف کے ہو جایئے (ایک شخص نے عرض کیا سہروردی خاندان میں کیا بات ہوتی ہے فرمایا وظائف زیادہ تر ہیں۔ اشغال بالکل نہیں اصلاح اعمال بہت ان

کا طریقہ سلف کا سا ہے۔) مولوی صاحب نے عرض کیا بیشک مجھے آپ کے پاس رہنے سے بہت نفع تھا لیکن کیا کروں مجبوری ہے میں دور بہت ہوں تھانہ بھون آنے اور رہنے کی مقدرت نہیں ہے دور سے کیا ہوسکتا ہے۔

چند روز پاس رہنے کے بعد دور سے بھی کام ہوسکتا ہے

فرمایا چند روز پاس رہنے کی ضرورت ہے پھر دور سے بھی کام ہوسکتا ہے اور فرمایا میں اور زیادہ وسعت کرتا ہوں کئی طرف قلب کا کھنچنا سبب ہے آپ کی پریشانی کا۔ آپ کو جن جن حضرات سے تعلق ہوا ہے ان سے قطع تعلق کی نسبت آپ کا خیال ہے کہ باعث ناراضی ہے اور یہ خوف آپ کے دل میں بیٹھ گیا ہے اور یہ ہی اصل ہے آپ کی پریشانی کا اس کا ازالہ رفع سبب سے۔ ہوسکتا ہے جب سبب اس کا تعدد تعلقات ہے تو اس کا ازالہ ازالہ تعدد ہے میں کھلے الفاظ میں کہتا ہوں کہ ایک طرف ہو جایئے اتنا دل کمزور نہ کیجئے۔ آخر کون چیز آپ کو یکسو ہونے سے مانع ہے کسی کی ناراضی کا خوف ہے ناراضی کا یا مضر ہونا کیسے معلوم ہوسکتا ہے اس کے لئے اگر کوئی معیار ہوسکتا ہے تو وہ شریعت ہے آپ غور کیجئے جی یکسو ہونے میں آپ کون سا کام خلاف شرع کر رہے ہیں۔ جب کوئی کام خلاف شرع نہیں ہے تو حق تعالیٰ کی خفگی کا خوف تو ہے نہیں کسی انسان کی خفگی اگر ہوگی تو کیا ہوگا ۔

ساقیا برخیز دردہ جام را ۔۔۔ خاک برسرکن غم ایام را
گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں ۔۔۔ مانمی خواہیم ننگ و نام را

زیارت قبور میں غلو نہ چاہئے

اور میں کہتا ہوں جو انسان خفا ہو بعد اس کے کہ معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ اس کام پر خفا نہیں وہ کیا انسان ہے اور اس خفگی سے کیا ہوگا اگر وہ انسان ہے تو خفا ہوگا ہی نہیں آپ کے دل میں یہ وہم بیٹھ گیا کہ پہلے شیخ خفا ہو جائیں گے میں اطمینان دلاتا ہوں کہ وہ اگر واقعی شیوخ ہیں تو ہرگز خفا نہ ہوں گے۔ اس وہم کو قلب سے نکال

دیجئے۔ ہاں ان کی مخالفت نہ کیجئے اور ان کو اطلاع کر دیجئے تا کہ ان کو کسی دوسرے سے سن کر صدمہ نہ ہو اور کبھی ان کی شان میں کوئی گستاخی نہ کیجئے مجھے پریشانی کا مرحلہ ایسا پیش آچکا ہے کہ کم کسی کو آیا ہوگا۔ متین شیوع ان مصیبتوں کو کیا جانیں۔ ان کا علم تو اسی شخص کو ہوتا ہے جو خود ان کو چکھ چکا ہے مجھے بچپن سے خوش عقیدگی بہت تھی۔ سوء ظن کا مادہ بالکل نہ تھا۔ ہر شخص کے ساتھ اعتقاد ہو جاتا ہے۔

اور اصلیت اس کی یہ تھی کہ مجھے طلب بہت تھی۔ ایسی حالت تھی جیسے پیاسا پانی کو ڈھونڈتا ہے۔ ہر شخص پر یہی نظر پڑی تھی کہ شاید اس سے کچھ مل جائے یہ حالت بہت خطرناک ہوتی ہے مگر حق تعالیٰ نے فضل کیا کہ کسی جعلساز اور مکار کے پھندے میں نہیں پڑ گیا۔ اول حضرت گنگوہی سے تعلق پیدا کرنا چاہا۔ مگر حضرت نے طالب علمی کے سبب انکار کیا پھر حضرت حاجی صاحب کے پاس پہنچا یہ ابتداء زمانہ شباب کا ذکر ہے۔ حضرت کے پاس لوٹ کر آیا تو سیری نہ ہوئی تھی۔ جو کچھ حضرت حاجی صاحب نے تعلیم فرمایا وہ کرتا رہا مگر اس میں انتظار ہوا ثمرات کا اور انتظار بھی تعجیل کے ساتھ بس یہ چاہتا تھا کہ آج ہو جائے جو کچھ ہونا ہے مل جائے...... صاحب اور انہوں نے خود خواہش کی کہ مجھ سے کچھ حاصل کرو۔ میں نے منظور کر لیا۔ انہوں نے کچھ بتلایا میں نے اسکے موافق شغل شروع کر دیا۔ تو اس قدر پریشانی بڑھ گئی کہ میں بیان نہیں کر سکتا دل دو طرف کھنچتا تھا۔ اور دونوں تعلیموں میں کچھ اختلاف بھی تھا۔ ایسے وقت میں اس شخص کی حالت جس کی پیاس بڑھی ہوئی ہو۔ اور تعجیل حد سے زیادہ ہو آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ دو مہینہ تک یہ حالت رہی کہ خودکشی تک کے وسوسے آتے تھے اگر حق تعالیٰ کی دستگیری نہ ہوتی تو خودکشی میں کچھ بھی کسر نہ تھی۔

حتیٰ کہ ایک روز تنہائی میں ایک شخص میرے پاس آئے ان کے ہاتھ میں بندوق تھی۔ اس وقت میں بالکل آمادہ ہو گیا کہ اپنی خواہش ان سے ظاہر کروں کہ میں حیات سے تنگ آیا اب دنیا کو مجھ سے پاک کر دو۔ اور قریب ہی تھا کہ ان سے

کہہ ہی بیٹھوں پھر سوچا کہ یہ کسی طرح مانیں گے نہیں ہر شخص کو اپنا پس و پیش بھی تو ہوتا ہے قتل وہ شخص کر سکتا ہے جو اپنی جان کھونے پر آمادہ ہو جائے۔ پھر میرے وہ کوئی مخالف نہیں تھے بلکہ محبت رکھنے والے تھے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی بے ہودہ بات کو مان لیں سوائے اس کے کچھ نہ ہوتا کہ میرا اچھو رپن ظاہر ہوتا۔ اس خیال سے زبان پر آئی ہوئی بات رک گئی۔ خدا تعالیٰ کو بہتر کرنا تھا۔ غرض اس قدر پریشانی تھی کہ یہ نوبتیں ہو گئیں۔ بالآخر حضرت حاجی صاحب کو لکھا۔ حضرت گنگوہی کو اس واسطے اطلاع نہ کی کہ میں خود جانتا تھا کہ مولانا یہی کہیں گے کہ سب چھوڑ کر ایک طرف ہو جاؤ۔ اور میرے دل میں خیال یہ جما ہوا تھا۔ کہ خذ ما صفا دع ما کدر۔

حضرت حاجی صاحب کی حضرت والا پر شفقت

حضرت حاجی صاحب کو لکھا حضرت کو سخت تشویش ہوئی۔ حضرت کو مجھ سے بے حد محبت تھی حضرت پریشان ہو گئے اور سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جوان آدمی ہے۔ جوش بڑھا ہوا ہے۔ تحمل نہ ہوا وہاں سے کوئی صاحب آنیوالے تھے۔

زبانی کہلا بھیجا کہ جب تک تمہارا یہ خادم زندہ ہے۔ کیوں کسی سے رجوع کرتے ہو حضرت کی عادت ہے کہ یہ بالکل خلاف ہے کبھی کسی کو اپنی طرف رجوع کرنے کے لئے کبھی لفظ نہیں کہا۔ مگر میرے ساتھ اس قدر خصوصیت تھی۔ (حق تعالیٰ کو یوں ہی منظور تھا۔) کہ یہ لفظ فرمائے اور خط بھی لکھا میں کان پور میں تھا۔ ظہر کا وقت تھا یہ پیام اور خط پہنچا وہ اثر کیا اس نے جو آگ پر پانی کرتا ہے مغرب کا وقت نہ آیا تھا کہ سب پریشانی رفع ہو گئی پھر اطمینان سے کام کرتا رہا۔

الحمد للہ حضرت کی برکت سے طریق کی حقیقت سمجھ میں آ گئی پھر یہ وسوسہ ہوا کہ دوسرے صاحب سے قطع تعلق ہوگا تو ناراض ہوں گے سوچتا رہا کیا کروں سمجھ میں یہ آیا کہ گول مول بات رکھنا تو ٹھیک نہیں اطلاع کر دینا چاہئے پھر خفا ہوں یا کچھ ہوں جوانی اور ہوشیاری کا عالم تھا ایک تدبر کے ساتھ ان سے قطع تعلق کیا تا کہ قطع کی نسبت

ان ہی کی طرف رہے وہ...... میں تھے۔ میں نے ان کو خط لکھا کہ بمقتضائے الدین نصح میں نہایت ادب سے خیر خواہانہ عرض کرتا ہوں کہ بعضی باتیں آپ کے خلاف شرع ہیں ان کو چھوڑ دیجئے اور میں دعاء کرتا ہوں کہ آپ کی حالت شریعت کے مطابق ہو جائے اس سے وہ بیحد خفا ہوئے۔ اور خود ہی قطع تعلق کر دیا اور نہایت خفگی کا خط آیا جس میں یہ بھی تھا کہ میں تم کو وہ دولت دینا چاہتا تھا جو مجھ کو حضرت علیؓ سے پہنچی ہے۔

تم اس کے اہل تھے مگر قسمت تمہاری اور خیر میں نے یہاں تک لکھا تھا کہ دعاء کرو خدا میرا میرے زندقہ پر اور تمہارا تمہاری شریعت پر خاتمہ کرے۔ میری جو غرض تھی یعنی قطع تعلق وہ پوری ہو گئی میں بے قصور تھا۔ اس واسطے میں نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ پھر جناب تھانہ بھون آئے یہ وقت میرے واسطے بہت نازک تھا۔

میں سوچتا تھا کہ اب ان سے ملاقات ضرور ہوگی میں کیا عذر کروں گا اور ممکن نہیں کہ میں ملوں نہیں مگر دل میں کترا کر گیا تو نہ ان سے ملا نہ ان کے پاس گیا۔ نہ کچھ کہا نہ کچھ سنا انہوں نے جب ایسا دیکھا تو بہت برا بھلا کہا۔ ایک لوہار نے اس کو مجھ سے نقل کرنا چاہا۔ اور میرا طرف دار بن کر...... صاحب کی شان میں کچھ گستاخی کرنا چاہی میں نے اس کو ڈانٹ دیا کہ خبر دار جو کچھ کہا۔ ہم جانیں یا وہ جانیں تم کون ہو بیچ میں بولنے والے (بحمد اللہ میں نے تہذیب سے باہر کبھی قدم نہیں رکھا) وہ میرے بزرگ ہیں ان کو منصب سے کہنے کا اور جانے کتنی دفعہ انہوں نے ہم کو بچپن میں مارا ہوگا۔ اور ہم نے کتنی دفعہ ان پر پیشاب کیا ہوگا۔ ہم اور وہ دو نہیں ہیں۔

اس نے یہ باتیں جا کر ان سے نقل کر دی اس کا بڑا اثر ہوا پھر ایک شخص نے ان سے کہا آپ ہی مل لیجئے کہا مل تو لوں مگر میرا خیال ہے کہ وہ مجھ سے نہ ملے گا اور کہیں ٹل جائے گا۔ اس نے کہا نہیں ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ میں ذمہ دار ہوں۔ مگر ان کو بہت غیظ تھا کہاں میں ملوں گا بھی تو بڑا بن کر تو ملوں گا نہیں وہ بڑا سمجھتا تو خود ہی آ کر نہ ملتا۔ ہاں رند بن کر ملوں گا۔ اور پائجامہ اتار کر اس کے سامنے جاؤں گا تو کیا اس حالت میں بھی

وہ مجھ سے ملے گا۔ اس شخص نے کہا اس حالت میں میں ذمہ نہیں کرتا۔ اسی اثناء میں عید آ گئی اتفاق سے ان سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ مگر میں نے سلام نہ کیا اس پر بڑے خفا ہوئے۔ پھر بقر عید آ گئی مجھے اس وقت قرائن سے معلوم ہوا کہ آج امامت کرنا پڑے گی تردد ہوا کہ میں ان کے سامنے نماز کیسے پڑھاؤں گا ان کو امام بنانا چاہئے۔ مگر اس کو اور لوگ شاید نہ مانیں اور میں امام بن گیا۔ تو علاوہ بدتمیزی کے ان کو کدورت رہے گی۔ کیونکہ مجھ کو باطل پرست سمجھتے ہیں آخر یہ کیا کہ نماز جلال آباد جا کر پڑھی۔

غرض ان سے بول چال نہیں ہوئی پھر وہ چلے گئے اور وفات بھی ہو گئی۔ بس سن لیا آپ نے ہمت یوں کرنا چاہئے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا اس سے پریشان ہے کہ میں حضرت سے دور ہوں اور حضوری کی کوئی صورت نہیں۔ فرمایا آپ کچھ بھی کہیں بڑی وجہ پریشانی کی کشاکشی ہے اور میں کہتا ہوں کہ ان قصوں سے یہ نفع ہے کہ آپ کو راہ کی بصیرت ہوئی مجھے اس پریشانی سے بڑا نفع ہوا گھر میں اس کی مثال دیا کرتے ہیں کہ یہ ایسا ہے جیسے کوئی گلستان میں رستہ قطع کر رہا تھا درمیان میں برابر میں ایک خارستان آ گیا یہ شخص اس میں جا گھسا پھر لوٹ پھر کے اسی گلستان میں آ کر چلنے لگا تو اس کو مقصود کی قدر زیادہ ہوتی ہے نیز اس کو خارستان میں گذرنے سے تمام ان دشواریوں کا علم ہو جاتا ہے جو راہ میں پیش آتی ہیں۔ پھر وہ دوسروں کو لے چلنے میں بڑا ماہر ہو جاتا ہے۔ گھر میں سمجھ اس فن کی بہت اچھی ہے ہاں عمل نہیں۔ افسوس کیا کہ ایسا آدمی کام نہ کرے۔ کام نہ کرنے سے بعضے اخلاق بھی بے اصلاح ہیں اور اس پریشانی سے مختلف شیوخ کے بعد حضرت کی دستگیری دیکھ کر بڑا نفع ظہور شان حاجی صاحب کا ہوا زمانہ قبض میں اور دل میں اوروں سے بھی رجوع کیا۔ حضرت کسی نے وظیفے بتا دیئے اور کسی نے کچھ کسی نے کچھ محقق ایک بھی نہ ملا۔ حضرت کا عجیب طریقہ تھا۔ اور اصل میں مرض کو ایسا صحیح پکڑ لیتے تھے۔ کہ دوسرا کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اور شفقت ایسی تھی کہ نظیر ملنا مشکل ہے اسی وجہ سے شفا حکمی ہوتی تھی۔

حضرت گنگوہی حضرت حاجی صاحب کے طریق پر تھے

حضرت مولانا گنگوہی بھی حضرت ہی کے طریقہ پر تھے اور حضرت کے طریقہ کے پورے جامع تھے مگر لوگوں کو اس کا پتہ نہ چلتا تھا کیونکہ مولانا کو مجلس میں اصول و فرع کے بیان کا اہتمام نہ تھا صرف ایک عالم معلوم ہوتے تھے اور میں ایسا اوچھا ہوں کہ کسی بات کو نہیں چھپاتا میرا خیال ہے کہ فن تصوف کو آجکل طشت از بام کرنا چاہئے ہزاروں قسم کی گمراہیوں اور تلبیسیوں میں لوگ پڑے ہوئے ہیں۔ اصلاح بلا اس کے کیسے ہو میں اصول وفروع سب کو کھلم کھلا بیان کر دیتا ہوں چھپانے کی چیز اپنی حالت ہے۔ (میرا خیال ان کی نسبت بھی یہ ہے کہ خاص خاص لوگوں کے سامنے بمصلحت اس کو بھی ظاہر کر دے تو حرج نہیں ہے۔

اپنی حالت چھپانے کی چیز ہے الا بضرورت

اپنی حالت ایک راز ہوتا ہے حق تعالیٰ کے ساتھ دوسروں پر اس کو ظاہر کرنا حق تعالیٰ کی غیرت کے خلاف ہے اور فن کو تو علی الاعلان پکار پکار کر ظاہر کرنا اور شائع کرنا چاہئے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا مجھے عقیدت راسخ تو آپ سے ہی ہے فرمایا مجھے اس کا انتظار ہی نہیں کہ دوسرے کسی سے اتنا عقیدہ نہ ہو جتنا مجھ سے ہو محبت احباب کا تو انتظار ہے محبت اور عقیدت الگ الگ چیزیں خدا کا کوئی طالب اور مجھ سے سو دفعہ قطع کر دے پھر میں ایسا ہی خادم ہوں۔

یہ تنگ ظرفی ہے کہ طالب کو ذرا میں مردود بنا دیا جائے

میں اس کو بڑی تنگ ظرفی سمجھتا ہوں جو آجکل کے مشائخ میں ہے کہ ذرا طالب جدا ہو۔ تو مردود بنا دیا جائے پھر کسی طرح راضی ہی نہیں ہوتے کوئی ان سے پوچھے کہ تم سے بھی اپنے شیخ کیساتھ کوئی غلطی ہوئی تھی یا معصوم تھے۔

اور بسا اوقات طالب سے غلطی کثرت محبت کی وجہ سے ہو جاتی ہے۔ اس کی تو قدر کرنا چاہئے اس کو مردود بنانا خود ان کی ہی غلطی ہے ایسا طالب تو بے بہا نعمت ہے

ہر چھوٹا چھوٹا نہیں ہوتا۔ بعض وقت حق تعالیٰ بڑے لوگوں پر چھوٹوں کی برکت سے فضل فرماتے ہیں اس وقت بڑا بننا تکبر ہے حقیقت میں بڑا وہ ہے۔

ایک شخص کسی شیخ کو ترک کرے تو گستاخی نہ کرے اور اسکو اطلاع بھی کر دے

فرمایا مولوی صاحب آپ کے پاس تو عذر بھی ہے اوروں سے قطع تعلق کرنے کے لئے کہ میں پہلے سے تھانہ بھون ہی سے تعلق رکھتا ہوں **ماالحب الاللحبیب الاول**. بس ایک طرف ہو جائے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ پہلے شیخ کو گو وہ کیسے ہی بے نفس ہوں اطلاع کر دیجئے تا کہ آپ کا اور ان کا قلب مطمئن ہو جائے اطلاع نہ کرنے میں آپ کو یکسوئی نہ ہوگی مولوی صاحب نے عرض کیا نہیں بلکہ میرے قلب کی حالت یہ ہے کہ اطلاع کرنے میں یکسوئی نہ رہے گی۔ فرمایا تو اطلاع کی ضرورت نہیں کوئی گناہ تو کر ہی نہیں رہے۔ بس ایک طرف ہو کر بنام خدا کام شروع کیجئے آپ کو چشتیت کی تعلیم ہونا چاہئے۔ آپ کا ہر ہر حال اس کا شاہد ہے چشتیہ اور نقشبندیہ دونوں کی شان میرے مذاق میں تو اسی ایک شعر سے واضح ہوتی ہے ؎

"زند عالم سوز رابا مصلحت بنی چہ کار"

اور یہ چشتی کی حالت ہے

"کار ملک است آنکہ تدبیر و تحمل بایدش"

شیخ کی حالت میں بھی افادہ غیر افادہ کے وقت فرق ہوتا ہے

یہ نقشبندی کی حالت ہے کہ ہر کام میں انتظام اور تدبیر ہوتی ہے۔ جیسے سلاطین میں ہوتی ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا حضور کی دعا سے اس وقت میرے قلب کو بہت طمانیت حاصل ہوئی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ سامنے آپ کے اور حالت ہوتی ہے اور پیچھے اور۔ فرمایا یہ ضرور ہے مگر یہ تقلب مضر نہیں پریشانی کبھی نہ ہوگی اس قسم کا تغیر ہر شخص کو

پیش آتا ہے۔ مرید تو کیا شیخ کی حالت میں بھی وقت افادہ اور غیر افادہ میں فرق ہوتا ہے مرید کو تو شیخ کے پاس بیٹھنے سے نفع ہوتا ہی ہے شیخ کو بھی مرید کی بدولت بہت سی باتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔ شعر ۔

بانگ مے آید کہ اے طالب بیا　　　جود محتاج گدایان چوں، گدا

دیکھئے مدرسہ میں مدرس طالب علموں کے افادہ کے لئے مقرر ہوتا ہے اور طالب علموں کو اس سے نفع پہنچتا ہے اور طالب علموں کا نفع اس پر موقوف ہے۔ لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مدرس کو طالب علموں سے کچھ نفع نہیں پہنچتا آپ تو خود عالم ہیں اس بات کو بخوبی جانتے ہیں بارہا کا تجربہ ہے کہ کوئی مضمون کتاب میں پڑھتے وقت باوجود کوشش اور مطالعہ کے اور باوجود استاد کے سمجھانے کے سمجھ میں نہ آیا اور ہمیشہ اس میں الجھن رہی اور جس وقت طالب علم پڑھنے بیٹھا قلب میں دفعۃً آ گیا یہ اس طالب علم ہی کی برکت ہے یا کچھ اور افادہ کے وقت حق تعالیٰ کی طرف سے تائید ہوتی ہے۔ طالب اور مطلوب کی باہم احتیاج کے لئے یہ شعر حافظ صاحب کا خوب ہے۔ شعر ۔

سایہ معشوق گر افتاد بر عاشق چہ شد　　　مابہ او محتاج بودیم او بما مشتاق بود

اسی شعر میں مولانا کے شعر مذکور سے ادب ازید ہے اس میں طالب و مطلوب میں مساوات سی پائی جاتی ہے اور اس میں لفظ بدل دیا طالب کے لئے احتیاج اور مطلوب کے لئے اشتیاق کا اطلاق کیا۔ تقریر ''ادب الطریق'' ختم ہوئی۔ تاریخ تبیض ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ روز چہار شنبہ جنوری ۱۹۱۷ مقام میرٹھ محلہ کرم علی۔

(ملفوظات حکیم الامت جلد ۲۰، ص ۲۶۸)

طَیِّبُ الطَّیِّبَۃ لِشَیِّبِ الْھَیْبَۃ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحَمَّدْ اَشْرَفْ عَلی التّھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

طَیِّبُ الطَّیِّبَہ لِشَیِّبِ الهَیبَة

ملقب به اربعین للمجروحین

یعنی خلاصہ مہمات مسائل علمیہ وعملیہ متعلقہ حالتِ قبض وہیبت ملتقطہ از رسالہ ''الغیبہ فی الہیبہ'' بحذف واقعات ودلائل

(اس خلاصہ میں بلا لحاظ ترتیب رسالہ کی اصل عبارات جابجا سے نقل کی گئی ہیں بجز چند الفاظ زائدہ کے جو کہیں کہیں ربط ظاہر کرنے کے لیے بڑھائے گئے ہیں لیکن امتیاز کے لیے ان الفاظ کو بین القوسین محصور کر دیا گیا ہے ۱۲)

ابتلاء ولوازم سلوک سے ہے

(۱) اکثر احوال میں نزول بلا عادۃً لوازم سلوک سے ہے۔

عادتُ اللہ

(۲) اکثر و بیشتر سالکین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی معاملہ رہتا ہے کہ قبض وبسط یا خوف ورجاء یا ہیبت واُنس یا عروج ونزول کم وبیش عمر بھر پیش آتے رہتے ہیں اور اس کے قلب پر جو کہ جلوہ گاہ محبوب حقیقی ہے کبھی تجلی جمال اور کبھی تجلی جلال کا ورود ہوتا رہتا ہے۔

انسدادِ خطرات کی تدبیر

(۳) تدابیر انسدادِ اشتد ادخطرات: اول یہ کہ سالک حتیٰ الوسع اپنے قلب کی تقویت اور تفریح کے لیے مقویات ومفرحات کا استعمال اور اسباب مشوشۂ قلب سے حتی الامکان اجتناب رکھے تا کہ قلب میں قوت رہے اور ایسے احوال کا تحمل کر سکے اور منجملہ

اسباب تو یہ مشوشۂ قلب کے کسی ایسے واقعہ حزن کا جس کی تدبیر اختیار سے خارج ہو(مثلاً کسی کی موت) خواہ اس حزن کا منشاء اپنا درد ہو یا دوسرے کی ہمدردی ہو یا اس کے آثار ونتائج متیقنہ یا محتملہ کا ذہن میں استمرار استحضار یا زبان سے اس کا تکرار ہے یعنی بقصد اس کو سوچنا اور اس میں خوض وفکر کرنا یا اس کا بکثرت تذکرہ کرنا کہ اس سے قلب ایک معتد بہ درجہ میں متاثر ہو کر مشوش اور مضمحل ہو جاتا ہے اور واقعہ محزون سے حزن طبعی ہونا گو غیر اختیاری ہے جو مضر بھی نہیں ہے لیکن اس کا بار بار یاد کرنا ذکر کرنا اختیاری ہے اور مضر بھی ہے اور جس طرح اس کا احداث یا ابقاء اختیاری ہے اسی طرح اس کا ازالہ بھی اختیاری ہے جس کا طریق تجربہ سے تائید بالنص سے یہ ہے کہ کسی اہم واجب مساح یا طاعت میں قلب کو مشغول کر دیا جائے اور واقعہ غم کی یاد کی مذکورہ بالا ممانعت میں جو کثرت کی قید لگائی اسکی وجہ یہ ہے کہ بالکل تذکرہ نہ کرنا اور ضبط میں مبالغہ کرنا بھی تجربہ سے مضر ثابت ہوا ہے کہ سب غبار اندر ہی اندر رہنے سے طبیعت گھٹ جاتی ہے اور اس کی قوت دافعہ غم گھٹ جاتی ہے اس لیے مصلحت یہ ہے کہ شروع شروع میں گاہ گاہ اپنے کسی دیندار ہمدرد سے اعتدال کے ساتھ حدود شرعیہ میں رہ کر اس واقعہ غم کا کسی قدر تذکرہ بھی کرلیا کرے۔ اس کی بھی تائید نص سے ہوتی ہے۔ (دونوں جزوں کی نصوص تائید یہ اصل میں مذکور ہیں) اور دوسرے کے ساتھ اپنی ہمدردی کو بھی حد کے اندر رکھے اور وہ حد یہ ہے کہ دوسرے کو نفع تو پہنچ جائے لیکن اپنے کو ضرر نہ پہنچے اس کے لیے بس عقلی ہمدردی کافی ہے اور طبعی ہمدردی کو صرف اسی حد تک رہنے دیا جائے جس حد تک عقلی ہمدردی کے مؤثر ہونے کے لیے ضروری ہو اس سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے ورنہ تجربہ سے یہ بھی مضر ثابت ہوا ہے۔ زیادہ ہمدردی اور ترحم سے قلب کو تو تکلیف ہوتی ہی ہے بعض اوقات خلاف تسلیم وتفویض خیالات پیدا ہونے لگتے ہیں جو سخت اندیشہ کی بات ہے۔

دوسرے ترک مشاغل مباحہ میں مبالغہ نہ کرے اور بالکلیہ یکسوئی اختیار نہ کرلے تا کہ قلب میں ایسی چیزیں بھی مہیا رہیں جو اس قسم کے خطرات کو آنے سے روکیں لیکن

ان مشاغل مباحہ میں تعلقات حسی کا بڑھانا داخل نہیں کہ وہ بھی مضر ہیں صرف تعلقات انتظامی وتفریحی کافی ہیں مثلاً انتظامات معاش، سیر وتفریح، مطالعہ تواریخ وغیرہ

تیسرے خطرات کی طرف التفات ہی نہ کرے یہاں تک کہ بقصد دفع بھی التفات نہ کرے بلکہ ذکر میں توجہ کے ساتھ مشغول ہو جائے لیکن توجہ میں بھی مبالغہ اور تندہی نہ کرے ورنہ کاوش کرنے سے طبیعت تھک کر ملول ہو جائے گی اور پھر خطرات کا اثر ہونے لگے گا۔

مفید مراقبے

(۴)۔(ارشادات حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (الف) جو کچھ قلب پر وارد ہو منجانب اللہ خیال کرو۔ جو واردات مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے۔(ب) یوں سوچا کرے کہ اللہ اکبر اللہ تعالیٰ نے قلب کو بھی کیسا بحر مواج بنایا ہے کہ خطرات موجوں کی طرح امڈے ہی چلے آتے ہیں کسی طرح روکتے رکتے ہی نہیں کیا خدا کی قدرت ہے۔ کیا خدا کی صنعت ہے (ختم ہوئے ارشادات حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے)

خطرات کو خارج سمجھنا چاہیے

(۵) (تدبیر فرمودۂ حاجی سید محمد عابد صاحب دیو بندیؒ) یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ خطرات قلب میں داخل نہیں ہو رہے بلکہ خارج ہو رہے ہیں جیسے اگر چور گھر کے اندر چوری کرنے کے لیے گھسے تب بھی دروازہ پر نظر آتا ہے اور اگر گھر والوں کے جاگ پڑنے کے بعد بھاگنے لگے تب بھی دروازہ ہی سے گزرتا ہوا نظر آتا ہے۔ (ختم ہوا ارشاد حاجی محمد عابد صاحب دیو بندیؒ کا)

غلبۂ حال منافیٔ کمال نہیں

(۶) کاملین پر بھی کبھی کبھی غلبۂ حال ہو جاتا ہے لیکن وہ منافی کمال نہیں ہوتا۔

صاحبِ مقام حدود سے تجاوز نہیں کرتا

(۷)۔ صاحب مقام پر جو غلبہ حال ہوتا ہے اس میں وہ حدود سے خارج نہیں ہوتا بخلاف صاحب حال کے کہ وہ کبھی حدود سے بھی خارج ہو جاتا ہے گو اس کو گناہ نہیں ہوتا کیونکہ بوجہ مغلوبیت وہ اس وقت مرفوع القلم ہوتا ہے۔

صاحبِ مقام کی کیفیات روحانی ہوتی ہیں

(۸)۔ صاحب مقام پر بھی کیفیات کا ورود ہوتا ہے لیکن ان کیفیات میں لطافت ہوتی ہے کیونکہ وہ روحانی ہوتی ہیں برخلاف اس کے صاحب حال کی کیفیت نفسانی ہوتی ہے جن میں ثقل ہوتا ہے۔

(۹)۔ مبتلائے قبض و ہیبت کو تکلیف تو بیشک سخت ہوتی ہے لیکن قطع طریق میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

وساوس میں الطاف ہوتے ہیں

(۱۰)۔ وساوس بعض اقسام قبض میں چند خفی الطاف رحمانیہ ہیں۔(الف) اس شخص کو کبھی عُجب نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میں بدحال ہوں (ب) ہمیشہ ترساں رہتا ہے اپنے علم و عمل پر ناز نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میرا علم و عمل وحال کیا چیز ہے اس کی حقیقت دیکھ چکا ہوں۔(ج) اگر یہ عقبہ پیش آ چکتا ہے شیطان کے مقابلہ میں اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اس سے ڈرتا نہیں کہ بس اس سے زیادہ کیا کر لے گا اور بدوں اس کے گزرے ہوئے لطیف الطبع کو ہر مضر صحبت تک سے اندیشہ رہتا ہے (د) مرتے وقت اگر دفعۃً یہ حالت پیش آتی تو پریشان ہو کر خدا جانے کس کس خیال میں مرتا اگر یہ عقبہ گزر جائے تو اس کے تحمل کی قوت ہو جاتی ہے اگر اس وقت بھی ایسا ہوا پریشان تو حق تعالیٰ پر بدگمان نہ ہو گا اطمینان و محبت حق میں جان دے گا۔(ہ) یہ شخص محقق ہو جاتا ہے دوسرے مبتلا کی دستگیری آسانی سے کرسکتا ہے (و) ہر وقت اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھتا ہے کہ ایسے

نالائق کو ایسی نعمتیں عطا فرماتے ہیں (ز) اس حدیث کے معنی برائے العین دیکھ لیتا ہے کہ مغفرت عبد کی عمل سے نہ ہوگی رحمت حق سے ہوگی۔ وغیر ذلک مما لا یحصیٰ۔

فیض کا ایک سبب

(۱۱)۔ (قبض کے) اسباب مختلف ہوتے ہیں چنانچہ ایک سبب یہ بھی ہے کہ تحمل سے زیادہ کام کیا جائے۔

قبض بسط سے ارفع ہے

(۱۲)۔ محققین نے اس کو (یعنی قبض کو) بسط سے ارفع کہا ہے کہ اس سے اخلاق رذیلہ کا معالجہ زیادہ ہوتا ہے تمام ذاکرین کو قریب قریب یہ حالت پیش آتی ہے پھر اس سے نجات بھی ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اور ترقی ہوتی ہے۔

نہ سوز کمال ہے نہ خشکی نقصان

(۱۳)۔ جس شوق و ذوق سوز و گداز کو آپ کمال سمجھتے ہیں نہ وہ کمال ہے اور جس خشکی اور وسوسہ کو آپ نقصان سمجھتے ہیں نہ وہ نقصان ہے۔

نوٹ:..... یہ ایک خط کی عبارت ہے ۱۲

افعال اختیاری و غیر اختیاری

(۱۴) کلیہ سمجھ لیجئے کو جو افعال اختیاری ہیں ان میں اللہ و رسول کے خلاف نہ کیا جائے تو پھر احوال خواہ کچھ ہی ہوں وہ چونکہ غیر اختیاری ہیں ان کی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہیے آپ محروم نہیں ہیں ایک وقت میں یہ امر تحقیقاً بھی معلوم ہو جائے گا اب تقلیداً مان لیجئے۔

(**نوٹ**: یہ بھی ایک خط کی عبارت ہے۔۱۲)

قبض کے بے شمار منافع ہیں

(۱۵)۔ میری (یعنی حضرت والا کی ۱۲) تمنا دل سے اپنے متعلقین کے لیے اس کے (یعنی حالت قبض کے) طاری ہونے کی بشرط البصیرت والاستقلال ہوا کرتی ہے اور

اس کے امراض تو شدید ہیں کہ ان سے بعض اوقات [illegible] سب کا ضعف معلوم ہوتا ہے اور اس
کے بعد [illegible] ہوتا ہے [illegible] بے تکبیر ہوتا ہے۔

امراض بعد میں معلوم ہوتے ہیں

(۱۶) بعض قبض کے وقت گو اس کے امراض معلوم نہ ہوں مگر بعد میں اکثر
معلوم بھی ہو جاتے ہیں اور اگر معلوم بھی نہ ہوں تب بھی حاصل تو ہوتے ہیں اور حصول
مقصود ہے نہ کہ ان کا علم، اس کا ہرگز پریشان نہ ہوں ذکر جس قدر ہو سکے کر لیا کیجئے
اگرچہ کسی قدر تکلف ہی کرنا پڑے اور اگرچہ اس میں دلچسپی بھی نہ ہو اور جس میں زیادہ
کلفت ہو اس کی تخفیف کر دیجئے اور مستحب کی قدرے کثرت رکھیں جب تک یہ حالت
رہے ہفتہ میں ایک دو روز [illegible] رہتے رہیے۔ سب کو یہ حالت پیش آتی ہے میں تو
اس سے خوش ہوں کہ علامت ہے راہ قطع ہونے کی یہ سب رستہ کی گھاٹیاں ہیں۔

(**نوٹ**: یہ بھی ایک خطی عبارت ہے ۱۲)

عبدیت کی حقیقت کا مشاہدہ

(۱۷)۔ یہ تغیرات (یعنی تغیرات احوال) طبعی ونفسانی ہیں نہ کہ روحانی وقلبی سو
ایسے تغیرات مفرتو کیا نافع ہوتے ہیں۔ عبدیت کی حقیقت کا اس میں مشاہدہ ہوتا ہے
ذوقی وحالی رائے العین ہو جاتی ہے اختیاری کام کی پابندی ایسے ہی وقت دیکھنے کے
قابل اور محل امتحان ہے اگر اس امتحان میں پاس ہو گیا اعلیٰ درجہ کے نمبر کا مستحق ہو گا۔

حالتِ قبض وہیبت کی حکمت

(۱۸)۔ اس حالت میں (یعنی حالت قبض وہیبت میں) سالک یہ دیکھ کر
پریشان ہوتا ہے کہ میرے لیے چاروں طرف سے راستے بند کر دیئے گئے ہیں حالانکہ
اللہ تعالیٰ کی اس میں یہ مصلحت ہوتی ہے کہ سب طرف سے مایوس ہو کر میری ہی طرف
رجوع ہو اور اس سد باب سے مقصود اپنے سے محجوب کرنا نہیں ہوتا بلکہ شیطان سے بچا

[illegible] لینا مقصود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سالک کو اس تجلی میں اس لیے مبتلا [illegible] کہ وہ مہلکات باطنی عجب و کبر سے محفوظ رہے اور اگر اس کے ساتھ ایسا [illegible] نہ کیا جاتا تو رذائل نفس کے پنجہ میں جا پھنستا اور ہلاک ہو جاتا۔

مفید کتابیں

(۱۹)۔ مطالعہ کتب ذیل مصدقہ حضرت والا۔

رسالہ خاتمہ بالخیر و رسالہ الابتلاء لاہل الاصطفاء و رسالہ خیر الاخبار فی خیر الاختیار (جو کتاب کرامات اشرفیہ کے آخر میں طبع ہو کر شائع ہوا ہے) و تبویب تربیۃ السالک باب ہشتم۔

خطرہ کی حقیقت

(۲۰)۔ خطرہ کی حقیقت بلا اختیار نفس کا کسی بری چیز کی طرف متوجہ ہو جانا ہے۔

(۲۱)۔ ہیبت اور حزن مبارک اور رفیع حالات میں سے ہے اگر اس میں ختم ہو جائے شہادت کبریٰ ہے مگر سنت کا مقتضاء یہ ہے کہ جہاں تک اپنا علم و قدرت کام دے اعتدال و تعدیل کو اپنا مستقر اصلی بنائے ہیبت کے ساتھ اُنس اور حزن و سوء ظن بنفسہ کے ساتھ رجاء رحمت اور فناء کے ساتھ بقا اور نیستی کے ساتھ ہستی اور مبالغہ فی التواضع کے ساتھ مشاہدہ نعمت کا اہتمام و استحضار کرے۔

اللّٰھم اغفرلی کی کثرت کریں

(۲۲)۔ اگر آپ کو آثار ہیبت و سوء ظن بنفسہ کا زیادہ غلبہ ہوا کرے تو یہ سوچا کیجئے کہ بیش بریں نیست کہ ہم ہر حالت میں ناقص اور عاصی ہیں تو خدا تعالیٰ کے یہاں جس طرح کاملین کی نجات ہوگئی اسی طرح پر ناقصین کی بھی ہوگی اگر صدر نشین نہ ہوں گے تو صف نعال ہی میں جگہ مل رہے گی اگر اولیت نہ ہوگی تو جوتیاں لگنے کے بعد ہی سہی۔ بس یہ سمجھ کر اللّٰھم اغفرلی کی کثرت کرنی چاہیے۔

(**نوٹ**: یہ ایک خط کی عبارت ہے ۱۲)

اور اگر بمقتضائے اسباب و مصالح خاصہ پھر بھی فنا نہ ہوں تب بھی کچھ غم نہ کرے کیونکہ خطرات غیر اختیاریہ پر مطلق مواخذہ نہیں۔

قلب کی ساخت

(۳۲)۔ قلب کی ساخت ہی منجانب اللہ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس میں اچھے بُرے سبھی قسم کے خیالات کا ورود ہوتا رہتا ہے کسی کو اس مطالبہ کا حق نہیں کہ میرے قلب میں اچھے ہی اچھے خیالات آیا کریں۔ بُرے خیالات بالکل آویں ہی نہیں۔

خطرات کا مقام

(۳۳)۔ خطرات داخل قلب میں واقع نہیں ہوتے بلکہ حوالی قلب میں رہتے ہیں اور جو چیز داخل قلب میں متوہم ہوتی ہے وہ خطرات نہیں ہوتے بلکہ ان کا اثر اور محض انعکاس ہوتا ہے کیونکہ داخل قلب میں واقع ہونے والی چیز تو صرف عقیدۂ راسخہ ہوا کرتا ہے نہ کہ خطرہ جو ایک محض وہمی اور سطحی چیز ہے اور کچھ بھی نہیں۔

خطرات ایمان کی علامت ہیں

(۳۴)۔ شیطان اسی قلب میں وسوسے ڈالتا ہے جس میں ایمان ہوتا ہے۔

مفید مراقبہ

(۳۵)۔ حضرت والا سالک کے لیے اس مراقبہ کا کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے بیحد نافع ہونا بتاکید فرمایا کرتے ہیں بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ اگر اپنی حالت اللہ تعالیٰ کی محبت کے قابل نہ بھی ہو تب بھی سب بشارت انا عند ظن عبدی بی یہی نیک گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے۔

خطرات مومنین کو آتے ہیں

(۳۶)۔ خطرات مؤمنین و مقبولین ہی کو پیش آتے ہیں کافرین و مردودین کو پیش نہیں آتے۔

خطرات کو منکر نہ سمجھا جائے

(۳۷)۔ خطرات منکرہ کو عقلاً منکر سمجھا جائے اور اپنے اختیار کو ان سے ہرگز متعلق نہ ہونے دیا جائے۔ نہ حدوثاً نہ بقاءً نہ ان کے مقتضاء پر عمل کی نوبت آنے دی جائے اور بجائے مغموم ہونے کے خطرات کو علامت ایمان سمجھ کر (جیسا نمبر ۳۶ سے ظاہر ہے) اس پر مطمئن اور مسرور رہے کہ بحمد اللہ میرے عقائد تو صحیح ہیں اور دستور العمل مرقومہ نمبر ۲۹ کو معمول بنا کر بےفکری اور اطمینان کے ساتھ اپنے کو ذکر و طاعۃ اور ضروریات دینیہ و دنیویہ میں بلا لحاظ دلچسپی وعدم دلچسپی مشغول رکھا جائے بلکہ (جیسا نمبر ۳ میں تجویز کیا گیا ہے ۱۲) امور مباحہ کا بھی قطرے شغل رکھا جائے کہ وہ بھی وقایہ ہو جاتے ہیں خطرات منکرہ کا۔

خطرات کا جامع علاج

(۳۸)۔ کبھی خطرات کا سبب لطافت طبع اور ذکاوت حس ہوتی ہے کبھی عوارضِ طبیہ کبھی رذائل نفسانیہ کبھی تصرفات شیطانیہ کبھی معاصی اور کبھی حق تعالیٰ کی جانب سے طلب کا امتحان ہوتا ہے اور کبھی ان اسباب میں سے ایک سے زائد اسباب بھی جمع ہو جاتے ہیں اس صورت میں جب سبب کی تشخیص نہ ہو سکے تو سب معالجات کو جمع کر لیا جائے۔ لیکن ہر صورت میں علاوہ معالجات خاصہ کے سب کا مشترک علاج یہی ہے کہ التفات نہ کرے اور خوض نہ کرے نہ خطرات میں نہ ان کے اسباب میں۔

وساوس کی ظلمت

(۳۹)۔ وساوس سے ایک گونہ ظلمت طبعی ہوتی ہے مگر ہر تاریکی مانع قطع مسافت نہیں جبکہ وسائط صحیح ہوں چنانچہ ریل کبھی تاریکی میں بھی چلتی ہے اس طرح کہ اسکی کھڑکیاں بند ہوتی ہیں (بس) ڈرائیور کا صاحب نور ہونا کافی ہوتا ہے اور ریل کا لائن پر ہونا۔

معالجت کی شرط

(۴۰)۔ ان سب مذکورۂ بالا معالجوں کی شرط نفع یہ ہے کہ ان معالجوں کو معالجہ

سمجھ کر اور دفع خطرات کی نیت سے ہرگز نہ کیا جائے بلکہ مستقل اعمال مفیدہ سمجھ کر اختیار کیا جائے اور نتیجہ خاص یعنی اندفاع خطرات کا بھی انتظار نہ کیا جائے بلکہ بجائے انتظار اندفاع خطرات کے اپنی طرف سے اس پر بالکل آمادہ رہا جائے کہ اگر ساری عمر بھی خطرات سے نجات نہ ملے تب بھی کچھ پرواہ نہیں۔ جو کام ہم کو بتایا گیا ہے بس وہ ہم کر رہے ہیں اس سے زیادہ کے ہم مکلف ہی نہیں اور ہر حال میں اس امر واقعی اور عقیدہ واجبہ کا استحضار رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی۔ حاکم ہونے کی بناء پر تو ان کو اپنی مخلوق کے اندر ہر قسم کے تصرفات کرنے کا پورا حق اور کامل اختیار حاصل ہے وہ اپنے بندوں کے اندر جو چاہیں تصرفات فرمائیں کسی کو مجال چون و چرا نہیں اور حکیم ہونے کی بناء پر بندہ کو ان کے ہر تصرف کے متعلق اجمالاً یہ اعتقاد رکھ کر بالکل مطمئن رہنا چاہیے کہ یہ تصرف میرے حق میں سراسر حکمت ہے گو اس کی تفصیلی حکمتیں معلوم نہ ہوں۔ اھ۔ تمت الخلاصہ

نوٹ: اس مختصر مگر جامع مانع خلاصہ کو اصل رسالہ یعنی الغیبہ فی الھیبہ کا عطر کہنا زیبا ہے اس کی خاصیت وخصوصیت اور نافعیت واہمیت کی بناء پر حضرت صاحب سوانح ہذا نے اس کا ایک نہایت لطیف نام بھی تجویز فرما دیا ہے جو زیب عنوان ہے یعنی طیب الطیبہ لشیب الہیبہ" وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کا ہر مسئلہ تعلیمات نبویہ علیٰ صاحبہا السلام والتحیۃ ہی سے مستفاد ہے جن کی تدوین زیادہ تر مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ اور مجموعہ ہذا سالکین محزونین کے لیے جن کو حالت قبض وہیبت نے سخت مضمحل اور مارے غم کے گویا بوڑھا کر رکھا ہو مثل خوشبو کے فرحت بخش اور نشاط انگیز ہے نیز چونکہ اس کے اجزاء کا عدد حسن اتفاق سے چالیس ہے اور یہ گویا اہل ابتلاء کے مجروح قلوب کے لیے ایک مرہم ہے جو مرکب ہے چالیس اجزاء سے لہذا اس کا ایک نہایت موزوں لقب بھی تجویز فرما دیا ہے۔ یعنی "الاربعین للمجروحین" چنانچہ یہ لقب بھی زیب عنوان کر دیا گیا ہے۔ حسب ارشاد حضرت والا اس خلاصہ کو مرتب کرنے میں اختصار کو بہت زیادہ ملحوظ

رکھا گیا ہے تا کہ مبتلائے پریشانی سہولت سے مطالعہ کر کے اور ذہن میں مستحضر رکھ کر منتفع ہو سکے اور کثرت مضامین سے خلجان میں نہ پڑ جائے۔

حضرت والا نے اس مجموعہ کی غایت نافعیت کی بناء پر اس کی تعجیل اشاعت کا بھی ایماء فرمایا کیونکہ سوانح ہذا کی تکمیل و اشاعت میں تو ابھی کچھ دیر تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کو مقبول و نافع اور ہر طرح اسم بامسمیٰ فرمائے یعنی سالکین محزونین و مجروحین کے لیے مفرح قلب اور مرہم زخم دل بنے۔ بحرمته سید المرسلین و خاتم النبین صلی اللہ علیه و علیٰ آله و اصحابه و ازواجه و اتباعه اجمعین۔

الانتباہ لرفع الاشتباہ

اس کراسہ حاضر مسمی بہ "الغیبہ فی الہیبہ" میں جتنے مضامین حضرت والا کی تحریرات و تقریرات سے نقل کیے گئے ہیں وہ گو حضرت والا کی مجتہدانہ تحقیقات ہیں جیسا کہ اس فن میں مصلح کے لیے اجتہاد شرط ہے لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ حضرت والا اس اجتہاد میں متفرد ہیں بلکہ متقدمین ائمہ فن کے اجتہادات بھی حضرت والا کی ان تحقیقات اجتہادیہ کی تائید میں مصرح ہیں۔ چنانچہ امام قشیریؒ متوفی ۴۶۵ھ کا کلام تینوں مقاصد یعنی بیان واقعات و بیان حکمت و بیان معالجات کے متعلق بطور نمونہ کے نقل کیا جاتا ہے وہو ہذا۔

لزوم ابتلاء عادۃً و اعلم ان فی هذا الحالة قلما یخلو المرید فی اوان خلوته فی ابتداء ارادته من الوساوس۔

حکمت ابتلاء وهذا امن الامتحانات التی تستقبل المریدین۔

اشد ابتلاء۔ و اعلم انه یکون للمریدین علیٰ الخصوص بلایامن هذا الباب و ذالک انهم اداخلو فی مواضع ذکرهم اوکانو افی مجالس سماع اوغیرذلک یهجس فی نفوسهم و یخطربالهم اشیاء منکرة یتحققون ان اللہ سبحانه منزه عن ذلک و لیس یعتریهم شبهة فی ان ذلک باطل و لکن یدوم ذلک فیشتدتاذیهم به حتی یبلغ ذلک حداً

شکون اصعب شتم واقبح قول و اشنع خاطر بحیث لا یمکن المرید اجراء ذلک علی اللسان وابداؤہ لاحدوھذا اشد شیٔ . یقع لھم۔

علاج ابتلاء فالو اجب عندھذا ترک مبالاتھم بتلک الخواطر واستدامۃ الذکرو الابتھال الی اللّٰہ عزوجل باستد فاع ذلک و تلک الخواطر لیست من وساوس الشیطان و انما ھی من ھوا جس النفس فاذا قابلھا العھد بترک المبالاۃ بھا ینقطع ذلک عنہ. اھ۔

ختم ہوئی عبارت قشیریہ کی گو اختصار وسط کا تفاوت ہو جس کا مبنیٰ تفاوت افہام مخاطبین پر متکلم کی نظر ہے اور خلف کے اجتہا کا توافق سلف کے اجتہاد کے ساتھ مسلم دلیل ہے اس کی صحت ومقبولیت کی وللّٰہ الحمد۔

معذرت: چونکہ ''الغیبہ فی الہیبہ'' کا موضوع بہت مہتم بالشان تھا اور اس کے متعلق بہت سے مباحث قابل تحقیق تھے جیسا کہ ناظرین کو مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا اس لیے اضطراراً تطویل ہوگئی اور باوجود کوشش اختصار اختصار نہ ہوسکا حالانکہ حضرت والا ہر موقع پر بار بار سخت تاکید فرماتے رہے بلکہ بہت سے مضامین مفیدہ کو جن کا موضوع اصلی سے بے تکلف تعلق نہ تھا حذف بھی کرا دیا۔ لیکن پھر بھی تطویل ہو ہی گئی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ حضرت حافظ شیرازیؒ کا یہ شعر ہو بہو بلکہ برعایت الفاظ یوں کہا جائے کہ مو بمو صادق نظر آ رہا تھا۔

شرحِ شکنِ زلف خم اندر خمِ جاناں کوتہ نتواں کرد کہ ایں قصہ دراز است

(بوب کی گھنگھریالی زلف میں پڑے ہوئے ایک بل کی شرح کرتی ہے
اور یہ قصہ چونکہ لمبا ہے اس لئے مختصر نہیں کیا جا سکتا)

بہرحال اس سلسلہ میں بفضلہٖ تعالیٰ بہت سے حقائق ودقائق طریق معرض تحریر میں آ گئے۔ الحمدللّٰہ علی ذالک۔ اس عجالۂ نافعہ کی نافعیت واہمیت کا اسی امر سے اندازہ فرمالیا جائے کہ اس کے مرتب ہو جانے کے بعد خود حضرتؒ والا نے نہایت

مسرت کے ساتھ فرمایا کہ الحمدللہ یہ رسالہ اس موضوع میں بے نظیر مرتب ہوگیا نیز اس کی مستقل اشاعت کی تمنا کا بھی اظہار فرمایا۔ اور واقعی چونکہ یہ عجالہ بحمداللہ تعالیٰ۔ حالت قبض و ہیبت اور وُرود خطرات و وساوس کے متعلق تحقیقات نادرہ و نکات دقیقہ نیز معالجات عجیبہ علمیہ وعملیہ سے مملو ہے اور اس موضوع کے سارے پہلوؤں کو حاوی اس لیے اگر یہ مستقلاً بھی شائع ہو جائے تو طالبین و سالکین طریق کے لیے جنہیں اکثر ایسے احوال پیش آتے رہتے ہیں اور بالخصوص مبتلایان خطرات و وساوس کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ ایک نہایت ہی کارآمد اور حرز جان بنانے کے قابل چیز ہوگی۔

چنانچہ اس کے غایت درجہ نافع ہونے کا خود احقر کو بھی ذاتی تجربہ ہو چکا ہے جس کی صورت یہ ہوئی کہ اتفاق سے اس کے دوران تحریر میں برابر خود احقر پر بھی بوجہ ہجوم خطرات واہیہ شدید کیفیت انقباضیہ طاری رہی جس کو حضرت والا نے مصلحت آمیز حسن اتفاق پر محمول فرمایا کیونکہ اس سے بھی اس مضمون کے لکھنے میں ایک گونہ اعانت و سہولت ہوئی پھر حضرت والا کے ارشاد فرمودۂ معالجات کو یاد کر کے اور سوچ سوچ کر خود اپنے قلم سے معرض تحریر میں لانے اور حسب ضرورت ان پر عمل پیرا ہونے کی برکت سے وہ کیفیت انقباضیہ بفضلہٖ تعالیٰ و بحمدہ تقریباً بلکہ فی الحال بالکلیہ زائل بھی ہوگئی اور اس قسم کے حالات کے متعلق ایسے ایسے مفید اور زریں اصول علمی وعملی ذہن نشین ہوگئے کہ ان کو ہمیشہ پیش نظر اور زیر عمل رکھنے سے امید ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ اس درجہ پریشانی کی کبھی نوبت بھی نہ آئے گی والامر بیداللہ تعالیٰ۔ بالخصوص حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم کے ارشاد فرمودہ دو معالجات یعنی مراقبہ حسن ظن باللہ اور استحضار صحت اعتقاد عقلی نے تو اکسیر کا کام کیا اور یہ دونوں معالجے گویا تریاق ثابت ہوئے فالحمدللّٰہ حمداً کثیراً۔ اللہ تعالیٰ ببرکت حضرت صاحب سوانح استقامت بخشے اور ہمیشہ راہ مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک. اللّٰھم اھدنی وسد دنی اللّٰھم اعطنی ایماناً لا یرتد و یقیناً لیس بعدہ کفر و

رحمة انال بها شرف كرامتك في الدنيا والاخره. رب اعوذبك من همزات الشيطان و اعوذبك رب ان يحضرون. ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا و هب لنا من لدنك رحمة. انت الوهاب اللّٰهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه. اللّٰهم انی اعوذبك من الشك في الحق بعد اليقين و اعوذبك من الشيطان الرجيم و اعوذبك من شريوم الدين امين ثم امين يا رب العالمين بحرمة سيد المرسلين صلى الله عليه وآله و اصحابه اجمعين۔

یہ ادنیٰ نمونہ ہے حضرت والا کے ارشادات حقہ کی نافعیت اور برکت اللہ تعالیٰ سایۂ عاطفت کو بایں فیوض و برکات روز افزوں مسلمانوں کے سروں پر مدت مدید تک بعافیت تمام سلامت با کرامت رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

اسی عجالہ کے دوران تحریر میں الحمدللہ یہ برکت بھی ظاہر ہوئی کہ اس احقر ناکارہ کو حضرت مولانا شاہ فضل رحمان صاحب گنج مرادآبادی قدس اللہ سرہٗ کی زیارت منامی کا شرف حاصل ہوا۔ جس میں احقر نے بحضور شاہ صاحب عرض کیا کہ مجھے وساوس شیطانیہ کی بہت کثرت رہتی ہے دعا فرمائیے کہ ایمان کامل نصیب ہو۔ فرمایا کہ تمہارا پیر تو بڑا بھاری شیخ ہے تم تو مولوی اشرف علی کے مرید ہو پھر وساوس کے متعلق فرمایا کہ ریل کبھی تاریکی میں بھی چلتی ہے اس طرح کہ اس کی کھڑکیاں بند ہوتی ہیں۔ اھ۔

اس خواب کی تعبیر ظاہر ہے اس میں ریل کی جو مثال ہے اس کی حضرت والا نے احقر کے عریضہ پر جس میں یہ خواب پیش کیا گیا تھا خواب کی عبارت کے ختم پر منقولۂ ذیل توضیح تحریر فرمائی۔ ''یعنی وساوس سے ایک گونہ ظلمت طبعی ہوتی ہے مگر ہر تاریکی مانع قطع مسافت نہیں جبکہ وسائط صحیح ہوں چنانچہ ڈرائیور کا صاحب نور ہونا کافی ہوتا ہے اور ریل کا لین پر ہونا انتہا کلامہ بالفاظہ۔ حضرت والا کی یہ توضیح بھی خطرات کے متعلق ایک مستقل تحقیق لطیف ہے اور استعلاجاً قابل استحضار فقط۔

شکر نعمت اختتام و دعائے رحمت رب الانام

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ محض اس کے فضل و کرم سے حضرت والا کی خاص الخاص حالت باطنیہ رفیعہ یعنی غلبہ ہیبت کا مفصل بیان ببرکت دعوات و توجہات و اصلاحات و ہدایات حضرت والا اس نااہل و نابلد کے ہاتھوں بہمہ وجوہ سرانجام پاکر اختتام کو پہنچا اور اس کے ساتھ ہی باب شرف بیعت واستفاضۂ باطنی میں بفضلہٖ تعالیٰ ختم ہوگیا اور خلاف توقع بحسن وخوبی ختم ہوا یہاں تک کہ خود صاحب واقعات مندرجہ باب ہذا یعنی حضرت والا نے بعد ملاحظہ بغایت شفقت و تحسین اس نااہل و ناکارہ کو مخاطب فرما کر فرمایا کہ آپ نے تو ماشاء اللہ ان حالات کو اس طرح لکھا ہے جیسے آپ ہر موقع پر میرے ساتھ ساتھ رہے ہوں۔ فالحمدللّٰہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ وماتوفیقی الا باللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس ناکارہ و آوارہ کو بھی اچھے ٹھکانے لگائے اور انجام بخیر فرمائے۔

نیز اس کے لکھنے میں جو ظاہری و باطنی فروگذاشتیں اس احقر سے ہوئی ہیں ان کو اپنے فضل و کرم سے معاف فرما کر اس کو شرف قبولیت بخشے اور طالبین و سالکین کے لیے موجب خیرات و برکات اور اس بداعمال و بداحوال کے لیے کفارۂ سیئات و ذریعہ نجات فرمائے آمین ثم آمین یا رب العالمین بحرمت سید المرسلین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین۔

تمت الرسالة المسماة بالغیبة فی الھیبہ " مع باب البیعة والاستفاضة فالحمدللّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔

الحاق متضمن طریقہ اشاعۃِ مستقلۃ الغیبہ فی الھیبہ

اگر اس عجالۂ نافعہ مسمی بہ الغیبہ فی الہیبہ کی نافعیت خاصہ کی بناء پر جس کا ذکر زیر عنوان "معذرت" ابھی کیا جا چکا ہے۔ کوئی صاحب خیر اس کو سوانح ہذا سے جس کا یہ ایک جزو ہے لیکر مستقلاً شائع کرنا چاہیں تو ان کی سہولت کے لیے اس کی ابتداء اور انتہاء نیز پیشانی

کی عبارت اور ہیئت عرض کی جاتی ہے۔ ابتداء: کتاب اشرف السوانح میں جس مقام پر عنوان ''الغیبہ فی الہیبہ'' شروع ہوا ہے اس سے ذرا قبل ایک سرخی جس کی یہ عبارت ہے ''تمہید مضمون قبض وہیبت معنون بہ ''الغیبہ فی الہیبہ'' اس سرخی کے بعد کی عبارت جو اس طرح شروع ہوتی ہے ''غرض بعد ترک تعلق مدرسی الخ'' بس وہی عبارت ابتداء ہے۔ انتہا۔ رسالہ کے ختم پر ایک عربی عبارت ہے جو ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے ''بنعمۃ تتم الصالحات'' بس وہی انتہاء ہے لیکن اس عربی عبارت میں سے صرف یہ الفاظ نہ لکھے جائیں۔ ''مع باب البیعۃ والاستفاضہ'' پیشانی اور اس کی ہیئت۔ جس مضمون کی ابتداء اور انتہاء ابھی عرض کی گئی ہے اس کے اوپر بہ ہیئت ذیل یہ پیشانی لکھ دی جائے۔

رسالہ الغیبہ فی الھیبہ: (ملتقط از اشرف السوانح یعنی سوانح عمری حضرت اقدس حکیم الامۃ مجدد الملۃ اشرف العلماء افضل الفضلاء قطب الاقطاب شیخ المشائخ واقف اسرار خفی وجلی حافظ قاری حاجی مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی حنفی چشتی امدادی مدت فیوضہم العالی)

حامداً ومصلیاً: تمہید رسالہ: (اس تمہید کے قبل اشرف السوانح میں حضرت صاحب سوانح کی خلوت گزینی اور اُنس مع اللہ کے حالات مبارکہ کا سلسلہ اوپر سے چلا آ رہا ہے۔ عبارت مابعد اسی سے مرتبط ہے)

غرض بعد ترک تعلق مدرسی: (یہاں سے ختم رسالہ تک جس کا پتہ اشرف السوانح کی سرخی ''الحاق متضمن طریقہ اشاعۃ الخ کے تحت میں بہ عنوان انتہاء بتلایا گیا ہے۔ نقل کرتے چلے جائیں۔'' ۱۲۔

(اشرف السوانح جلد ا، ص ۴۲۵)

التبدیل من التثقیل الی التعدیل

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ
مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

التبدیل من التثقیل الی التعدیل

بعدالحمد والصلوٰۃ: یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴؁ھ کوایک مقام سے ایک خط آیا جس میں دل کھول کر میرے طریق اصلاح وتربیت پر مجھ کوسب وشتم کیا گیا اور طریق مروج کے اتباع کی فرمائش کی گئی ہر چند کہ اس کے قبل بھی ایسے خطوط متعدد بار آ چکے ہیں مگراس میں خیر خواہی کا دعویٰ نہیں کیا گیا تھا اس لیے ان کے معاندانہ لہجہ پر غلبۂ نظر کے سبب زیادہ قابل التفات نہیں سمجھا گیا۔ گوکسی قدر ان سے بھی متاثر ہوکر طرز عمل میں تغیر کیا گیا نیز اپنی حالت پر ہمیشہ نظر تنقیدی کی عادت کو بھی اس تغیر میں خاص دخل ہے چنانچہ حسن العزیز کے حصہ ملفوظات میں دور جدید کی سرخی کا مضمون جوکہ غرہ رمضان ۱۳۴۴؁ھ کا لکھا ہوا ہے اور ضمیمہ تتمہ خامسہ میں طور جدید کی سرخی کا مضمون جوکہ الامداد بابتہ ذی الحجہ ۱۳۳۰؁ھ میں شائع ہوا ہے۔ اس دعویٰ پر کافی دلیل ہے مگراس اخیر خط میں باوجودیکہ وہ اپنے کاتب کے اصول وفروع طریق سے محض بیخبر ہونے پر قطعی شہادت دے رہا ہے لیکن اس میں خیر خواہی ومحبت وخلوص نیت کا یقین بھی دلایا گیا ہے جس کی تکذیب کا مجھ کوکوئی حق نہیں اس لیے اس کی ناواقفی پر نظر نہ کرکے اوراس کے دشنامی لہجہ کو حافظؒ کے اس مصرعہ (ع) بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی) کے تحت میں داخل کرکے اوراسی کے ساتھ اپنے نفس کو بھی غوائل سے بری نہ پاکر خاص طور سے اس میں نظر کی گئی اور نظر کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ میرے طرز موجود کی مثال اس علاج کی سی ہے جس میں معالج صحت کے درجہ کاملہ کی تحصیل کے لیے اسباب مرض کے استیصال کا اہتمام کرتا ہے اوراس لیے ادویہ کی تلخی اور مریض کی

ناگواری کی پروا نہ کر کے کامل النفع دوا تجویز کرتا ہے اور پرہیز میں بھی خفیف سے خفیف مضار سے بچانے کی سعی کرتا ہے اور مریض کی ادنیٰ کوتاہی اور بے پروائی پر اپنی ناراضی ظاہر کرتا ہے اور اگر لطف مفید نہیں ہوتا تو عنف کا استعمال کرتا ہے اور کاتب خط کی مثال اس علاج کی سی ہے جس میں معالج مریض کی ناتمام صحت پر قناعت کر کے دوا وہ تجویز کرے جس کو مریض خوشی سے گوارا کر لے اگرچہ مرض کا استیصال نہ ہو صرف قدرے کمی ہو جائے اگرچہ بعد چندے وہ پھر زور پکڑے یا اگر معتدبہ کمی بھی ہو گئی تھی لیکن استیصال نہ ہوا تھا اس لیے بعد چندے پھر عود کر آئے۔ اسی طرح اس کی بدپرہیزی میں بھی تسامح کرے کہ مہلک اشیاء سے تو روک ٹوک کرتا رہے لیکن مرض ومضعف اشیاء کی اجازت دے دے۔

یہ تو فرق کی تحقیق تھی طرز موجود اور اس کاتب ناصح کی تجویز میں۔ باقی ان دونوں کے نتیجہ میں جو فرق ہے وہ خود فرق مذکور سے ظاہر ہے کہ ایک میں نفع تام ہے گو مریضوں کی ناقدری و بے خبری سے عام نہ ہو اور دوسری تجویز میں نفع تام نہیں گو کم ہمت اور نادان مریضوں کے ہجوم سے صورۃً نفع عام متوہم ہو۔ پھر ان دونوں فرقوں کے بعد اس میں غور کیا گیا کہ اب تک تو طرز اول ہی کو اس لیے راجح سمجھ کر اختیار کیا جا رہا تھا کہ یہ طرز جس طرح اپنی غایت کے اعتبار سے راجح ہے اسی طرح اصول طریق کی موافقت کے سبب بھی راجح ہے۔ چنانچہ ائمہ طریق کے واقعات معالجات سے تو (جو کتب فن میں ہزاروں کی تعداد میں منقول ہیں) صراحۃً بلاتامل اور کتاب وسنت سے بعض میں قدرے تامل کے ساتھ اور اکثر میں بلاتامل یہ موافقت ثابت ہے جو جابجا میری تقریرات وتحریرات میں متفرقاً اور مسائل السلوک وتکشف وتشرف میں مجتمعاً مذکور ہے۔

بہرحال اسی رجحان علمی وعملی کی بناء پر اب تک یہ معمول تھا لیکن پھر بھی احتیاطاً اس خط کی بناء پر ایک دوسرے پہلو پر بھی نظر کی گئی وہ یہ کہ جن مریضوں کے نفع کے لیے یہ دردِ سر اختیار کیا جا رہا ہے جب وہی اس کو ثقیل سمجھتے ہیں تو ایسی حالت میں طبیب کا یہ اہتمام

بلغ بالکل انلزمکموھا و انتم لھا کٰرھون اور مدعی سست گواہ چست کا مصداق ہے۔ جو کہ غیر ضروری ہے تو جانبین کی سہولت کے لیے عملاً اس قدر پر اکتفا مناسب ہے جس کو مریض گوارا کر سکے اور جس قدر اس میں نقص ہے تعلیماً اس پر تنبیہ کر دی جائے تا کہ ایک درجہ تک اس میں تلبیس وخیانت سے بھی صیانت رہے عادت عامہ کی بھی رعایت ہو جائے آگے اپنے نفع نقصان کو وہ خود دیکھ لے۔ اس صورت میں اس طرز تربیت کی شان تبلیغ عام کی سی رہ جائے گی جس میں مبلغ کے متعلق ارشاد ہے۔ قُل یٰاَیّھاالنّاسُ قَدۡ جاءَ کُمُ الحقُ مِن رَّبکُم فَمَنِ اھۡتَدٰے فانّما یھتدِی لِنَفۡسِہ و مَنۡ ضَلَّ فَاِنّمَا یَضِلُّ علیھَا وَمَاانا علَیکم بوکیۡل.

جیسا طرز سابق کی شان تادیب خاص کی سی تھی جس کے متعلق ارشاد ہے

"کلکم راعٍ وَکَلکُم مسؤل عنۡ رعَیتہ الحدیث" اور چونکہ عدم التزام کی حالت میں جس کی علامت گرانی ہے احقر کو طالبین کے ساتھ راعی ورعیت کا سا تعلق نہیں اس لئے مجھ کو یہ دوسرا طرز اختیار کرنا بھی جائز ہے اور چونکہ اس وقت طالبین کا غالب مذاق یہی ہے اس لیے اب اس جائز کو اختیار کر لینے کا ارادہ کر لیا ہے۔ لوگ کڑوی دواؤں سے بچیں گے۔ میں مشقت اور مشقت کے صلہ میں گالیوں سے بچوں گا۔ اگر کسی کو نفع کامل حاصل کرنا مطلوب ہوگا اس کے لیے اس نفع ناقص کے ساتھ میری کتابوں کا انضمام انشاءاللہ تعالیٰ کافی ہو جائے گا۔ میں بلاضرورت کیوں غم میں پڑا بقول مشہور قاضی جی تم کیوں دُبلے کہنے لگے شہر کے اندیشہ سے۔

باقی اس طرز جدید کی جزئیات وخصوصیات کا انضباط جامع مانع عبارت میں متعسر ومتعذر ہے البتہ اجمالی اشارہ ان عنوانات سے ہوسکتا ہے۔ تحمل ۔ تامل ۔ تجمل تامل ۔ تجمل تعمل ۔ تحمل ۔ تمہل تسہل یہ تحریر اسی تبدیل کی اطلاع کے لیے ناظرین کے سامنے لائی گئی ہے اور دو اعتبار سے اس کے دو لقب ہو سکتے ہیں۔ ایک اعتبار تو یہ ہے کہ میرے نزدیک طرز سابق تعدیل تھا اب اس سے تنزل کر کے زیادہ تخفیف وتسہیل

کی گئی۔اس اعتبار سے تو اس کا لقب "التنزیل من التعدیل الی التسہیل " ہے اور ایک اعتبار یہ ہے کہ معترضین کے نزدیک وہ طرز سابق تشدد اور تثقیل تھا اور دوسرا طرز تعدیل ہے اس اعتبار سے اس کا لقب "التدبیل من التثقیل الی التعدیل" ہے اور چونکہ اس تبدیل میں مذاق عامہ کی رعایت کی گئی ہے اس لیے تسمیہ میں بھی اسی کی رعایت سے دوسرے لقب کو تجویز کرتا ہوں چنانچہ سرنامہ پر آپ کو یہی ملے گا۔ واللہ ھو الھادی فی المقاصد والمبادی.

اور ہر چند میں یہ بھی جانتا ہوں کہ بعض معترضین یا نادان محبین اس پر بھی قناعت نہ کریں گے اس سے بھی تنزل کی رائے دیں گے مگر میں اس سے اس لیے معذور ہوں کہ میرے نزدیک اس سے تنزل تربیت ہی کا کوئی درجہ نہیں بلکہ صاف ترک تربیت ہے۔ البتہ اگر کسی وقت حالات خاصہ مقتضیۂ ترک تربیت رونما ہوں گے جیسے خدا کرے فاعلین تربیت کا وجدان یا خدا نہ کرے قابلین تربیت کا فقدان اس وقت اس ترک کو بھی جائز سمجھ کر اختیار کرلوں گا اور یہ ترک عام ہے۔ باقی ترک خاص وہ عدم مناسبت کی صورت میں اب بھی کسی خاص شخص کے لیے تجویز کیا جاسکتا ہے۔

فی الاول للآیة و لتکن منکم امة یدعون الی الخیر الخ. وفی الثانی الحدیث اذا رأیت شحاً مطا عاً وھوی متبعا ودنیا موثرةً واعجاب کل ذی رای برأیه فعلیک بخاصة نفسک ودع امر العامة.

ولیکن ھذا اخر الکلام واللہ المستعان . وعلیه التکلان. فی کل مرام ثالث جمادی الاول ۱۳۵۴ھ۔

(اشرف السوانح جلد۲،ص۱۱۹)

آئینہ تربیت

حضرت حکیمُ الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
رئیس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

دیباچہ

(از مولانا عبدالحی حیدر آبادی)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ اصحابہ اجمعین

تربیت السالک جس کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں یہ ایک عجیب وغریب کتاب ہے جو علاوہ نادر اور عدیم النظیر ہونے کے مفید و دلچسپ بھی اسی قدر ہے کہ جس کو اس فن سے قدرے مناسبت ہو تو وہ بغیر تمام کئے نہیں رہ سکتا اس کی ضرورت واحتیاج مبتدی سے لے کر شیخ الشیوخ تک کو ہے۔ یہ کتاب اصل میں روحانی مشکلات وامراض کا مطب ہے چنانچہ سالکین کے سوالات کے جواب میں جو حضرت مجدد الملت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے تحریر فرمایا یہ اسی کا مجموعہ ہے جس میں ان سینکڑوں غلطیوں کا جو اس فن میں مدت دراز سے پیدا ہوگئی تھیں قلع قمع کیا گیا ہے۔ شاعرانہ مبالغہ نہیں وہم پرستی نہیں بلکہ مشاہدہ وتجربہ ہے کہ اگر اس کتاب کا روزانہ ورد رکھا جائے تو ان شاء اللہ ایک دن یار آید بکنار منزل مقصود پر فائز ہوگا۔ یہ کتاب ایک عرصہ تک رسالہ الامداد میں شائع ہوتی رہی اور جب (۷) حصے تک پہنچی تو رسالہ مذکور بعض وجوہ سے بند ہوگیا جس کے بعد سے ان حصوں کا دستیاب ہونا مشکل ہوگیا اور نیز اس کی طوالت کی وجہ سے ہر شخص کو اس کا مطالعہ بھی دقت سے خالی نہ تھا بعض اوقات ایک مسئلہ کیلئے مجھ کو پوری کتاب کی ورق گردانی کرنی پڑتی تھی اس لئے مجھ کو خیال ہوا کہ سہولت کی غرض سے اس کے مضامین کی فہرست تیار کروں جب اس سے

فارغ ہوا تو میرے محترم دوست مولانا شبیر علی صاحب نے مشورہ دیا کہ یہ فہرست صرف ان کیلئے مفید ہوگی جن کے پاس اصل کتاب ہو۔ وقلیل ماہم اس لئے اس فہرست کے عنوانات کو اس طرح ضبط کیا جائے کہ خود مسئلہ بھی مختصر شکل میں معرض تحریر میں آجائے جس کی تصویب حضرت پیرومرشد نے بھی فرمائی۔ الحمدللہ ذالک کہ خدائے تعالیٰ نے اس کام کو میری خواہش کے موافق انجام تک پہنچادیا۔

یہ خلاصہ صرف ان (۷) حصوں کا ہے جو الامداد میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتا رہا ہے اور جس کا دوسرا حصہ بحسب ترتیب سنین النور میں شائع ہو رہا ہے وہ ان شاءاللہ آئندہ کسی موقع پر اس کے جزو ثانی کی حیثیت سے پیش کروں گا۔

اس لحاظ سے یہ اس خلاصہ کا جزو اول ہے جس میں بعض جگہ اصل کتاب کے صفحات کا حوالہ ہے اب یہ احقر العباد اس خلاصہ کو حضرت پیرومرشد حکیم الامت کی خدمت میں پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہے اور یہ درخواست ہے کہ اس کا نام تجویز فرما کر قدرے دیباچہ تحریر فرمائیں تاکہ میرے واسطے کی کثافت پر جلا ہو جائے اور آخر میں برادران طریقت سے دعائے خیر کا طالب ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمين۔

عبدالحئ

استاد الكلية فى الجامعة العثمانية

حیدرآباد دکن ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ

آئینہ تربیت

بعد حمد و صلوٰۃ یہ تربیت السالک کے مضامین کے متعلق ایک یادداشت ہے اور اس کا ملخص بھی جس کو جامع الکمالات العلمیہ والعملیہ مولانا عبدالحیٔ صاحب سلمہ نے مرتب فرمایا ہے۔ پوری حالت اور منفعت اس کی خود مولوی صاحب کی تمہید سے جو ذیل میں موجود ہے معلوم ہو گی جس کے ہوتے ہوئے اس تمہید کی ضرورت نہ تھی مگر مولوی صاحب کی خوشی کے لئے جو کہ اسی تمہید میں مذکور ہے، یہ چند سطور لکھ دی گئیں اور ان ہی کی خوشی کے لئے اس کا ایک مناسب نام بھی تجویز کرتا ہوں جو پیشانی پر مرقوم ہے اللہ تعالیٰ اس کو نافع و مقبول فرماوے۔ کتبہ اشرف علی ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ

نوٹ: آئینہ تربیت جو کہ اصل میں تربیت السالک کے بعض اجزاء کا خلاصہ ہے لیکن عرصہ سے نایاب تھا اس کی حفاظت کے پیش نظر جزو کتاب بنایا جا رہا ہے۔ (مرتب)

مطلوب کیا ہے

مطلوب مقامات ہیں نہ احوال، کیونکہ اوّل اختیاری ہیں دوسرے غیر اختیاری ہیں۔

وساوس

وساوس کا ہجوم رحمت ہے جس سے عجب و خود پسندی کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ وساوس کتنے ہی برے ہوں مضر نہیں ہیں جب تک کہ ان کے متعلق قصد نہ ہو۔ وساوس سے پریشان نہ ہونا چاہئے اس کا بہتر علاج یہ ہے کہ اس پر خوش ہو۔ ہجوم وساوس بھی ایک مجاہدہ ہے۔ وسوسہ منافی اخلاق و حضور نہیں ہے۔

زبانی تسبیح

زبانی تسبیح بھی مفید ہے بشرطیکہ اثر کا قصد ہو۔

انسان کس کا مکلف ہے

دل لگنے کا انسان مکلف نہیں البتہ خود دل کا متوجہ رکھنا ضروری ہے۔انسان صرف اس کا مکلف ہے کہ اخلاق رذیلہ کے مقتضیٰ پر عمل نہ کرے نہ ازالہ کا۔اعمال کی مقبولیت کا انسان مکلف نہیں۔انسان کو چاہئے کہ اپنے قصور کی کسی سے معافی مانگ لے اور قبولیت کا مکلف نہیں ہے۔

کس کا مطالعہ کرے

اگر خوف خداوندی کا غلبہ ہو تو مضامین رحمت کا مطالعہ مفید ہوتا ہے گریہ اور خوف کا غلبہ ہو تو آیاتِ رحمت و بشارت کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

بیعت میں جلدی نہ کرے

ذکر شیخ سے گریہ طاری ہو تو کسی دوسرے شغل میں لگ جانا چاہیئے جب تک چند روز تعلیم یا صحبت سے مناسبت نہ پیدا کرلے بیعت میں جلدی نہ کرے۔

سالک کی مصلحت

بعض سالکین کے لئے انوار وغیرہ کا منکشف نہ ہونا ہی مصلحت ہوتا ہے۔

کامیابی کس پر ہے

کامیابی مقصود کی دھن پر ہے نہ کہ صرف دوامِ عمل پر۔

ناامید نہ ہو جاؤ

معاصی کے ارتکاب سے ناامید نہ ہونا چاہیے اور توبہ واستغفار کے بعد کام شروع کر دینا چاہیئے اپنے گناہوں کی تلافی سے مایوس ہونا اور گھبرانا یہ شیطانی کید ہے جو خدا کی رحمت سے ناامید کرتا ہے۔

دولت

ورد کے ترک پر افسوس کرنا بھی دولت ہے۔

علاج گناہ

معاصی کا علاج صرف ہمت اور استغفار ہے۔

نالائق پیر

جس پیر کے مرید اکثر بے نمازی و غیر صالح ہوں وہ قابل بیعت نہیں ہے جس پیر کو دیکھو کہ وہ مرید کرنے میں کسی مذہب کی قید نہیں لگاتا اس کو تم بھی کسی مذہب کا پابند نہ جانو۔

درس وتدریس

درس وتدریس بھی عبادت ہونے کی وجہ سے قائم مقام مراقبہ ہے۔

سالک کا کام

عبادات میں لذت کا متلاشی نہ ہونا چاہیے۔ سالک کو کام میں لگنا چاہیے ثمرہ پر نظر نہ چاہیے۔

اضافی اَوْرَاد

تعلیم شیخ کے علاوہ اوراد کے پڑھنے کی تین شروط ہیں۔

(۱) تعلیم شیخ میں بخل نہ ہو (۲) قوت سے زیادہ نہ ہو (۳) شرع کے خلاف نہ ہو۔

اصل مقصود

ثمرات و کیفیات پر نظر کرنے سے پریشانی بڑھتی ہے اصل مقصود عمل ہے۔

کیفیت پر کیا کرے

کسی وارد یا کیفیت کا غیر محرم سے ذکر نہ کرنا چاہیے اور نہ اس پر غرور کرنا چاہیے بلکہ

نعمت سمجھ کر شکر کرنا چاہیئے۔ کسی کیفیت وحال کو بقاء نہیں ہے کسی حال کو ضبط کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اگر اثنائے ذکر میں کوئی عجیب بات کا انکشاف ہو تو اس کو ضبط کر لینا چاہیئے۔

تنگدلی کا علاج

جو شخص تنگدستی سے تنگ دل ہو اس کے لئے معاش کا ذریعہ مناسب ہے۔

زبان درازی کا علاج

ہمت اور لوگوں سے کم ملنا، زبان درازی اور یاوہ گوئی کا علاج ہے اور پھر کوتاہی ہو تو استغفار کرے۔

غیبت سے پرہیز

جن مجالس میں غیبت ہو وہاں سے خود اُٹھ جانا چاہیئے۔

ذکر کے آثار

ذکر و شغل کے زمانہ میں دودھ اور روغنی اشیاء کا استعمال کرنا چاہیئے ورنہ خشکی اور ذکر کے آثار باہم مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ کبھی غلبہ ذکر کے آثار سے غصہ بڑھ جاتا ہے جو عارضی ہے۔ ذکر کے لئے کسی نشست کی قید نہیں۔

شک نہ کرے

فقہاء کے نزدیک کسی مومن کا اپنے ایمان میں شک کرنا کفر ہے۔

تعداد مقصود نہیں

اگر طبیعت میں شمار ذکر سے انتشار ہو تو تعداد کو چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ وہ مقصود نہیں ہے۔

مُرشد بہتر سمجھتا ہے

بعض طبائع کو اشغال و مراقبات سے مناسبت نہیں ہوتی جسکو کامل شیخ سمجھ سکتا

ہے ایسے طالبین کو صرف ذکر لسانی مفید ہوتا ہے۔ایک کا طریقہ تعلیم دوسرے کے لئے مفید نہیں ہے جس کو شیخ کامل سمجھتا ہے۔

کم ہمتی

کم ہمتی کا علاج صرف ہمت ہے۔تمام مجاہدات کا دارومدار ہمت پر ہے۔

بیعت کا ٹوٹنا

گناہ کبیرہ سے بیعت نہیں ٹوٹتی جب تک کہ نیت فسخ نہ کرے۔

طبیعت رکنے کا علاج

اگر ہم خیال لوگوں کے نہ ہونے سے طبیعت ذکر سے رکتی ہو تو ذکر خفی کرے۔

مسنون ذکر

ذکر لسانی پاسِ انفاس سے زیادہ منافع ہے کیونکہ مسنون ہے۔

بیوی کی محبت

بی بی کی محبت کوئی مرض یا عیب نہیں ہے مگر غلو نہ ہو کہ مشاغل ضروریہ میں اس سے فرق آئے۔

بدنظری کا علاج

بدنظری ایک مرض ہے جس کیلئے سخت مجاہدہ کی ضرورت ہے مثلاً ایک نظر پر بیس نفلیں پڑھے۔

اُچھلنا، کودنا

اُچھلنا، کودنا شوق اور ضعف سے پیدا ہوتا ہے کمزوری کا علاج مفرحات اور مقویات سے کرے

کوتاہی کا کفارہ

اگر عمل میں کوتاہی ہو تو علاوہ استغفار کے کچھ جرمانہ بھی مقرر کرنا چاہیئے، مثلاً بیس رکعت نفل پڑھے۔

میں کم تر ہوں

کسی کو حقیر نہ سمجھے یعنی دل میں اعتقاد رکھے کہ میں سب سے کمتر ہوں اور اس وقت اپنے عیوب کو پیشِ نظر رکھے۔ ہمعصروں سے خودکو کم تر محسوس کرنا دلیل ترقی ہے۔

ابتدائی کیفیات

ابتدائے سلوک میں ہر شخص پر مختلف کیفیات ہوتی ہیں مثلاً کبھی شوق، کبھی دل خالی، کبھی گریہ۔ مبتدی کو اخبار کا مطالعہ مضر ہے۔

اخیر شب اٹھنا

شب کو سویرے کھانا اور عشاء پڑھ کر سویرے سونا اخیر شب میں آنکھ کھلنے کیلئے معین ہے۔

تصوف کا مقصود

اس فن کا مقصود صرف رضائے حق ہے جو دنیا میں مجاہدات و ریاضیات سے حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں قساوت وہ ہے جو مصیبت کے بعد افسوس نہ ہو گریہ نہ ہونا قساوت نہیں ہے۔

اسباب پر نظر

اسباب پر نظر حال کی کمی سے ہوتی ہے نہ کہ نقص اعتقاد سے۔

اہلیہ کی ناموافقت

اہلیہ کی ناموافقت پر صبر کرنا یہ خود مجاہدہ ہے صبر سے برداشت کرنا چاہیئے۔

حاجت براری کا عمل

بعد عشاء کے ۱۴ سو ۱۴ مرتبہ "یا وہابُ" پڑھنا حاجت براری کے لئے مفید ہے۔

مبارک حالت

اگر دعا کے بعد اطمینان و فرحت محسوس ہو تو مبارک حالت ہے گریہ کے آنسو

متبرک نہیں۔ دعاء کا مقصود تضرع وزاری ہے اگر اردو میں ہو تو بہتر ہے۔

راضی برضا رہے

حق تعالیٰ بیمار بھی رکھیں تو اس پر راضی رہنا چاہیئے کیونکہ وہ بھی رحمت وحکمت سے خالی نہیں ہے اس تصور سے کچھ غم نہ ہوگا۔

ناراضی دور کرنے کا عمل

اگر داہنے ہاتھ کی انگلیوں پر بسم اللہ پڑھ کر کسی ناراض شخص کو سلام کرے تو یہ عمل باعث رضامندی ہوگا۔

مراقبہ کی تعلیم

مراقبہ کی تعلیم اس شخص کو دینا چاہیے جو صاحب علم ہو یا صحبت سے صاحب فہم ہو گیا ہو۔

وظائف کی پابندی

اگر آخر شب میں تہجد میسّر نہ ہو سکے تو بعد عشاء کے اپنے وظائف پورے کرے۔ ورد کے یاد آنے پر پھر شروع کرنا یہ بھی حکم دوام ہے اور رضائے حق ہے۔

ایذاء سے پرہیز

ذکر جہر سے سونے والوں کو تکلیف ہو تو ذکر خفی کرنا چاہیئے۔ اگر ذکر جہر سے اہلیہ کی تکلیف کا خیال ہو تو دریافت کر لیا جائے۔

ذکر و تلاوت کے ختم کی دعاء

ذکر ختم ہونے پر دعا پڑھنا چاہیئے اے اللہ اپنی محبت ومعرفت اور توفیق ذکر وطاعت نصیب فرما اور ختم تلاوت پر یہ الفاظ پڑھنا چاہیئے اللہ تلاوت وعمل بالقرآن کی توفیق بخشے۔

ناغہ کا عذر

معمولات کے ناغہ ہونے کیلئے سفر کا عذر صحیح ہے۔ اتفاقاً بضرورت شدیدہ کسی

مہمان کی خاطر سے معمولات میں تغیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

آنکھ کھلنے کا عمل

سورۂ کہف کی آخر آیت انّ الذین اٰمنوا وَ عملوا الصّٰلحٰتِ سے آخر سورۃ تک پڑھ کر دعا کر کے سو رہنا تہجد کیلئے آنکھ کھلنے میں مجرب ہے۔

سلف کا مطالعہ

مبتدی کے لئے کتب سلف کا مطالعہ مضر ہے۔

شیخ کی تلاش

تلاش شیخ کا طریقہ یہ ہے کہ جس سے اعتقاد ہو اس کے پاس چندروز رہے۔

تعدادِ ذکر کی حکمت

تعدادِ ذکر کے تعین میں یہ اقرار ہے کہ اگر چہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غیر متناہی ہیں مگر اس کے احاطہ سے ہم عاجز ہیں۔

کوئی بے خوف نہ ہو

اپنے فیصلۂ آخرت کے متعلق کوئی مطمئن نہیں ہو سکتا کیونکہ بشارت یقینی اس عالم میں ممکن نہیں ہے اور بشارت ظنی اختیاری نہیں۔

ہمت ضروری ہے

اصلاح بدونِ ہمت کے کسی کی توجہ سے نہیں ہوتی اور نری تمنا ہوس ہے۔ شیخ محض واسطہ اور محرک ہے۔

نیک خواب

خواب اس وقت مبشرات ہیں جس وقت اس پر عمل کرنے کی ہمت ہو۔

عقلی محبت

خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف عقلی محبت کا انسان مکلف ہے۔

محبتِ دنیا کی کمی

کتاب ذم الدنیا از کیمیائے سعادت کا مطالعہ محبت دنیا کو کم کرتا ہے۔

استقلال

بتکلف کسی کام پر دوام کرنے سے استقلال وملکہ ہو جاتا ہے۔

کشف وکرامات

مبتدی کے لئے کشف وکرامات رہزن ہیں۔

زیارتِ نبوی

کسی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادینا اسکی مقبولیت کی دلیل نہیں ہے۔

خیرات

خیرات مستقل طاعت سمجھکر کرنا چاہیئے نہ بطور رشوت۔

محبتِ مُرشد

شیخ کی محبت بالواسطہ خدا کی محبت ہے۔

مراقبۂ رحمت

مراقبۂ موت سے وحشت ہوتو مراقبۂ رحمت (شوق وطن) کا مطالعہ مفید ہے۔ کسی مضمون کا تصور باندھنا مراقبہ ہے۔

دفعِ شیطان

لاحول اور تصور شیخ سے شیطان دفع ہوتا ہے۔

نیت کا فساد

اگر اصلاح باطن اس غرض سے کرے کہ لوگوں کو بیعت کروں گا تو اسکی اصلاح کبھی نہیں ہوسکتی۔

بیعت لینے کی شرط

بیعت لینے کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ اپنے کو اہل نہ سمجھے۔

آخرت کا دیدار

آخرت میں ہر شخص کو اسکی معرفت وتقویٰ کے مطابق دیدار ہوگا۔

حق اور غیر حق

جس کا تعلق حق سے نہ ہووہ غیر حق ہے اور جسکا تعلق حق کے لئے ہووہ غیر حق نہیں ہے۔

انتہائی حالت

انتہائی حالت میں عقل طبیعت پر غالب رہتی ہے اس لئے سکون رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ وانبیاءؑ مستی وشورش سے خالی تھے بخلاف متوسطین اولیاءؒ کے۔

صاحبِ نسبت کی شناخت

صاحب نسبت کے پہچاننے کا بہتر طریقہ اعمال سے ہے کہ اتباع کامل شرع کا ہے یا نہیں ہے۔

تجلی کی پہچان

اگر کسی تجلی کے ظہور کے بعد ضلالت و وحشت کی علامت پائی جائے تو یہ تجلی شیطانی ہے اگر ہدایت اور انس وفرحت کی علامت پائی جائے تو تجلی رحمانی ہے۔

ایک نظر میں کامل کا معنی

ایک نظر میں خدارسیدہ بنانے کے یہ معنی ہیں کہ طالب میں استعداد اور صلاحیت

اعمال اختیار یہ کرنے کی ہو جاتی ہے اور باقی تکمیل تو خود عمل سے ہوتی ہے۔

ولایت

ولایت مقبولیت کو کہتے ہیں اور نسبت بھی یہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا تصور

تصور حق اس طرح کرے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہا ہے اگر ذات کا تصور نہ جم سکے اور خطرات کا ہجوم ہو تو قلب کی طرف متوجہ ہو کر تصور جمائیں کہ دل اللہ اللہ کرتا ہے۔

قضائے عمری کا طریقہ

قضائے عمری کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ ایک نماز ادا کرے۔

مُضر خیال

واردات پر ناز یا اس کو کمال سمجھنا مضر ہے۔

اطمینان عقلی

الابذکر اللہ تطمئن القلوب سے اطمینان عقلی مراد ہے کہ نہ طبعی۔

معمولات

معمولات میں جس روز جس ذکر سے دلچسپی ہو اسی کو معمول سمجھے۔

ناجائز محبت کا ازالہ

کسی کی ناجائز محبت کے ازالہ کے بعد اگر خفیف میلان رہے تو یہ مضر نہیں۔

پابندی

بجائے کثرت کے مداومت عمل زیادہ مفید ہے۔ اس لئے تمام شب بیداری خلاف سنت ہے۔ ہجوم مشاغل میں تھوڑا کام بھی بالکل ناغہ سے بہتر ہے۔ معمولات کا بدستور بلا ناغہ پورا ہونا استقامت فوق الکرامت ہے۔

طبیعت کا اطمینان

اگر دو جگہ کے قیام میں تردد ہو تو جس جگہ قیام میں جمعیت ہو اس کو منجانب اللہ خیال کرے۔

کامل شیخ

اصلاحِ خیالات بجز کامل شیخ کی صحبت کے میسر نہیں ہوتی۔

نماز میں خشوع

نماز میں الفاظ کا سوچ کر ادا کرنا خشوع پیدا کرتا ہے اور مقتدی ہونے کی حالت میں دل میں الفاظ کا خیال کرے۔ جماعت کی نماز میں اگر یکسوئی نہ ہو اس کو ترک نہ کرنا چاہئے۔

وہم کا علاج

مرض وہم کے دفع کیلئے کسی کامل کی صحبت اختیار کرے یا چند روز وہم پر عمل نہ کرے۔

آج کل کا جرمانہ

قلت غذا کا جرمانہ آجکل مناسب نہیں بلکہ نفل پڑھنا بہت بہتر ہے۔

ذکر اور عام واعظ

موجودہ واعظوں کی مجالس میں شریک ہونے سے ذکر و معمولات میں مشغول ہونا بہتر ہے۔

بُغض فی اللہ

اگر کسی بد دین کی عداوت توبہ کے بعد محبت سے بدل جائے تو سمجھنا چاہیئے یہ عداوت بغض فی اللہ تھی ورنہ تکبّر ہے

متعدد شیوخ

تعلیم میں متعدد شخصوں کا اتباع نہ کرنا چاہیئے۔ طالب کو اپنے شیخ کے علاوہ کسی

غیر سے تعلق تعلیم نہ رکھنا چاہئے۔ مگر با اجازت۔

صحت

صحت کے لئے چھ گھنٹے سونا ضروری ہے ایک دفعہ ہو یا بہ تفریق۔ سالک کو حفظ صحت کا خیال ضروری ہے۔

اللہ کی عادت

عادۃ اللہ یہی ہے کہ استغفار خاص زندوں سے ہوتا ہے۔

خلافت حقیقی

خلافتِ حقیقی یہ ہے کہ اپنے پیر کے رنگ میں رنگ جائے اور دوسری شرط یہ ہے کہ ظاہراً یا باطناً اس کی خواہش نہ کرے۔

پان

پان منہ میں رکھ کر ذکر یا درود شریف کے ورد کرنے کا حرج نہیں اگر چہ تمبا کو بھی ہو مگر الا یچی شامل کر لے۔

تلاوتِ قرآن

اگر تلاوت قرآن سے اتنی دلچسپی ہو کہ تمام اوراد بھی ترک ہو جائیں تو حصول مقصود کے لئے معین ہوگا۔

حُبِّ دنیا

جائز حاجتوں کے لئے مال کی خواہش حب دنیا نہیں ہے بلکہ بلا خیال حرام یا ضرورت سے زائد جمع کرنا یہ حبّ دنیا ہے۔

لڑکیوں کی تعلیم

اگر نا بالغ بڑی لڑکیوں کی تعلیم کا کوئی انتظام بلا مرد کے نہ ہو سکے تو پس پردہ

اپنی بیوی کی موجودگی میں پڑھائے۔

دورنگی چھوڑ

دورنگی چھوڑدے یک رنگ ہوجائے یعنی یہ ہے کہ ایک شیخ کو اپنے تمام امور سپرد کردے۔

سب حال شیخ کو بتاؤ

شیخ کے سامنے کچا چٹھا پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بطور کلیات اپنے تمام عیوب بیان کردے۔ جزئیات کی تفصیل غیر ضروری ہے۔ شیخ سے اپنے کسی حال یا اعتقاد کو مخفی نہ رکھے۔

مخالف کی شرارت

مخالفین کی شرارت سے بے چین ہونا منافی اخلاص نہیں کہ امر طبعی ہے۔

ناشکری

ترکِ نعمت ناشکری ہے۔

زمانہ کی رعایت

اس زمانہ میں قلتِ مجاہدہ پر وہی دولت نصیب ہوتی ہے جو سلف کو مجاہدہ عظیم پر میسر ہوتی تھی۔

نفع رسائی

نفع رسانی افضل عبادت ہے۔

حقیقی حسن

اگر کسی حسین کی طرف میلان ہو تو یہ تصور کرنا چاہیئے کہ حقیقی جمیل حق سبحانہٗ ہے دوسری طرف نظر نہ کرنا چاہیئے۔

سعادت کی علامت

شیخ کی صحبت وزیارت سے سکون ہونا علامت مناسبت ومفتاح سعادت ہے۔

غصہ کا علاج

جس پر غصہ ہو اس سے دور ہو جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا اور اپنی خطاؤں اور غضب خداوندی کو یاد کرنا غصہ کا علاج ہے

نوافل کہاں پڑھے

نوافل کا مکان میں ادا کرنا بہتر ہے مگر سکون و جمعیت اگر مسجد میں ہو تو گھر سے افضل ہے۔

طبیعتوں کا اختلاف

بعض طبائع کے لحاظ سے کسی کام کو پابندی سے نہ کرنا بھی اثر و برکت کے لحاظ سے دوام کے حکم میں ہے۔

یقین

جس شخص کو خدا کے ساتھ توکل و یقین کی دولت ہو جائے اسکو کبھی پریشانی نہیں ہوتی۔

قرض

قرض کا بار اٹھا کر شیخ کی صحبت میں رہنا فائدہ کو کم کرتا ہے۔

کامیاب نسخہ

(۱) اصلاح نفس کا نسخہ شافیہ اگر نمازیں یا روزے ہوں ادا کرے۔ توبہ کرنا، بد نظری سے احتیاط، مراقبہ موت، تبلیغ دین کا مطالعہ، حقوق العباد سے بری الذمہ ہونا، بلا ضرورت تعلقات کی کمی، مواعظ کا مطالعہ، اوقات فرصت میں شیخ سے ملنا وغیرہ۔

(۲) (الف) تہجد چار رکعت تا بارہ رکعت بوقت تہجد یا بعد العشاء (ب) بعد تہجد بوقت فرصت ذکر لا الہ الا اللہ چھ سو سے بارہ سو تک جہر معتدل سے اور درمیان میں محمد رسول اللہ کہنا (ج) محاسبہ نفس۔

تعلیم کی اہمت

اگر تعلیم میں حرج ہوتو طالب العلم کے لئے نوافل غیر مناسب ہیں۔

خوشامد

جو قابل عظمت نہیں ہیں ان کی تعظیم بغرض خوشامد ممنوع ہے اگر شر سے بچنا مقصود ہوتو جائز ہے

شہید عشق

جو شخص عشق میں مبتلا ہو اور صبر کرے اور پھر مر جائے تو وہ شہید ہے۔

ذکر کا مقصود

ذکر کا مقصود یہ ہے کہ تعلق مع اللہ پیدا ہو جائے۔

فکر

اچھے کام کی فکر بھی موجب ثواب ہے۔

عبدیت

اپنے حال کو کچھ نہ سمجھنا عبدیت ہے۔

توحید کا غلبہ

قرآن شریف سے دلچسپی مذاقِ توحید کے غلبہ کی علامت ہے۔

خَلقِ خدا

چونکہ الخلق عیال اللہ (فرمایا گیا) ہے اس لئے ان سے کج اخلاقی باعثِ ناراضی (خالق) ہے۔

مشتبہ چیزیں

مشتبہ چیزوں کے کھانے سے شہوات کی کثرت ہو جاتی ہے۔

لڑکوں کا خیال

لڑکوں کی طرف اگر خیال ہو تو منہ اور قلب دونوں پھیرنا چاہئے یعنی دوسری طرف متوجہ ہو جائے۔

نماز میں آنکھیں بند کرنا

نماز میں یکسوئی کی غرض سے آنکھیں بند کرنا جائز ہے مگر خلاف افضل ہے۔

خوش طبعی

احباب کے ساتھ خوش طبعی مفید ہے اگر معتدل ہو۔

سلسلہ کی خاص علامت

حقوق العباد کا زیادہ خیال رہنا خاص سلسلۂ امدادیہ کی ممتاز علامت ہے۔

حقیقت شناسی

بجز رضائے مولا کوئی خواہش دل میں نہ ہونا حقیقت شناسی کی علامت ہے۔

عمل کی نعمت

ہر نعمت اس حیثیت سے کہ ہمارا عمل ہیچ ہے اور اس حیثیت سے کہ خدا تعالیٰ کا عطیہ ہے اور توفیق ہے قابلِ قدر ہے۔

خواب کی تعبیر

خواب کی تعبیر اگر صاف نہ ہو تو جواب دیدے تکلف نہ کرے۔

گناہ سے حفاظت

اگر معاصی سے احتیاط کی توفیق میسّر ہو تو کسی حال کی فکر نہ کرے۔

نفع مند غصہ

اگر غصّہ سے کوئی دینی یا دنیوی فساد برپا نہ ہو تو علاج کی ضرورت نہیں بلکہ نافع ہے۔

خودسپردگی

اپنے تمام امور کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کرنا اور جنت کی تمنّا اور دوزخ سے پناہ مانگنا عین سنت ہے۔

اتباعِ سنت

جس کو اتباعِ سنت کا ذوق میسّر ہوتا ہے اس کے نزدیک تمام احوال ولطائف کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔

نقشہ کو بوسہ

روضۂ مبارک کے نقشہ کو بوسہ دینا خلاف سنت ہے۔

حالتِ سفر

اگر سفر میں تہجد کا موقع نہ ملے تو تیمم کر کے صرف ذکر ہی کر لینا موجب برکت ہے۔

شیخ کا مشورہ

بلا مشورۂ شیخ کوئی شغل نہ کرنا چاہیئے۔ شیخ کی تجاویز کا اتباع اور اپنے احوال کی اطلاع ضروری ہے۔

عبدیت کی تکمیل

کسی وارد کے نہ ہونے سے تکمیل عبدیت ہوتی ہے اور عجب کی جڑ کٹتی ہے۔

بلاضرورت لقب

نام کے ساتھ بلاضرورت کسی لقب کا زیادہ کرنا اہل تفاخر کا شعار ہے۔

مُبتدی کے لئے ذکر

مبتدی کو بہ نسبت تلاوت کے کثرت ذکر نافع ہے تا کہ تلاوت کے قابل ہو جائے۔

مریض

مریض کو اپنی کوتاہی پر نادم رہنا اور آئندہ تدارک کا عزم کرنا اور بجائے

ذکر کے فکر کرنا کافی ہے۔

چھوٹی مصیبت

ناجائز ملازمت جب تک جائز کا انتظام نہ ہو ترک نہ کرے۔

فناء کی علامت

کافر کو خود سے بہتر اور خود کو ناقدر شناس نعمت الٰہی سمجھنا نیستی وفنا کی علامت ہے۔

شیخ کے متعلق عقیدہ

شیخ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ میرے حق میں اس سے زیادہ نافع اور میسر نہ ہوگا باقی بزرگی وکرامت اس کا علم اللہ کو ہے۔ شیخ کے ساتھ حسن ظن سے فضل الٰہی میسر ہوتا ہے۔

اصلاحِ اعمال

قلب کی صفائی اصلاحِ اعمال سے ہوتی ہے وظائف صرف معین ہوتی ہیں۔

فنائے علمی

اپنی ہستی کو بھول جانا اور اپنی تمام حرکت کو حق تعالیٰ سے منسوب کرنا فنائے علمی کی علامت ہے۔

مُربی کا منصب

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے عتاب کرنا مقتداء ومربی کا منصب ہے۔

حقیقی مقصود

غفلت نہ کرنا، گناہوں سے بچنا اور ارتکابِ گناہ پر فوراً توبہ کرنا اور پھر اس گناہ کی فکر میں نہ پڑنا یہ سلوک کا حقیقی مقصود ہے۔

حقیقی انوار

انوار جو قلب میں ہوں وہ نعمت ہیں اور وہی انوار حقیقیہ ہیں جن پر قرب مترتب ہوتا ہے۔

تعلیم حاصل کرنے کا طریقہ

شیخ سے تعلیم حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ اپنے تمام احوال و عیوب پیش کر کے تفویض کر دے۔ اور جو نسخہ شیخ تجویز کرے اسکو بلاتردد استعمال کرے۔

خواب حجت نہیں

اگر حالت شریعت کے موافق ہو تو خواب کتنے ہی مخالف اور شدید نظر آئیں حجت نہیں ہیں۔

اطاعت

اطاعت یہی ہے کہ مشقت برداشت کرے۔

امام غزالیؒ کی کتابیں

عیوب کے علاج کے لئے امام غزالیؒ کی کتب کا مطالعہ مفید ہے۔ "تبلیغ دین" کا مطالعہ حب دنیا کا علاج ہے اور روحانی امراض کے لئے مفید ہے پھر جو اثر باقی رہے اس میں مشورہ شیخ سے لینا چاہئے۔

بے جا تواضع

بعض اوقات تواضع میں نعمت کا انکار ہوتا ہے۔

حُزن

حزن مجاہدہ عظیم ہے۔

محاسبۂ نفس کا طریقہ

محاسبۂ نفس کا یہ بھی طریق ہے کہ روزانہ اپنے روزنامچہ سے شیخ کو اطلاع کرے۔

سوچ کر بولو

اگر بات سوچ کر کی جائے تو غیبت و لایعنی باتوں سے نجات ہوتی ہے۔

دنیا و آخرت کا مقصود

احوال بدون عمل محض خیالات ہیں۔ اس عالم میں مقصود عمل ہے اور عالمِ آخرت

میں کیفیت مع الثمر ات مطلوب ہے۔

ریاء کا خیال

کسی مجمع اور ریا کے خیال سے ورد کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

تواضع

تواضع وہ ہے جو ہر ایک کے ساتھ ہو۔

جذب کی علامت

دفعتاً سکوت کا ایک عرصہ تک بلا قصد طاری ہونا عالم غیب کے جذب کی علامت ہے۔

دماغی قوت

اعمال میں کوتاہی کا سبب ضعف ہے۔ دماغ کی تقویت کیجائے۔

روبرو تعریف

اگر کوئی شخص منہ پر تعریف کرے تو اس کو روکنا موافقِ سنت ہے۔

فنا کے آثار

اچھے لوگوں میں بیٹھنے یا تعظیم وتکریم سے شرمانا فنا وتواضع کے آثار سے ہے۔

خشیت کے آثار

کسی کے کام کرنے سے پہلے اس کے جواز وعدم جواز پر مطلع ہونے سے شکر کرنا آثارِ خشیت سے ہے۔

مواعظِ شیخ

مواعظ کا کثرت اور غور سے دیکھنا یکسوئی اور اصلاح کے لئے مفید ہے۔

بلا اختیار میلان

بوقت تہجد اگر بلا اختیار اہلیہ کی طرف میلان ہو تو حرج نہیں ہے۔

مستحبات

مستحبات کے لئے تحمل سے زیادہ مشقت وتعب برداشت کرنا مناسب نہیں ہے۔

مقتدی کی رعایت

نماز میں مقتدی کی رعایت غیر اللہ کی رعایت نہیں ہے بلکہ حکم الٰہی کی رعایت ہے۔

بدنظری کا علاج

اگر بدنظری کی شکایت ہوتو یہ سوچے کہ اللہ دیکھ رہا ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ اگر تیرا کوئی بزرگ، استاد، یاباپ، یا پیر ایسی حالت میں دیکھ رہا ہو تو شرما جائے گا، کیا تجھ کو خدا سے حیا نہیں آتی ہے؟

تکبر کا علاج

مسجد میں جا کر جوتے سیدھے کرنا اور پانی لوٹوں میں بھرنا اور موقعہ ہوتو جھاڑو دینا اس میں کبر کا علاج ہے۔

امر بالمعروف

بلا اجازت شیخ امر بالمعروف نہ کرے۔

ثمرات پر نظر کا مطلب

ثمرات پر نظر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے انتظار میں نہ رہے ورنہ دعا میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

نسبت کیا ہے

تعلق مع اللہ اور رضائے حق باہم متلازم ہیں اسی کو نسبت بھی کہتے ہیں۔

بچوں سے محبت

بچوں سے محبت کرنا اور کھیلنا تکبّر کے نہ ہونے کی دلیل ہے۔

صالحین کی محبت

تمیز دار اور صالحین کی محبت عین حق تعالیٰ کی محبت ہے۔

امتحان نہ کرتے پھرو

کسی کی دینداری اور حالت کا امتحان نہ کرنا چاہیئے۔

بددین سے نفرت

بددینوں سے طبعی نفرت یہ غرور نہیں ہے مگر یہ خیال کرے کہ ممکن ہے کہ ان میں بھی کوئی ایسی صفت ہو کہ عنداللہ ہم سے اچھا ہو۔

حُبِّ خدا وحُبِّ رسول

طبائع کے لحاظ سے بعض پر حبّ خدا کے آثار کا غلبہ ہوتا ہے بعض پر حبِّ نبویؐ کا اور دونوں میں منافات نہیں ہے اس لئے دونوں محبوب ہیں صرف لون کا اختلاف ہے۔

محبت نبوی کی علامت

درود شریف سے رونگٹے کھڑے ہونا ایک قسم کا وجد ہے جو محبتِ نبویہؐ سے ہوتا ہے۔

عاصی پر غصہ نہ کرو

کسی عاصی کو حقیر نہ سمجھا جائے اس پر غصہ کے وقت اپنے عیوب کا استحضار کیا جائے۔

نظر بازی

نظر بازی کا تھوڑا سا مرض بھی قابلِ علاج ہے لہٰذا جس شخص کو گفتگو میں لذّت آئے اُس سے فوراً جدا ہو جانا چاہیے۔

❀❀❀

اعمال پر استقامت

احوال اعمال پر استقامت کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

تذلیل کا غلبہ

غلبہ تذلیل محمود ہے مگر نہ اس قدر کہ نعمت کا کفران ہوجائے اگر احیاناً ایسا غلبہ ہوتو موجودہ نعمت کا استحضار مفید ہے۔

خود حال تجویز کرنا

اپنے لئے کسی حال کو تجویز کرنا آدابِ عبدیت کے خلاف ہے۔

ہلاکت

وارداتِ قلبی پر ناز والتفات کرنا ہلاکت ہے۔

فرائض وسنن مؤکدہ

فرائض وسنن مؤکدہ کو بالاعلان پڑھنا چاہیئے۔اور فرائض وسنن کے سوا سب اعمال پوشیدہ ادا کرے۔

زیادہ نفع

اذکار میں زیادہ نافع یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دیکھنے کا خیال رکھے۔

تفاخر وبیہودہ گوئی

تفاخر وریا وبیہودہ گوئی کا یہ علاج ہے کہ قصداً ایسے کام کرے جو تفاخر کے خلاف ہوں۔

فعل قبیح پر غصہ

کسی فعل قبیح پر غصہ آنا مذموم نہیں ہے۔مگر افضل یہ ہے کہ باوجود غصہ کے اس پر عمل نہ ہو۔مگر جس وقت کہ دل میں غبار بڑھ جانے کا احتمال غالب ہوتو اس وقت غصہ نکالنا افضل ہے۔

لباس

لباس میں صلحاء کا اتباع کرنا جب کہ نیت اچھی ہوتو ریا نہیں ہے۔

دُوری، دُور کرنا

اگر شیخ کو اپنے احوال کی اطلاع اور اس کی تعلیم کا اتباع کرتا ہے تو شیخ سے دوری مضر نہیں ہے۔

دُھن اور دھیان

کام اگر دھن و دھیان کے ساتھ قلیل بھی ہوتو کافی ہے۔

تلاوتِ قرآن

تلاوت کے وقت یہ خیال کر کہ حق تعالیٰ میرے پڑھنے کو سن رہے ہیں۔ نماز میں قرآن اس طرح پڑھنا چاہیئے کہ گویا جناب باری تعالیٰ کی پیشی میں عرض و معروض کر رہا ہے۔

تین محبتیں

بعد نماز کے حبّ خدا و رسول و حبّ شیخ کے لئے دعا کرنا عین سنت ہے۔

کامیابی کی دلیل

عجز و انکسار کامیابی کی دلیل ہے۔

گناہ چھوڑنا

معصیت کا چھوٹ جانا ہزاروں ذکر و شغل سے افضل ہے۔

بے فکری کا نقصان

اپنی اصلاح پر ناز نہ کرنا چاہیے اور نہ اکتفاء ورنہ شیطان بے فکر کر کے سب اوقات کی کسر نکال لیتا ہے۔

بدری صحابہؓ

اسماء بدریین کا کسی غرض دینی کے لئے پڑھنا بھی موجب ثواب ہے۔

مبتدی کا نصیحت کرنا

مبتدی کے لئے وعظ ونصیحت کرنا خطرناک ہے پہلے اس کو اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔

اپنے عیب سوچنا

ایک وقت معین تک اپنے عیبوں کو سوچنا اور زبان سے خود کو بیوقوف و نالائق کہنا اصلاح کے لئے اکسیر ہے۔

تادیب

بچوں کو حد سے زیادہ تادیب مضر ہے۔

ازخود مطالعہ

غیر عالم کو قصص الانبیاء وتذکرۃ اولیاء کا خود دیکھنا مناسب نہیں۔

غور و فکر

طالب کو چند روز تک شیخ کی باتوں کو سنکر غور کرنا چاہیئے اور سوال وجواب نہ کرنا چاہیے۔

تہجد کی نیت

تہجد میں مسنونہ رکعات سے زیادہ پڑھنا چاہے تو نفلوں کی نیت کرے۔

معیار

ہر امر میں شریعت کو معیار قرار دینا چاہیئے اپنے احساسات کا اعتبار نہ کرے۔ مثلاً کوئی شخص شیخ کو باوضو خط لکھنے کا التزام کرے تو یہ جائز نہ ہوگا۔

بخل کا علاج

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اگر نفس حارج ہو تو چند بار کی مخالفت سے

یہ ذمیمہ جاتا رہتا ہے۔

دیدارِ الٰہی

رویت باری تعالیٰ کا اگر تقاضہ ہو تو یہ دعا کرے کہ اے اللہ دیدار جلد نصیب ہو جس کا ماحصل سفرِ آخرت وشوق لقا ہے۔

حرص کا علاج

حرص طعام کا عملی علاج یہ ہے کہ بجائے نیت بھرنے کے پیٹ بھرنے پر اکتفاء کرے۔

مطالعہ کا طریقہ

مواعظ کے مطالعہ کے وقت دو خیال نافع ہیں۔ اول یہ کہ کونسی برائیاں ایسی ہیں جس کی اصلاح کی ہم کو ضرورت ہے اور کونسی وہ خوبیاں ہیں جن کی تحصیل کی ضرورت ہے۔

تھکاوٹ کے بعد

جب زبان ذکر سے تھک جائے تو فکر سے کام لے ورنہ پھر راحت مناسب ہے۔

تعریف وتنقید

مدح وذم کرنے والوں کو حقیقت سے بے خبر اور اپنے خیال کا متبع سمجھا جاوے اور یہ خیال کیا جاوے کہ ان کا دل وزبان کسی اور کے قبضۂ قدرت میں ہے اس تصوّر سے انکی مدح وذم کا کوئی معتد اثر نہ ہوگا۔

خوفِ آخرت

خوفِ آخرت کے سبب دنیا سے اُچاٹ ہو جانا عین مطلوب ہے۔

عُجبْ کی روک تھام

بعض اوقات بجائے مفت کام کرنے کے تنخواہ کے لینے میں عجب کا انسداد ہے۔

مغفرت کی اُمید

بعد الموت اگر کسی کی مغفرت کے متعلق صدمہ ہو تو ایصالِ ثواب کرتا رہے اس سے امید مغفرت بندھ جائے گی۔

برائیوں کا علاج

برائیوں کے مقتضاء پر عمل نہ کرنے سے ان میں کمزوری ہو جاتی ہے اور ذکر و مراقبہ صرف ان کے کمزور کرنے میں معین ہوتا ہے۔

الجھن سے بچو

جس توجہ سے اُلجھن ہو اس کا اہتمام نہ کرے۔

حقیقت پسندی

حقیقت پر نظر ہونے سے لذت واطمینان محسوس ہوتا ہے۔

بلند حالت

تمام مناقشات سے علیحدہ رہنا اور گوشۂ گمنامی کو پسند کرنا ایک رفیع حالت ہے۔

تفویض

ہر حالت پر شکر کرنا شعبہ تفویض ہے۔

رہزنی

طالب سے تواضع کرنا رہزنی ہے۔

نسبت کی حقیقت

نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے قلب کو ایسا تعلق ہو جائے کہ اس کی یاد اور طاعت غالب رہے۔

خوش حالی

اپنی بدحالی کا گمان اعلیٰ درجہ کی خوشحالی ہے۔

علاج بالتدبیر

اگر ضعف کی وجہ سے آنکھ نہ کھلے تو تقویت کی تدبیر کرنا چاہئے اور دن میں کچھ زیادہ سونا چاہیے۔

اصل مجاہدہ

اصل مجاہدہ اخلاق رذیلہ کی اصلاح ہے اس کے بعد اخلاقِ حمیدہ تھوڑی سی توجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔

بے اختیاری

حالت غیر اختیاری اگرچہ موافقِ سنت نہ ہو معاف ہے۔

زیارتِ نبوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فی المنام غیر اختیاری ہے اور نہ اس کو تصوف میں کچھ دخل ہے۔

اجنبی بزرگ

مبتدی کو غیر سلسلہ کے بزرگوں سے ملنا مضر ہے۔

ترغیبِ استفادہ

شیخ سے استفادہ کے لئے لوگوں کو ترغیب دینے میں کوئی حرج نہیں اگر اس سے مقصود اشتہار یا تشہیر نہ ہو۔

تلاوت کی اصلاح

غلط تلاوت اگر قصداً نہ ہو تو تلاوت نہ چھوڑے اور آہستہ آہستہ اصلاح کرتا رہے۔

بدگوئی سے تحفظ

اگر اپنے عیوب کا استحضار رکھے تو کسی کی بدگوئی سے کم متاثر ہوگا۔

مشکلات کی تدبیر

دینی مشکلات کی بہتر تدبیر کسی شیخ کی صحبت ہے۔ اگر میسّر نہ ہوسکے تو صبر کرے یعنی جتنے کام اختیار میں ہیں کئے جائے اور امورِ غیر اختیاری میں تفویض کر کے خاموش رہے۔

تکبر کی شناخت

کبر کی شناخت یہ ہے کہ اگر کوئی تعظیم نہ کرے تو غصہ آئے اور اس کے درپے ہوجائے۔

صِرف مطالعہ کافی نہیں

صرف کتابوں کے مطالعہ سے مقصود کی تحقیق نہیں ہوتی ہے اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے۔

اہلِ کمال محتاط رہیں

صاحب کمال کو ہر وقت ترساں ولرزاں رہنا چاہیئے ہر وقت خیال رکھے کہ رزائل کا کہیں عود تو نہیں ہوا اور صفات حاصلہ کی ترقی میں کوشاں رہے۔

میل جول سے پرہیز

احباب سے بوجہ ضرر اختلاط نہ کرنا کبر نہیں ہے کیونکہ اس میں تحقیر فعل کی ہے نہ فاعل کی۔

دل کا لگنا

کسی کے روبرو کسی کے مشغلہ میں دل لگنا ریا نہیں ہے کیونکہ قصداً نہیں ہے۔

نفل عبادت اور وِرد

اگر ایک عبادت نافلہ کی زیادتی سے کسی دوسرے ورد میں کمی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

گناہگاروں سے معاملہ

فجار وفساق سے نفرت کے ساتھ حسنِ ظن جمع ہو سکتا ہے جیسے کوئی حسین آدمی اپنے منہ پر سیاہی مل لے۔ تو اس کو اچھا اور سیاہی کو برا کہا جاتا ہے اور برتاؤ میں مبتدی کو مناسب ہے کہ ان لوگوں سے نرم برتاؤ کرے مقامِ تحقیق پر پہنچنے کے بعد ہر ایک کا حق ادا کر سکتا ہے۔

نماز قضا کا جرمانہ

جب ایک نماز قضا ہو تو دو وقت کا فاقہ اس کا جرمانہ ہے۔

خوف

خوف کے لئے رونا لازم نہیں فکر لازم ہے۔

انوار

قلب پر انوار خداوندی کا نزول مثل بارش کے تصور کرے۔

انہماک

جس کام میں مشغولی دلچسپی کے ساتھ دائمی یا غلبہ سے ہو اس کو انہماک کہتے ہیں۔

ایصال ثواب

اپنے سلسلہ کے بزرگوں کو ایک بار سورۂ یٰسین شریف پڑھ کر بخشنا چاہیئے۔

تواضع کا اثر

دوسروں کی تواضع یا مسکنت دیکھ کر اپنے عجز وانکسار کو کبر شمار کرنا اثر تواضع ہے۔

ہر بلا دور

کثرتِ تلاوت سے بلا ردہوتی ہے۔

برکات

صرف برکات پر قناعت نہ چاہیئے عمل بھی ضروری ہے۔

بار بارتوبہ

بار بارتوبہ کرنے میں اگر چہ شرم آئے مگر اسکی پرواہ نہ کرے۔

’’قصد السبیل‘‘

سلسلہ تعلیم سے پہلے قصد السبیل کو غور سے پڑھ کر کام شروع کرے اور پھر اطلاع دے۔

بعینہٖ خلوص

حوائج کے لئے بجائے وظیفہ کے دعا پر اکتفا کرنا عین خلوص ہے۔

زیارتِ شیخ

خواب میں شیخ کی زیارت نہ ہونا محرومی نہیں ہے۔

اطمینانِ خاطر

نماز میں جس تصور سے جمعیت ہو اس کو اختیار کیا جائے خواہ تصور ذات کا ہو یا کلام اللہ کا ہو۔

تسبیح

تسبیح کا بلا خیال شمار رکھنا مفید ہے۔

سینہ سے عطاء کرنا

سینے سے عطا کرنے کے معنے یہ ہیں کہ دل سے تعلیم اور شفقت سے خیال اور محبت سے دعا کرے۔

لذتِ طاعت

لذتِ طاعات پر شکر کرنا چاہیے۔

برداشت سے زیادہ نہ کرے

تحمل سے زیادہ محنت کرنے سے گرانی اور پھر افسردگی یا اُلجھن پیدا ہوتی ہے۔

تغیّرات

تغیرات اگر بلا اختیار ہیں تو کوئی غم نہیں اگر اختیار سے ہیں تو تدارک اس کا ہمت ہے۔

سمجھ کر پڑھنا

کسی مضمون کا سمجھ کر پڑھنا نافع اور مؤثر ہے خواہ یاد رہے یا نہ رہے۔

مروت کیا ہے؟

مرحومین کے صدمہ کا بھلانا خلافِ مروت نہیں ہے مروت یہ ہے کہ ایصالِ ثواب نہ کیا جائے اور نہ بلا اختیار صدمہ کا غلبہ قابلِ مواخذہ ہے۔

شکایت نہ کرے

اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھیں اس پر راضی رہنا چاہیئے اس کی شکایت کرنا حق تعالیٰ پر الزام ہے۔

وسعت کا لحاظ

وسعت سے زیادہ حقوق کی رعایت نہ چاہیئے اور نہ اس کا ترکِ خلاف محبت ہے۔

ہلاکت کا تصور

کسی کی ہلاکت کا تصور نہ جمانا چاہیئے کیونکہ اگر مؤثر ہو گیا تو قتل کا گناہ لازم آئے گا۔

تعویذ

تعویز یا گنڈا برا وہ ہے جو خلاف شرع ہو یا اس پر تکیہ واعتماد ہو۔

بھوت کا علاج

معوذتین پڑھ کر دم کرنا خیالات کی پریشانی اور بھوت پریت کا علاج ہے۔

ناجائز نکاح

کسی عمل کے ذریعہ سے لڑکی کو مغلوب کر کے نکاح پر آمادہ کرنا جائز نہیں۔

محبتِ خداوندی

بعض طبائع پر خداوند تعالیٰ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر غالب ہوتی ہے جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اعتکاف کے اعمال

اعتکاف میں دن کو تلاوت قرآن اور رات کو کثرتِ نوافل میں مشغول ہونا چاہیئے۔

بیوی سے مشغولی

بی بی سے بضرورت مباشرت کرنا نفس کشی کے خلاف نہیں ہے۔

ناگوار کلمہ

اگر کسی کے متعلق کوئی ناگوار کلمہ نکل جائے تو اس کے لئے استغفار کیا جائے اور آئندہ کے لئے عزم قوی کیا جائے۔

خبردار!

نفس کے ساتھ ہر معاملہ میں احتیاط اور بدگمانی چاہیئے۔

محرم کی موت

کسی محرم کی موت پر مثل اولاد کے بے چین ہونا نفس کا چھپا ہوا چور ہے جو ظاہر ہوا۔

فضول گوئی

فضول گوئی سے بچنے کا طریق یہ ہے کہ ہر وقت تسبیح رکھے اور اصلی کام ذکر کو سمجھے

جس سے کوئی وقت خالی نہ ہو اور پھر اگر سرزد ہو جائے تو چار رکعت نفل کا جرمانہ ادا کرے۔

صحبتِ شیخ

شیخ کی صحبت و مکالمہ سے اپنی کوتاہیوں کا علم ہوتا ہے۔

قصور معاف کرانا

اگر کسی سے اپنی غلطیوں اور قصور کا عفو کرانا مقصود ہو تو یہ کہنا کافی ہے کہ مجھ سے آپ کے کچھ حقوق ضائع ہو گئے ہیں تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

متقدمین سے مقابلہ نہ کرے

متقدمین کے احوال سے اپنی حالت کا موازنہ کر کے مایوس نہ ہونا چاہیئے کیونکہ ہر زمانہ کی اصلاح کا طریقہ مختلف ہے۔

عقائد کا مدار

عقائد کا مدار دلائل قطعیہ کتاب وسنت ہیں۔ کسی بزرگ کا قول و فعل یا کشف والہام اس کی بناء نہیں۔

مغلوب الحال بزرگ

جو بزرگ مغلوب الحال ہوں نہ ان پر اعتراض جائز اور نہ ان کی تقلید جائز۔

کشف والہام

کسی بزرگ کا کشف و الہام اگر موافق شریعت ہے تو وہ قابل قبول ہے ورنہ واجب الرد۔

کشف بزرگی کا خاصہ نہیں

بزرگی کے لئے کشف و الہام، توحید وجودی، کرامت وغیرہ شرط نہیں، بلکہ کشف کے لئے اسلام وانسان ہونا بھی شرط نہیں۔

تسخیر و حاضرات وغیرہ

مسمریزم وفریمشن وتعویز وگنڈہ وعملیات وحاضرات تسخیر وتوجہ کا اثر ان سب سے اسلام کا کوئی واسطہ نہیں اور نہ یہ کرامت ہیں۔ محققین کا قول ہے کہ اگر اہل نسبت عملیات، مسمریزم، کیمیاء، وغیرہ کے پیچھے پڑیں تو ان کی نسبت سلب ہو جاتی ہے۔

رسم پرستی

رسم پرستی کو صوفیت سے کوئی تعلق نہیں، اس کو لوازم تصوّف سے سمجھنا سخت غلطی و جہالت ہے بلکہ ان رسوم میں بعض امور صریحی بدعت وشرک ہیں۔

جاہل پیر

غلطی سے کسی ایسی جگہ مرید ہو گئے جہاں شریعت کے تمام شعبوں کا لحاظ نہیں کیا جاتا تو مریدی توڑ دینا، یعنی اس شخص سے بدعقیدہ ہو جانا فرض ہے۔ جو پیر نماز و جماعت کی پرواہ نہ کرتا ہو، وہ بے دین ہے اس سے بدعقیدہ ہو جانا فرض ہے۔

لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ

جو لوگ جس فن کے ماہر ہیں اور اُمّت نے ان کو امام تسلیم کیا ہے اُسی فن میں ان کا قول مسلم ہے مثلاً حدیث میں محدثین، فقہ میں فقہا، تصوف میں محققین صوفیہ۔

صوفی کی تعریف

صوفی کی تعریف سلف میں عالم باعمل سے کی جاتی تھی۔

خواب حجت نہیں

محض خواب کی بناء پر کسی کو برا یا اچھا سمجھنا جائز نہیں۔

پیری مریدی کا غلط تصور

اپنے پیر کی نسبت یہ اعتقاد کہ ان کو ہر دم ہمارے حال کی خبر رہتی ہے، یا بدون ہمارے اطلاع وہ اصلاح کر دیں گے یا مرید ہونے کے بعد پیر ذمہ دار ہیں، ضلالت وحماقت ہے۔

طبعی تقاضے

کم کھانا، کم سونا یا نکاح نہ کرنا، باہر جنگلوں میں رہنا، ان سب امور کو صوفیت سے کوئی تعلق نہیں۔

طاعت کا دائرہ وسیع ہے

طاعت اسی کا نام نہیں کہ ہر وقت نماز و ذکر لسانی میں لگا رہے بلکہ ہر امتثالِ امر طاعت الٰہی ہے، اپنی بی بی سے ملابست، کہیں تلوار چلانا، زراعت، تجارت سب طاعت میں داخل ہیں بشرطیکہ یہ سب امور للہ ہوں۔

حرام ہدیہ

جو شخص اپنے کو بزرگ سمجھ کر ہدیہ قبول کرے حرام ہے۔ نیز ایسی حالت میں بھی حرام ہے کہ اسکی تمامتر زہد و ریاضت و گوشہ گیری اسی ہدیہ ہی کے لئے ہو۔

راہِ سلوک کی شرط

اس راستہ میں اکلِ حلال شرط ہے پس جب تک حرام سے توبہ کامل اور حقوق العباد کی پوری ادائیگی یا طیبِ خاطر سے معافی نہ ہو کامیابی نہ ہوگی۔

خیر بقدرِ اتباع

اخلاص و ہمتِ کامل سے رضائے حق میں لگا رہے جس کا ذریعہ اصلاح عقائد و اعمال و اخلاق ہے اپنی حالت کو شریعت کی کسوٹی پر دیکھتا رہے جس قدر اس کی متابعت ظاہرًا اور باطنًا ہوگی اسی قدر خیر اور جتنی کمی ہوگی اتنی ہی شر۔

ذمہ داری بقدرِ ہمت

انسان جن امور کا مکلّف ہے وہ بالکل آسان و اختیاری ہیں اور شریعت و طریقت میں کوئی ایسی چیز نہیں جو غیر اختیاری اور اس پر عمل ناممکن ہو۔

مرید اپنی مرضی نہ چلائے

جس طرح کوئی مریض جسمانی ڈاکٹر یا حکیم سے اپنی فرمائش کیمطابق دوا نہیں تجویز کرا سکتا اسی طرح کوئی مرید اپنے پیر سے کسی خاص عمل، وظیفہ، شغل، مراقبہ کے لئے نہیں کہہ سکتا۔

توفیق رحمت ہے

اپنے عجز و نیاز و حمد و صلوٰۃ کو کسی قابل سمجھنا کبر و خلافِ عبدیّت ہے البتہ جو کچھ بھی توفیق ہو جاوے اس کو محض اس کی رحمت و فضل و کرم کا صدقہ سمجھے۔

ابوجہل وابولہب جیسے لوگ

دین میں علوم سے مراد علوم معاد یعنی قرآن و حدیث و فقہ ہیں انگریزی یا صرف عربی دانی بالکل کافی نہیں، اسی طرح کوئی شخص علومِ معاد بھی حاصل کرے مگر اس کو نہ مانے یا ترمیم و تنسیخ کرے ایسے لوگوں اور کفارِ مکہ ابوجہل وابولہب وغیرہ میں کوئی فرق نہیں۔

صلوٰۃ غوثیہ وغیرہ

پیر کی قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا کفر ہے صلوٰۃ غوثیہ بعض جہلائے صوفیہ پڑھتے ہیں دو رکعت پڑھ کے گیارہ قدم بغداد کی جانب چل کر ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر جھک کر سلام کرتے ہیں پھر گیارہ قدم پیچھے لوٹ کر بیٹھ کر دُعا مانگتے ہیں اور یہ بھی اعتقاد ہے کہ ان تمام امور کی اطلاع حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ہوتی ہے وہاں حاضر جانتے ہیں جبھی تو جھک کر پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سلام کرتے ہیں۔ یہ سب امور صریحی شرک ہیں۔

خالی جائے، خالی آئے کا معنیٰ

یہ جو مشہور ہے کہ جو پیر کے پاس خالی جاوے وہ خالی آوے اس کے معنی یہ ہیں

کہ جو خلوص سے خالی جاوے خالی آوے فلوس سے خالی جانا مراد نہیں۔

مجذوب

ہر لنگوٹ بند گنجیڑی بھنگیڑی کو مجذوب سمجھ لینا سخت حماقت ہے اور جو مجذوب بھی ہو اس سے کسی دینی اصلاح کی فکر لغو وعبث ہے۔

ولی معصوم نہیں

ولی کا معصوم ہونا شرط نہیں یعنی ولی سے گناہ ہوسکتا ہے پس اگر وہ اس گناہ سے فوراً توبہ واستغفار صمیم قلب سے کرے تو نسبت ولایت محفوظ رہے گی اور اگر اس گناہ پر اصرار یا عقیدۃً اس کی پیروی کی جاتی رہی تو ولی اللہ نہ رہا بلکہ وہ ولی الشیطان ہے اس سے بدعقیدہ ہو جاوے۔

سجادہ نشینی کی رسم

اگر شیخ کسی کو مجاز نہ کر گیا ہو تو مریدین کا اس کے خاندان میں کسی بالغ نابالغ کا صاحب سجادہ وخلیفہ بنا دینا بالکل رسم پرستی وجہالت ہے ایسوں سے مرید ہونا اپنے دین وایمان کو تباہ کرنا ہے۔ افسوس ہے کہ آج کل پیرزادگی وصاحب سجادگی کی بدرسم نے یہ حالت کر دی ہے کہ الامان والحفیظ، اپنے نسب کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔

خوابوں کے کرشمے مسمریزم ہے

خواب میں کسی کی زیارت کرا دینا یا کچھ کہلا دینا، انوار دکھلا دینا، اپنی روح کسی غیر کے جسم میں داخل کر دینا یہ سب خرافات ہے۔

بزرگی ولایت سے اس کو کوئی تعلق نہیں اور جو لوگ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیتے ہیں وہ دراصل زیارت نہیں ہوتی۔

بلکہ زیارت کرنیوالے کی خیالی قوت اور زیارت کرنے والے کا تخیل ہوتا ہے اسکا مسمریزم سے تعلق ہے اسلام سے قطعی واسطہ نہیں۔

غیر محرم واَمرد

غیر محارم و امارد پر قصداً مطلقاً نظر کرنا حرام ہے خواہ کسی کے خیال میں بلا شہوت ہو کیونکہ یہ بلا رغبت نظر مقدمہ ہے نظر برغبت کا اس لئے یہ بھی حرام ہے اور یہ بالکل دھوکا ہے کہ میری نظر و محبت پاک ہے جب تم قصداً نظر کرو گے حق تعالیٰ کی معیت چھوٹ جاوے گی۔

دل شکنی و دین شکنی

دوسرے کی دل شکنی سے اپنی دین شکنی جائز نہیں۔

شیطان کی راہزنی

یہ خیال کہ کوئی کامل ایسا مل جاوے کہ بس ایک نظر میں کامیاب کردے ہم کو کچھ کرنا نہ پڑے یا پہلے کچھ پاک ہولیں تو کسی اہل اللہ کی خدمت میں چلیں یہ سب رہزنی شیطان ہے۔ جس قدر بھی ہو سکے اور جتنی جلد ممکن ہو کسی اہل اللہ سے تعلق پیدا کرو۔

خواب کی مریدی

خواب میں کسی سے مرید ہونا اور اس بھروسہ پر کسی کامل کی صحبت و تعلیم کی پرواہ نہ کرنا جہل مرکب ہے۔

پیر، استاد سے پردہ فرض ہے

بعض بے حیا عورتیں پیر سے پردہ نہیں کرتیں اور بعضے مرد بھی اپنی عورتوں کو جلوت و خلوت میں پیر کے سامنے کردیتے ہیں۔ ایسا پیر جو اس کو سختی سے منع نہ کرے شیطان ہے اور جو مرد اس پر راضی ہو وہ پکا دیوث ہے۔

پیر، ولی، استاد سب سے پردہ کرنا فرض ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود صحابیاتؓ سے پردہ فرماتے تھے تو یہ لوگ کس شمار میں ہیں۔

کشف اور علمِ غیب

دل کی بات بتا دینا یہ علم غیب نہیں بلکہ کشف ہے، علم غیب اس کو کہتے ہیں جو بلا واسطہ ہو اور جو علم بذریعہ کشف ہو اس میں کشف واسطہ ہے اس لئے وہ علمِ غیب نہیں۔

مقبول وغیر مقبول کی علامت

حضرت زبد خیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھ کو بتلا ئیے کہ مقبولِ الٰہی وغیرہ مقبول الٰہی کی کیا علامت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بتلاؤ کہ تم نے صبح کس حالت میں کی ہے میں نے عرض کیا کہ خیر اور اہل خیر سے محبت رکھتا ہوں اور اگر اس پر قدرت پاتا ہوں تو اس کے کرنے کو دوڑتا ہوں اور اگر وہ خیر میرے ہاتھ سے رہ جاتی ہے تو میں اس پر مغموم ہوتا ہوں اور اس کا مشتاق رہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس یہی حالت ہے مقبول کی۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد ۲۵، ص ۲۱۵)

اِصلاح رسالہ نزول وعروج
دخول وخروج بر نزول وعروج

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الأسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الأسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ
مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ مراسلہ نزول وعروج کا جواب ہے جو ایک رسالہ کی شکل میں تھا جس میں تصوف کے چند عقدوں کا حل ہے اور امداد الفتاویٰ جلد پنجم میں شائع ہو چکا ہے۔

اصلاح رسالہ نزول وعروج

دخول وخروج برنزول وعروج

سوال: پس اس اسلام سنت الاسلام عرض مدعا ہے کہ پچھلے دنوں، عنام مثنوی کے مطالعہ کے دوران میں کچھ یادداشتیں اپنے مطالب سمجھنے کے لئے لکھی تھیں۔ اب ان کو ایک رسالہ کی شکل میں ترتیب دے کر ارسال خدمت کرتا ہوں اس میں میرا ذاتی تصنیف کردہ مادہ کچھ نہیں صرف اقتباسات ہیں جو بحر الحقیقت کے متن یا حواشی سے لئے گئے ہیں مقصد ترتیب کا یہ ہے کہ جو مطالب متفرق ومختلف مقامات میں واقع ہوئے ہیں وہ یکجا ہو کر اور ایک ترتیب خاص میں منسلک ہو کر سمجھنے میں آسان ہو جاویں، اس لئے جناب کی خدمت میں اصلاح کی غرض سے پیش کرتا ہوں کہ فرصت کے وقت دیکھ کر اس میں اصلاح فرمادیں۔

سب سے پہلی اصلاح تو مجھے اپنے ذاتی خیالات وعقائد کی مقصود ہے جو رسالہ کے پڑھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ دوسری اصلاح اس رسالہ کی ترتیب وعبارت کی ہے بالخصوص وہ حصہ جو میری ذاتی عبارت ہے، وہ سراسر قابل اصلاح ہی ہے اگر خدا ایسا کرے کہ جناب اپنے نہایت مصروف اوقات میں سے کوئی وقت نکال کر اس اصلاح کی طرف صرف کریں تو میرے لئے باعث ہدایت ہوگا بشرطیکہ یہ قابل اصلاح بھی ہو۔

دوم یہ کہ یہ رسالہ بعد اصلاح آنجناب کے دوسروں کے لئے بھی مفید ہو سکتا ہے۔ اگر جناب کی رائے میں مفید ہو سکتا ہے تو اس کے طبع کا انتظام کیا جاوے ورنہ نہیں، اُمید کہ جناب اُمور مستفسرہ کے جوابات سے معزز فرمادیں گے۔ والسلام مع الکرام۔

نوٹ:۔ اور اس خط کے ساتھ ایک رسالہ آیا تھا جس کا نام ''تنزلات ستہ'' میں ''نزول وعروج'' ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الجواب:۔ بعد الحمد والصلوٰۃ بمکرمی سلمہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ الطاف نامہ مع رسالہ ''نزول وعروج'' پہنچا، رسالہ کو گو بوجہ کم فرصتی بالاستیعاب نہیں دیکھ سکا، مگر اس کا اکثر حصہ دیکھ کر جو رائے قائم ہوئی وہ بھی مغنی ہوگئی مفصل دیکھنے سے اب وہ رائے عرض کرتا ہوں۔

(۱) صاحب رسالہ کی نیت بالکل بخیر ہے، یعنی سہولت مقام و استفادہ عام جیسا کہ خطبہ رسالہ میں مذکور ہے۔

(۲) مگر اس کے ساتھ ہی دو اُمر اور بھی قابل نظر ہیں۔

ایک یہ کہ آیا یہ غرض اس رسالہ سے حاصل ہوگئی یا نہیں۔

دوسرے یہ کہ آیا یہ استفادۂ خاص قابل مقصودیت ہے یا نہیں۔

(۳) سو اَمر اوّل کا فیصلہ تو خود مضامین کے غموض ہی سے ہوسکتا ہے، جس کے سبب شرح اصل متن سے بھی زیادہ مشکل ہوگئی، اور سہل ہونا دشوار بھی ہے، جب یہ ہے تو عوام تو درکنار خواص اہل علم بھی اس سے منتفع نہیں ہوسکتے، بجز ان کے جن کو اس فن میں تبحر تام اور اس کے ساتھ جمیع معقولات و منقولات میں وسعت و عمق نظر بھی حاصل ہو۔

(۴) رہا اَمر ثانی تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ مسائل علوم مکاشفہ کہلاتے ہیں جن کے یہ ضروری احکام ہیں:

اَوّل:۔ ان کو مقصود حقیقی میں کہ قرب و نجات سے اصلاً دخل نہیں۔

دوم: خود ان علوم پر کوئی دلیل شرعی نہیں جو قواعد سے حجت ہو، ان کا علوم شرعیہ سے متصادم نہ ہونا منتہٰی ان کی صحت کا ہے۔

سوال: اسی وجہ سے ان کا جازم اعتقاد رکھنا شرعاً جائز نہیں۔

چہارم: اکثر اہل ذوق نے جوان علوم کو اپنی عبارات میں تعبیر کیا ہے وہ عبارات ان پر دلالت کرنے کیلئے کافی نہیں، اکثر تو مدلول کے ذوقی ہونے کے سبب کہیں تنگی عبارت کے سبب کہیں اختلاف اصطلاح کے سبب ونحوہا من الاسباب لغلبۃ الحال وغیرہا۔

پنجم: اس وجہ سے اہل قال وغیر اہل کمال ان کے سمجھنے میں بکثرت غلطی کرتے ہیں۔

ششم:۔ ان ہی اہل قال وغیر اہل کمال میں سے بعضے ایسے لوگ جو نقل عبارات سے آگے مقصود سے مس بھی نہیں رکھتے، (حتیٰ کہ اگر ان سے کسی خاص مسئلہ کی تقریر کرائی جاوے تو بجز اَلفاظ کے اُلٹ پھیر کے ظاہری تعبیر پر قادر نہ نکلیں گے) ان مضامین میں سے اپنی تقریرات یا تحریرات کو آراستہ کر کے سامعین یا ناظرین کو ضلالت میں مبتلا کرتے ہیں۔

ہفتم:۔ تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ ان مضامین سے استفادہ کجا، ان کی اشاعت سے مضرات کا اندیشہ ہے، اسی لئے حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ یحرم النظر فی کتبنا مولانا رومی مختلف مقامات پر اسی کی حکایت کہیں شکایت فرماتے ہیں۔ مثلاً۔

لقمہ ونکتہ است کامل راحلال　　تو نہ کامل مخور مے نوش باش
نکتہ ہاچوں تیغ پولاد ست تیز　　چوں نداری تو سپر واپس گریز
پیش ایں الماس نے اسپرمیا　　کز بریدن تیغ رانبود حیاء
ظالم آں قومے کہ چشماں دوختند　　از سخن ہا عالمے راسوختند
معنی اندر شعر جز باخبط نیست　　چوں فلاں سنگ است آنرا ضبط نیست
انت کالریح ونحن کالغبار　　یختفی الریح وغبراہ جہار
اے بروں از وہم وقال وقیل من　　خاک برفرق من تمثیل من
حرف درویشاں بدزودمر ددوں　　تا بہ پیش جاہلاں خواند فسوں
زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر　　تا کہ گیرد مرغ را آں مرغ گیر
ہرچہ می گوید موافق چوں نبود　　چوں تکلف نیک نالائق نمود

ونحو ہامن الابیات

(۵):۔اس میں بعض امثلہ ہیں، نمبر ۴ کے اَمر چہارم کی مثلاً

(الف): رسالہ ہذا کی فصل اَوّل میں وجود کو مطلق غیر متعین کہا ہے، اور تعین وجوبی کی بھی نفی کی ہے، اس میں اگر اعتبار خاص نہ لیا جاوے تو محال ہے وجود حقیقی کو تشخص وتعین لازم ہے، اور لازم کا انتفاء مستلزم ہے انتفاء ملزوم کو، وہو ہہنا محال، اور اس اعتبار خاص کا رسالہ کہیں ذکر نہیں۔

(ب) اس کے بعد تعین میں ایک مرتبہ اجمال کا نقل کیا ہے، اور اس کی تفسیر کی ہے علم غیر متمائز المعلومات کے ساتھ اس میں بھی مثل اَلف کے کلام کیا ہے۔

(ج) فصل دوم میں مراتب الٰہیہ میں تقدم وتاخر کا حکم کیا گیا ہے جس سے متبادر افہام عامہ کی طرف تقدم وتاخر زمانی ہے، جس میں متقدم کے ساتھ متاخر معدوم ہوتا ہے و ھو ھھنا محال اور رسالہ میں اس تقدم وتاخر کی حقیقت کہیں مذکور نہیں، نہ اس کا ذکر ہے کہ یہ تقدم وتاخر اعتباری ہے یا حقیقی۔

(د) فصل چہارم میں رُوح انسانی کو عالم جبروت سے اور روح حیوانی کو عالم ملکوت سے کہا گیا ہے، حالانکہ روح انسانی عالم ملکوت سے ہے اور رُوح حیوانی عالم ناسوت سے اور جبروت کوئی عالم ہی نہیں، کیونکہ وہ مراتب الٰہیہ سے ہے اور عالم نام ہے ما سوی اللہ یعنی مراتب کونیہ کا اور جس تاویل یا اصلاح پر یہ حکم مبنی ہے وہ کہیں مذکور نہیں۔

(ہ) فصل پنجم میں جبروت وملکوت و ناسوت سے وجود خارجی کو سلب کیا ہے۔ جب تک اس کی کافی تقریر نہ کی جاوے اس میں تاسیس ہے الحاد وابطال شرائع کی، اور تقریر رسالہ میں مذکور نہیں۔

(ر) فصل ہشتم میں عروج سوم اضطراری میں جنت و نار کی مدت کو بقدر حیات زمین وآسماں کے کہا ہے اور یہ اجماعاً باطل ہے، اور آیت ما دامت السمٰوٰت والارض کی یہ تفسیر نہیں۔ اور عروج چہارم وپنجم اضطراری کی جو حقیقت

بیان کی ہے وہ بالکل موہوم ہے واجب وممکن کے اتحاد وحلول کی وہو باطل۔

(ز) اس فصل میں قسم سوم عروج ایزدی میں معراج کی جوحقیقت بیان کی ہے اجماعاً باطل ہے۔ الا ان یأوّل و هو غیر مذکور ههنا۔

(م) فصل دہم میں رُوح غیبی کواذیت سے بری کہا ہے، یہ محتاج دلیل ہے اور رسالہ میں اس پر دلیل نہ ہونا بھی مذکور نہیں۔

(ط) فصل یازدہم میں نوعِ اوّل ظالم لنفسہ کے باب میں لکھا گیا ہے، ازراہ اضطراب ازشعلہ برق تجلی سوختند جب تک اس کی شرح نہ کی جاوے اس سے بادی النظر میں ظالم کا واصل وفانی فی التجلی ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

(ی) فصل دوازدہم میں وحدت وکثرت کی بحث اس قدر مجمل بلکہ مبہم ہے، جس سے ناظرین کا ایمان خطرہ میں پڑتا ہے، پھر ذات بحت کولا بشرط شی کہا گیا ہے، جس سے بدون تنبیہ اصلاح واجب وممکن میں علاقہ کلیت وجزئیت کا اور وجود خارجی دونوں میں عدم تبائن مفہوم ہوتا ہے۔ تعالی اللّٰہ عن ذلک علواً کبیراً۔

اسی طرح فصل سیزدہم کا مضمون بھی اسی کے متقارب ہے، اس میں بھی وہی غرض ہے، اسی طرح بہت مقامات ہیں بلکہ کل ہی مقامات ہیں۔ یہ نمونہ کے طور پر چند امثلہ عرض کردی گئی ہیں ان کی تصحیح کی جوتوجیہات ہیں ان کے جاننے والے، سمجھنے والے اہل علم بھی گنتی کے ہیں تا بہ عوام چہ رسد، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کی اشاعت درحقیقت مصداق اثمهما اکبر من نفعهما ہے یا نہیں۔

اسی تقریر سے خط میں اس فرمانے کا جواب بھی معلوم ہوگیا کہ سب سے پہلے اصلاح تو مجھے اپنی ذاتی خیالات وعقائد کی مقصود ہے، جو رسالہ کے پڑھنے سے معلوم ہوسکتے ہیں۔

حاصل جواب کا یہ ہے کہ عنوانات مضامین کے ذووجوہ ہیں، جب تک کسی وجہ کی تعیین نہ کی جاوے عقائد کی تعیین نہیں ہوسکتی، اس لئے اس کی نسبت کچھ عرض کیا جاسکتا ہے، یہ سب کلام تھا علوم مکاشفہ کی نسبت جس سے واضح ہوگیا کہ یہ شعبہ تصوف کا

قابل خوض نہیں ہے، البتہ تصوف کا دوسرا شعبہ جو علوم معاملہ سے ملقب ہے وہ علوم ہیں جن کی اشاعت حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کے کامل نائبین و ورثہ عظام یعنی علماء راسخین وصوفیاء محققین فرماتے ہیں اور غایت اس کی نجات وقرب حق ہے، اس شعبہ کی جس قدر خدمت ہو سکے بے شک نافع ہے معلم کے لئے بھی متعلم کے لئے بھی۔

اب اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور چونکہ حاصل اس مضمون کا علوم مکاشفہ کے اشتغال سے خروج واحتراز اور علوم معاملہ کے میں اشتغال میں دخول وتوجہ ہے، (اس حاصل کی مناسبت سے مع رعایت قافیہ اصل رسالہ کے جس کے متعلق یہ لکھا گیا ہے) اس کا نام دخول وخروج برنزول وعروج رکھا گیا۔ واللّٰہ الھادی الی سواء السبیل۔

ازالۂ اشکال

تقریر مزبور پر یہ سوال محتمل ہے کہ اگر علوم مکاشفہ قابل اشاعت نہیں تو اکابر نے اس میں کیوں کلام کیا ہے، جواب یہ ہے کہ ان حضرات کا مقصود اشاعت عام نہ تھی بلکہ دو سبب تھے اظہار کے ایک تو غلبہ حال جس میں اظہار کا لمضطر ہو جاتے تھے، دوسرا اظہار اہل کے لئے تاکہ وہ اپنے اذواق ومواجید کو اس پر منطبق کر کے شفاء حاصل کر لے، اور عدم انطباق کی صورت میں اس سے اعراض کرے، چنانچہ ان حضرات کی تصریحات سے ظاہر ہے۔ والسلام خیر ختام لمنصف رجب ۱۳۴۲ھ

(تتمۂ خامسہ ص:۲۷۲) (امداد الفتاوی جلد ۵، ص ۱۹۶)

رونمائے مثنوی

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحَمَّد اَشرَف عَلی التّھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

رونمائے مثنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتہ بسم اللہ والحمد وسلام ‏ بشنواز من داستانِ غم تمام
روح انسانی جو تھی ملکوت میں ‏ غرق عشق و معرفت لاہوت میں
حکمت حق مقتضی اس کی ہوئی ‏ اس کو دے ناسوت سے وابستگی
رنگ و بو میں اس جہاں کی ہو کے محو ‏ حالِ اصلی کو کیا یک لخت سہو
اور صفاتِ روح بھی مغلوب ہو ‏ ہووے غلبہ بس صفاتِ جسم کو
جذبۂ غیبی مگر رہبر جو ہو ‏ پھر کرے وہ یاد اپنی اصل کو
قلب میں پیدا ہوا اس کے اضطراب ‏ ہووے طالب اصل کا اپنی شتاب
اور جب غالب یہ اس پر یاد ہو ‏ دل میں درد اور لب پہ بس فریاد ہو
نالہ وزاری میں ہووے مثل نے ‏ جس پہ مولنا کا یہ ارشاد ہے
بشنواز نے چوں حکایت میکند ‏ وزجدائیہا شکایت میکند
عشق و عرفان و صفاتِ روح سے ‏ فرقتیں ہیں چند یہ اے نیک پے
روح ہے تشبیہ میں جب مثل نے ‏ پس نیستاں عالم ارواح ہے
اور اہل دل کا نالہ دل خراش ‏ مردوزن کا کرتا ہے دل پاش پاش
اس لئے اپنے وطن کا دے نشان ‏ مردوزن کے غم کا کرتی ہے بیاں
کز نیستاں تامرا ببریدہ اند ‏ از نیفرم مردوزن نالیدہ اند
لیک بعضا سنگدل ایسا بھی ہے ‏ جو ہے منکر اس کے دردِ عشق سے

اس نے اس غم کا نہیں چکھا مزا ـــ نے نے کیا اچھا جواب اس کو دیا
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق ـــ تا بگویم شرح درد اشتیاق
یہ بھی ممکن ہے کہ اپنے سینہ کو ـــ پارہ پارہ عشق وغم سے چاہا ہو
تاکہ فرقت کا کرے زیادہ بیاں ـــ اس میں بھی عاشق کو لذت ہے نہاں
پھر سبب اسی غم کا بتلاتی ہے نے ـــ قاعدہ اک عام جتلاتی ہے نے
ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش ـــ باز جوید روزگار وصل خویش
اور جن کو ذوق تھا کچھ عشق کا ـــ نیک تھا وہ عشق یا مذموم تھا
حال سے نے کے ہوا ، دن پر اثر ـــ تھے حقیقی سے مگر وہ بے خبر
کچھ نہ اس کا ساتھ ان سے ہوسکا ـــ نے نے ان کا حال یوں ظاہر کیا
من بہر جمعیتے نالاں شدم ـــ جفت خوشحالان وحالاں شدم
ہر کسے از ظن خود شد یار من ـــ وزدرونِ من نجست اسرار من
اہل ظاہر اس سے حیرت میں ہوئے ـــ ہم نہ سمجھے کیا وہ ایسی بات ہے
دفع کرتی ہے وہ نے ان کا خیال ـــ اور پئے توضیح دیتی ہے مثال
سرمن ازنالہ من دورنیست ـــ لیک چشم وگوش راآں نورنیست
تن زجان وجاں زتن مستورنیست ـــ لیک کس رادید جاں دستور نیست
نالۂ عشاق کی تاثیر کا ـــ آگے فرماتے ہیں مولنا ادا
اور جو کوئی عشق سے خالی رہا ـــ اس کو دیتے ہیں دعا یا بددعا
آتش ست ایں بانگ نائی ونیست باد ـــ ہر کہ ایں آتش ندارد و نیست باد
عشق ہے جس کا ہے عاشق میں ظہور ـــ عشق ہے جس کا ہے دلبر میں غرور
لیک عاشق میں عیاں سوزندہ ہے ـــ اور نہاں دلبر میں افروز زندہ ہے
آتش عشق ست کاندرنے فتاد ـــ جوشش عشق ست کاندر می فتاد
ہر کسی کو کیا خبر اس درد کی ـــ جو گرفتارِ فراق دلبری

ہاں مگر ایسے گرفتارِ بلا پردۂ غفلت کو دیتے ہیں اٹھا
نے حریف ہر کہ از یارے بُرید پر دہایش پر دہائے مادرید
اور اس غفلت کا اٹھنا نفس کو زہر ہے اور روح کو تریاق ہو
روح کو اس راہ میں لذت ہو جب وصل میں بھی ہو زیارت کی طلب
ہمچو نے زہرے وتریاقے کہ دید ہمچونے دمساز ومشتاقے کہ دید
جس جگہ کی بات کرتی ہے وہ نے، راہ وہ بے شبہ و شک پرخون ہے
یعنی ہے وہ عاشقوں کی داستان جس کے تکنے سے ہوں آنکھیں خونفشاں
نے حدیث راہِ پرخوں میکند قصہائے عشق مجنوں میکند
ہوش عشق سے وہی محرم ہوا ماسوا جس نے دیا دل سے بھلا
مدرک ومدرک میں نسبت شرط جان ہے زبان کا مشتری جس طرح کاں
محرم ایں ہوش خبر بیہوش نیست مرزباں رامشتری چوں گوش نیست
یہ طلب خالی نتیجہ سے نہیں معرفت اس کا ہے پھل اے مرد دیں
ورنہ عارف جو ہیں اور جو ہو چکے بے طلب یہ کس طرح سے بن گئے
گرنبودے نالۂ نے راثمر نے جہاں راپرنکردے ازشکر
چونکہ عاشق سیر ہوتا ہے نہیں اپنی ہر حالت پہ رہتا ہے حزیں
ہے کبھی افسوس اپنی عمر کا اور اپنے سوز کا گاہے گلا
در غم ماروز ہابے گاہ شد روز ہا باسوز ہا ہمراہ شد
ہے تسلی قلب کو دیتا کبھی عشق کو دولت سمجھتا ہے بڑی
روزہا گر رفت گوروباک نیست تو بماں اے آنکہ چونتو پاک نیست
تشنگی سیری سے بڑھ کر ہے یہاں ظرف وکم ظرفی کے ہیں دونوں نشاں
اور نہ ہو جس کو حصول اور نہ نے طلب زندگی اس کی ہے سب رنج و تعب
ہر کہ جز ماہی زآبش سیر شد ہر کہ بے روز یست روزش دیر شد

اہل ظاہر جس طرح ہیں بے خبر ۔۔۔ باطنی حالات سے اے بہرہ ور
اہل باطن میں یوں ہی ناقص کو بھی ۔۔۔ کاملوں سے ہے محض ناواقفی
اس لئے اظہار سر کیا فائدا ۔۔۔ اور غلط فہمی کا اندیشہ جُدا
درنیابد حال پختہ ہیچ خام ۔۔۔ پس سخن کوتاہ باید والسلام
یہ حقائق سن کے پڑتا ہے سوال ۔۔۔ خام ہو کس طرح پختہ ذی کمال
اس لئے بتلاتے ہیں اس کا طریق ۔۔۔ یعنی کر قطع علائق اے رفیق
بند بگسل باش آزادائے پسر ۔۔۔ چند باشی بند سیم و بند زر
مال و زر کو بحر کوزہ عمر کو ۔۔۔ فرض کر کے حرص کی کھوتے ہیں جو
اور قناعت کا اثر نور وبہار ۔۔۔ دوسری تشبیہ میں بتلادیا
گر بریزی بحر را در کوزۂ ۔۔۔ چند گنجد قسمت یک روزہ
کوزۂ چشم حریصاں پُرنشد ۔۔۔ تاصدف قانع نشد پُر درنشد
ان علایق سے جو طبعی میل ہے ۔۔۔ قطع ان کا بھی نہیں آسان شے
اس لئے بتلاتے ہیں اس کی سبیل ۔۔۔ یعنی پیدا دل میں کر عشق جلیل
ہر کراجامہ زعشقے چاک شد ۔۔۔ اوز حرص عیب کلی پاک شد
جب زبان پر نام آیا عشق کا ۔۔۔ جوش میں کرنے لگے اس کی ثنا
شاد باش اے عشق خوش سودائے ما ۔۔۔ اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما ۔۔۔ اے تو افلاطون و جالینوس ما
جسم خاک از عشق برافلاک شد ۔۔۔ کوہ در رقص آمدوچالاک شد
عشق جانِ طور آمد عاشقا ۔۔۔ طور مست و خر موسیٰ صعقا
مقتضا جوشِ بیاں کا یہ ہوا ۔۔۔ کہہ دیں سب اسرار عشقی برملا
اور اخیر اس کا ہے توحید وفنا ۔۔۔ جس کے ہو اظہار سے فتنہ بپا
کیونکہ وہ قالی نہیں اک حال ہے ۔۔۔ عامی و بے ذوق کیا سمجھیں اسے

یا تو قائل کریں تکفیر صاف — یا کہ ہوویں خود شریعت کے خلاف
اور شریعت ہے نظام انس و جاں — یہ نہ ہو ویران ہو سارا جہاں
اور اہل ذوق تھے کم اس لئے — کرکے اخفا عذر اس کا کرگئے
بالب دمساز خود گر جفتے — ہچوئے من گفتنیہا گفتے
ہرکہ اواز ہمز بانے شد جدا — بینوا شد گرچہ وارد صدنوا
چونکہ گل رفت و گلستاں درگذشت — نشوی زیں پس زبلبل سرگذشت
سرّ پنہاں ست اندرزیرو بم — فاش گر گویم جہاں برہم زنم
انچہ ے میگوید اندر ایں دوباب — گر بگویم من جہاں گردر خراب
گرچہ یہ سر عام سے اخفا کیا — لیک خاصوں کے لئے ایما کیا
جملہ معشوق ست وعاشق پردۂ — زندہ معشوق ست و عاشق مردۂ
کرکے ظاہر عشق کے آثار کو — اور چھپا کر عشق کے اسرار کو
لکھتے ہیں کیوں عشق موصل ہوگیا — حضرت حق نے کشش فرمالیا
اور معیت سے مدد ہر وقت کی — نفس وشیطان سے رہائی اس نے دی
ورنہ کیا طاقت ہے اس بیچارے کی — حضرتِ حق تک اگر پہنچے کبھی
چوں نباشد عشق راپروائے او — او چو مرغے ماند بے پروائے او
من چگونہ ہوش دارم پیش و پس — چوں نباشد نور یارم ہم نفس
نور اودریمن ویسروتحت دفوق — برسر و برگردنم مانند طوق
پھر جوآیا تذکرہ بس عشق کا — جوش کشف راز پھر تازہ ہوا
لیک سامع میں نہ دیکھی اہلیت — ہوگئے خاموش کرکے معذرت
عشق خواہد کیں سخن بیروں رود — آئینہ غماز نبود چوں بود
سن کے یہ تنبیہ سامع کو ہوئی — علت ظلمت کی سوح اس کو لگی

علت ظلمت کو بتلا کر اسے مشورہ دیتے ہیں صیقل کے لئے
آئینہ ات دانی چرا غماز نیست زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست
آئینہ کز زنگ و آلائش جداست پر شعاع اوز خورشید خداست
رَو تو رنگار از رخ او پاک کن بعد ازاں آن نور را ادراک کن
آگے بتلاتے ہیں صیقل کا طریق ضمن میں اک داستان کے اے شفیق
روح ہے وہ بادشاہِ باجلال نفس کو سمجھو کنیز باجمال
اور دنیا ہے وہ زرگر اہل مال شیخ کامل ہے طبیب باکمال
روح تو عاشق ہوئی ہے نفس کی نفس کو ہے عشق دنیائے دنی
شیخ کامل مختلف اطوار سے حب دنیا نفس سے باہر کرے
پس مطیع روح وہ اس وقت ہو کام سب بن جائیں اس سے موبمو
یہ خلاصہ ہے ان اشعار کا آگے اس کے ربط سے جا تو چلا
مثنوی رومی تصوف کی ہے جاں مثنوی کی جان یہ اشعار جان
کیونکہ شعبے ہیں تصوف کے چہار دو حقائق اور سلوک اندر شمار
تیسرا چوتھا ہے اخلاق و سیر سب ہیں ان اشعار میں کرلے نظر
ہے حقائق سے تو آغازِ کلام ہے اس قلب کا صیقل مدام
حب دنیا قطع کرنا خلق ہے یہ حکایت ہے سیر اے نیک پے
رونمائے مثنوی گشتہ تمام لائق فہم خواص و ہم عوام

تحقیق کلام ابن عربی و انقطاع عذاب

[illegible]

[illegible]

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

تحقیق کلام ابن عربی وانقطاع عذاب

سوال: حضرت شیخ محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ جو حقائق میں سردار اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں اپنی فصوص الحکم فص حکمہ علیہ فی کلمۃ اسماعیلیہ جزء اوّل میں فرماتے ہیں اور وہ عبارت مع شرح عبدالغنی نابلسی مطبوعہ مصر ذیل میں ہے، اور چونکہ حقائق باعتبار حقیقت واقعیہ کے ہونا چاہئے لہٰذا فی الواقع یہی اعتقاد بھی صحیح رکھنا چاہئے اور واقع میں بھی ایسا ہی ہوگا، عبارت یہ ہے۔

و بینھما ای بین نعیم اھل النار و نعیم اھل الجنۃ عند التجلی علی اھل النار الذی کنی عنہ بوضع القدم کما مر فی الحدیث تباین، ای تباعد فنعیم اھل النار صورتہ صورۃ عذاب و نکال و حمیم و سلاسل و اغلال و نعیم اھل الجنۃ صورتہ صورۃ تمتع بالحور والولدان والقصور والنواع للذائن فنعیم اھل النار نعیم روحانی و نعیم اھل الجنۃ نعیم جسمانی و ذلک بعد استغاثتھم من العذاب وقولھم یا مالک لیقض علینا ربک من کثرۃ استیلاء الا وھام علی نفوسھم کما قالوا فی الدنیا جزاءً وفاقًا فاذا تحققوا بوضع القدم زال ذٰلک عنھم وانطبقت علیھم جھنم و تلذذ وابالعذاب حیث کان معروفا عندھم علی التحقیق انہ صادر من المحبوب الحقیقی الذی ھو رب الا رباب فان لذۃ اھل الجنۃ فی تعذیب المحبوب لھم وتعذیبہ یرونہ عذابا ولا یحسون بالالم فیہ و کذلک اھل

النار اذكشف عنهم الحجاب فالعذاب بمعنى الا لم والعقوبة انما هو فى الحقيقة نفس الحجاب الذى كانوا محجوبين به وذلك فى الدنيا و فى القيامة فقط كما قال اللّٰه تعالىٰ انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون اى فى يوم القيامة فاذا دخل اهل الجنة واهل النار النار انقضٰى يوم القيامة وجاء يوم الخلود كما قال اللّٰه تعالىٰ ذلك يوم الخلود فاذا زال الحجاب بالتجلى على اهل النار المكنى منه فى الحديث بوضع القدم والمشار اليه فى قوله تعالىٰ فضرب بينهم بسورله باب باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب الآية فالباطن الذى فيه الرحمة هو التجلى والعذاب فى الظاهر فعند ذلك ينقلب العذاب عذوبة لهم مع بقائه كما كان على الابد ولهذا قال يسمى اى ذلك العذاب عذاب اهل النار عذابا مشتقا من العذوبة و هى الحلاوة لاجل عذوبة طعمه فى اذ واقهم و ان بقيت عينه فى الظاهر معاقبة و ايجاعاً و ذلك اى ما هو فى الظاهر من صورة المعاقبة له، اى لما فى الباطن من اللذة والعذوبة كالقشر الذى يكون للبوب والحبوب و القشر صائن اى حافظ ساتر لما فى داخله من اللب وذلك بعد استيفاء مدة ماهم فيه من استيلاء الاوهام علىٰ خيالاتهم الفاسدة حتى يتحققوا بالواحد الحق فى كل ما التبس عليهم فيه و يشهدونه فى الظواهر والبواطن و يرجعون الى ما كانوا فيه من البواطن وهذه المسئلة من الاسرار ولا طريق اليها من جانب اهل العقول والافكار وليس فيها مصادمة شىء من ظواهر احكام الشريعة ولا مخالفة لما عند علماء الظاهر بحسب الظاهر ان اسرار البواطن مستورة عن القيد باغلال الطبيعة فقط.

اس عبارت سے تحقیق یہ ہوا کہ اہل نار کو نفسِ حجاب کا الم ہوگا، اور بعد وضع قدم

حق تعالیٰ یوم خلود سے جہنم میں رہ کر متلذذ ہوں گے، اور عذاب مشتق ہے عذوبت یعنی حلاوت سے اور قبل یوم خلود بھی صرف حجاب کا الم ہوگا، اور علمائے ظاہر کے خلاف بھی نہیں ہے، جیسا کہ مصرح ہے، اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو اعتقاد بھی ایسا ہی رکھنا چاہئے یا مطلب کچھ اور ہے، آنحضور اگر اصل کتاب معائنہ فرما کر پوری تحقیق سے سرفراز فرماویں تو خادم کی عین مراد ہے، پھر لذت وحلاوت میں اہل نار واہل جنت برابر ہوئے۔ اگر چہ صورۃً تفاوت ہوگا، سمجھ میں نہیں آتا کیا معاملہ ہے، چونکہ حقیقت واقعیہ حضرت شیخ نے تحریر فرمائی ہے، اس لئے صحیح یہی معلوم ہوتا ہے، والعلم عند اللہ تعالیٰ آنحضور پوری تحقیق تحریر فرماویں؟

الجواب: اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ تحقیق ظواہر نصوص کے ضرور خلاف ہے، اور یہ قول کہ لیس فیھا مصادمۃ شئی من ظواھر احکام الشرعیۃ خود خلاف ظاہر ہے، جس کا منشاء غلبہ ہے اس تخیل کا کہ اس غلبہ سے خود یہ تحقیق ظاہر معلوم ہونے لگی، اس لئے اس کی تطبیق علی الظاہر میں جو تکلف کرنا پڑا وہ تکلف معلوم نہیں ہوا، ورنہ آیت وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ط كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ و نحو ذالک تخفیف تک کی نافی ہے چہ جائے ارتفاع عذاب پھر چہ جائے تبدل عذاب بہ نعیم ولذت اور اگر اس کی تقلید کی جاوے یہ خود خلاف ظاہر ہے، پھر قطعی کی تخصیص قطعی ہی سے ہوسکتی ہے نہ کہ ظنی سے اور یہاں تو کوئی مخصص ظنی بھی نہیں، کیونکہ مسئلہ قیاسی تو ہے نہیں، جو اس کی مخصص کہا جاوے، پس یا کشفی کہا جاوے یا ثابت بخبر واحد کہا جاوے کشف خود حجت شرعیہ نہیں وہ قیاس سے بھی متنزل ہے۔ اور قیاسی خاتم حجج اربعہ ہے، ورنہ شریعت میں اُصول خمسہ کا قائل ہونا پڑے گا جو قواعد مقررہ مسلمہ شرعیہ کے خلاف ہے، رہا خبر واحد سو شاید حدیث وضع قدم پر شبہ ہو، سو وہ اس مطلوب پر وجوہ دلالت میں سے کسی وجہ کے اعتبار سے بھی دال نہیں اس کا مدلول تو صرف شبع

ہے جہنم کا اس تصرف سے اور تلذذ اہل جہنم کا اس میں کہیں پتہ بھی نہیں، اور بدون دلالت کے دلیل ہوتی نہیں، پس خبر واحد بھی دلیل نہ ہوئی، پس دلیل ظنی بھی مطلقاً منتفی ہوئی، پھر خبر قطعی کی تخصیص کس طرح جائز ہوگی، جب وہ مطلق رہی تو اس کے معارض کا یا انکار کیا جاوے گا، جیسا صاحب درمختار نے یہی مسلک اختیار کیا ہے۔

بقوله لكنا يتيقنا ان بعض اليهود افتراها على الشيخ قدس الله سره فيجب الا حتياط بترک مطالعة تلک الكلمات الخ، باب المرتد۔

اور یا مأوّل کہا جاوے گا، خواہ وہ تاویل متعین کی جاوے یا متعین نہ کی جاوے، جیسا صاحب ردالمحتار نے یہی مسلک اختیار کیا ہے،

حيث قال تحت قوله فيجب الاحتياط لانه ان ثبت افتراء ها فالامر ظاهر والا فلا يفهم كل احد مراده فيها فيخشٰی علی الناظر فيها من الانكار عليه اوفهم خلاف المراد الی ان قال ان قال ان الصوفية تواطؤ علی الفاظ مصطلحة اصطلحوا عليها وارادوا بها معانی المتعارفة منها بين الفقهاء الٰی اٰخر ما قال واطال ج ٣، ص ٣٥٤)

اور تعیین کی صورت میں ہر جگہ جدا تاویل ہوگی چنانچہ اس مقام کے متعلق میں نے اپنے استاذ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک تقریر سنی ہے فرماتے تھے اور تصریح تو یاد نہیں، مگر میرے ذہن میں ایسا مرکوز ہے کہ وہ اس کو مستند الی الکشف فرماتے تھے، گو اس کشف کا مستند الیہ نہیں فرمایا کہ خود تھے یا کوئی دوسرے صاحب کشف، بہرحال حاصل اس تقریر کا یہ ہے کہ بعد دخول جنان و نیران کے اہل جنت و اہل نار دونوں پر تھوڑی دیر کے لئے ایک حالت مشابہ سکر کے ایسی طاری ہوگی، کہ نہ ان کو نعیم کا احساس رہے گا نہ ان کو الم کا، پھر تھوڑی دیر کے بعد اصلی حالت عود کر آئیگی پس ممکن ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کو اس حالت کا انکشاف ہوا ہو، اور اس کے بعد کی حالت کا انکشاف نہ ہوا ہو اور

انہوں نے اسی حالت غیر مستمرہ کو مستمرہ سمجھا ہو اور عام ادارک عذاب کو مجازاً لذت سے تعبیر کر دیا ہو، اور یہ اَمر کہ تھوڑی دیر کے لئے ادراک نعم والم کا نہ رہے زیادہ مستبعد نہیں جیسا اس کی نظیر کے اہل ظاہر بھی قائل ہو گئے ہیں۔ مثلاً بعض علماء نے میت فی رمضان کے عدم تعذیب کو عام کہا ہے، کفار کے لئے بھی کہ رمضان گذرنے تک ان کو بھی عذاب نہ ہوگا، تو اس مدت میں عدم تعذیب کے قائل ہو گئے، اور عدم ادراک عذاب تو اس سے بھی اَھوَن ہے۔

اور مثلاً بعض علماء نفخ صور کے وقت تھوڑی دیر کے لئے جنت و نار کے فناء کے قائل ہو گئے، اور ان اقوال کو نصوص کے خلاف نہیں سمجھے، اس بناء پر کہ مدت عذاب کے امتداد اور بقاء جنت و نار کے طول کے مقابلہ میں ایک مدت یسیرہ یا ایک لمحۂ لطیفہ کوئی مقدار معتد بہ نہیں بلکہ کالعدم ہے، پس اسی طرح اگر یہاں بھی کوئی اس کا قائل ہو جاوے تو قول شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تاویل ہو جاوے، اور ظواہر نصوص کے بھی خلاف نہ ہو، کیونکہ اتنی قلیل تخفیف یا انقطاع بمقابلہ مدّت عذاب کے کالعدم ہے، پس لایخفف کا حکم بھی بحالہ باقی رہے گا۔

اب قدرے ترقی کر کے کہتا ہوں کہ اگر غور کر کے عبارت مذکورہ کو دیکھا جاوے تو باہمہ گر بھی متعارض معلوم ہوتی ہے، چنانچہ اس عبارت میں اس کا خود اقرار ہے کہ **لا طریق الیھا من جانب اھل العقول والافکار الخ** اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ یہ ظواہر احکام شرعیہ کے خلاف ہے کیونکہ اہل عقول و افکار کا مستدل تو ظاہر ہے کہ ظواہر نصوص ہی ہیں، پس ایک کا خلاف دوسرے کا خلاف ہے۔ **و ھل ھذا الا تصادم و تزاحم** اور اس عبارت میں اقرار ہے **حیث کان معروفا عندھم علی التحقیق انہ صادر من المحبوب الحقیقی الخ**، جس کا حاصل یہ ہے کہ سبب تلذّذ کا یہ معرفت ہے کہ یہ عذاب محبوب کی طرف سے ہے اور نصوص سے معلوم ہے کہ یہ معرفت قبل دخول نار ہی کے ہو جاوے گی، قال تعالیٰ **فکشفنا**

عنک غطاء ک(الآیۃ) وقال تعالیٰ اسمع بھم وابصر یوم یاتونا (الآیۃ)۔ پس اس سے تولازم آتا ہے کہ تجلی قدم سے پہلے بھی عذاب کا ادراک نہ ہو اور حالانکہ اس عبارت میں ادراک عذاب قبل التجلی کو تسلیم کرلیا ہے،و ھل ھذا الا تعارض و تناقض،پس ایسے متہافت کلام پر ظاہر ہے کہ اعتقاد کی بناء کیسے ہوسکتی ہے،یہی غنیمت ہے کہ اس کلام ہی کی توجیہ کرلی جاوے کما قیل۔

علٰی اننی راض بان احمل الھویٰ واخلص مَنه لا علی ولا لیا

نہ کہ نصوص میں تاویلات کی جاویں،اور اگر ایسی تاویل کا دروازہ مفتوح کیا جاوے،تو کسی دلیل سے کوئی مدلول بھی قطعاً ثابت نہ ہو۔و ھل ھذا الا سفسطۃ ھذا ما حضرنی الأن ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

(۲۱رذیقعدہ ۱۳۳۳ھ (تتمۂ ثالثہ،ص ۱۱۰)

(امداد الفتاویٰ جلد ۵،ص ۴۳۴)

البصائر فی الدوائر

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

اس مختصر رسالہ میں نقشبندیہ خصوصاً مجددیہ کے ایک اِصطلاحی لفظ
”دوائر“ کی تفسیر وتحقیق ہے جس کا تعلق مراقبات سے ہے۔
فن تصوف کے مشائخ وماہرین کیلئے نافع رسالہ ہے۔

البصائر فی الدوائر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعد الحمد و الصلوٰۃ یہ ایک رسالہ نافعہ ہے حضرات نقشبندیہ خصوص مجددیہ کے ایک اصطلاحی لفظ یعنی دوائر کی تفسیر میں جیسا اس کے قبل ایک مقالہ جامعہ ایسے ہی ایک لفظ یعنی لطائف کی تفسیر میں ضبط کیا گیا تھا۔ مفہوم دوائر کی اجمالی حقیقت اصطلاحیہ خاص مراقبات ہیں ان کو دوائر یا تو اس لئے کہا گیا ہے کہ اہل کشف کو ان مراقبات میں جن حقائق کا انکشاف ہوتا ہے اُن کی صورِ مثالیہ اکثر بشکل دائرہ منکشف ہوتی ہیں چنانچہ اہل ریاضت سے منقول ہے اور یا اس لئے کہا گیا ہے کہ ان مراقبات میں جو حرکت فکریہ ہوتی ہے وہ بوجہ اس کے کہ زمانہ فکر تک اس کی مسافت ایک ہی رہتی ہے اور زمانہ ممتد ہوتا ہے مشابہ حرکت وضعیہ منشأ للدوائر کے ہوتی ہے جس کا حیز نہیں بدلتا اور زمانہ بدلتا رہتا ہے وھذا الوجه مماشهد به ذوقی ثم سنح لی انطباقه علی قوله تعالیٰ الذی خلق سبع سمٰوات طباقا ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت فارجع البصر هل تری من فطور، ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا وهو حسیر وهذا هو شان الفکر یفر الی محله ثم یقرفیه ثم یکر منه وهکذا.

اور یا اس لئے کہا گیا ہے کہ طریق ان مراقبات کا بعض نے یہ لکھا ہے کہ ان حقائق کو بشکل دائرہ کے فرض کر کے یہ تصور کرے کہ میں اس دائرہ میں داخل ہو گیا

ہوں یہ تو اُن کی اجمالی حقیقت ہے اور تفصیلی حقیقت کا بیان یہ ہے کہ بعض اکابر اہل طریق کو مکشوف ہوا ہے کہ کائنات عالم اعیان واعراض سب مظاہر ہیں۔

اسماء وصفات الٰہیہ کے اور وہ صفات واسماء اُن مظاہر کے حقائق ومبادی تعینات کہلاتے ہیں اور اس مظہر یت کی کنہ کی تحقیق کسی دلیل قطعی عقلی یا نقلی سے منقح نہیں ہوئی لیکن ذوقی وکشفی طور پر بعض حضرات نے یہ حکم کیا ہے کہ عالم باتفاق اہل ملل کے بوجہ حادث بالذات وبالزمان ہونے کے پہلے معدوم تھا جب حق تعالیٰ نے اُس کو پیدا کرنا چاہا تو ممکنات پر جو کہ خارج میں معدوم تھے اور علم میں موجود اسماء وصفات کی تجلی فرمائی جس سے اُن ممکنات کو ایک قسم کا وجود نفس الامری نہ کہ خارجی حاصل ہو گیا جو مشابہ ہے تقرر وثبوت کے اس درجہ کا نام ظلال ہے پھر اپنے اپنے وقت میں اُن کو خارج میں موجود کرتے رہے پس یہ ظلال عکوس ہیں صفات کے اور صفات عکوس ہیں شیون کے اور شیون اعتبارات ہیں ذات کے یعنی خود ذات میں یہ اعتبار کہ وہ مبداء ہے انکشاف معلومات کا شان علم ہے اور یہ اعتبار کہ وہ مبداء ہے آثار کا شان قدرت ہے اور یہ اعتبار کہ وہ مبداء ہے۔ ترجیح احد المقدورین کا شان ارادہ ہے وھکذا اور یہ شیون زائد علی الذات نہیں بلکہ ذات سے ان کو صرف تغائر اعتباری ہے اور وہ بھی ایسا جس میں حیثیت تغائر کا تحقق متغائرین کے صدق سے متاخر ہو نہ وہ جس میں حیثیت تغائر کا تحقق متغائرین کے صدق سے مقدم ہو جیسا اپنے نفس کے معالجہ میں معالج مبنی للفاعل ومعالج مبنی للمفعول میں تغائر ہوتا ہے ان کے بعد مرتبہ صفات کا ہے جو زائد علی الذات ہیں پھر ان صفات کے عکوس ظلال ہیں اور ظلال کے عکوس موجودات خارجیہ ہیں۔

بالمعنی الذی یشمل الموجودات الذھنیۃ ایضاً پس کبھی سالک کو عالم کے عدم اصلی کا مراقبہ بتلایا جاتا ہے جو مراقبہ احدیت کہلاتا ہے یعنی گویا ہستی حق کے سامنے تمام عالم اب بھی معدوم ہے اس سے سالک پر اضمحلال وفناء کا غلبہ ہوتا ہے

اور یہ دائرہ امکان کہلاتا ہے اور کبھی اسماء وصفات کا مراقبہ جن کا ظہور بواسطہ ظلال کے ہوا ہے جو مراقبہ معیت کہلاتا ہے۔ مثلاً حق تعالیٰ کی صفت رزاقیت عامہ کو سوچے کہ دوست دشمن سب کو رزق دیتا ہے صفت رحمانیت کو سوچے کہ بندوں پر کیسی کیسی رحمتیں فرماتا ہے صفت ہادی کو سوچے کہ بندوں کی ہدایت کا کیا کیا سامان کیا ہے اور اس طرح سوچے کہ ان افعال کے مظاہر پر نظر نہ ہو صرف ظاہر پر نظر ہو جیسے توحید افعالی میں ہوتا ہے اس مراقبہ سے توجہ وحضور کا غلبہ ہوگا اور تخلق باخلاق الٰہیہ میں رسوخ ہوگا اس مراقبہ کو سیر دائرہ ولایت صغریٰ کہتے ہیں۔

اور عام ممکنات کیلئے یہ ظلال مبادی تعینات ہیں یعنی عام ممکنات پر اسماء و صفات کا فیض ان ہی ظلال کے واسطہ سے ہوتا ہے اور ان ممکنات میں حضرات انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کو ایک خاص امتیاز ہے کہ خود اسماء وصفات براہ راست اُن کے لئے مبادی تعینات ہیں یعنی اُن کو اسماء وصفات کا فیض بلا واسطہ ظلال کے پہنچتا ہے بس اسماء وصفات کا مراقبہ خصوص الظاہر کا اس حیثیت سے کہ وہ تعینات ہیں انبیائے علیہم السلام کے لئے دائرہ ولایت کبریٰ ہے اور اسماء وصفات کا مراقبہ خصوص الباطن کا اس حیثیت سے کہ وہ مبادی تعینات ہیں ملائکہ علیہم السلام کیلئے دائرہ ولایت علیا ہے ان مراقبات سے حضرات انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور عمل بالاحکام مثل طبعیات کے ہو جاتا ہے اور خلق کو ارشاد اور ان پر شفقت کی رغبت ہوتی ہے اور دائرہ ولایت کبریٰ میں چونکہ نفس کو فنائے اتم حاصل ہوتا ہے اس کے اس لیے اس کو سیف قاطع بھی کہتے ہیں پھر جس طرح اسماء وصفات کا مراقبہ کیا جاتا ہے اسی طرح ذات کا بھی مختلف حیثیات سے کیا جاتا ہے مثلاً اس حیثیت سے کیا جاتا ہے کہ وہ منشا ہے کمالات نبوت کا اس کو دائرہ کمالات نبوت کہتے ہیں اور اس حیثیت سے کہ وہ منشاء ہے کمالات رسالت کا اُس کو دائرہ کمالات رسالت کہتے ہیں

پھر اس خصوصیت کے ساتھ کہ وہ منشا ہے کمالات اولوالعزم کا اُس کو دائرہ کمالات اولوالعزم کہتے ہیں اور مراقبہ ذات کا اس حیثیت سے وہ مسجود خلائق ہے دائرہ حقیقت کعبہ کہلاتا ہے اور اس حیثیت سے کہ ذات میں وسعت بے کیف ہے دائرہ حقیقت قرآن کہلاتا ہے پس قرآن مظہر ہے حقیقت واسع کا اور اسی وجہ سے اُس کے فیوض و برکات میں ایک خاص وسعت ہے اور اس حیثیت سے .... کہ ذات جامع ہے ان دونوں مذکورہ جہتوں کو یعنی مسجودیت اور وسعت کو دائرہ حقیقت صلاۃ کہلاتا ہے جیسے صلاۃ جامع ہے سجدہ وقراءت کو اور اخیر کی ان تینوں کو سیر حقائق الٰہیہ کہتے ہیں اور یہ تینوں حقائق باعتبار صفات ثبوتیہ کے ہیں اور ایک حقیقت الٰہیہ اور بھی ہے یعنی ذات کا مراقبہ باعتبار صمدیت یعنی تنزیہ عن النقائص کے اس کو دائرہ حقیقت صوم کہتے ہیں اور ایک اصطلاح باعتبار حقائق انبیاء کے ہے مثلاً ذات کا مراقبہ اس اعتبار سے کہ منشا ہے حقیقت ابراہیمی کا دائرہ خلت کہلاتا ہے اسی طرح حقیقت موسوی وحقیقت محمدی و حقیقت احمدی کو سمجھ لیا جاوے اور ان اصطلاحات کی شرح اس طرح کی گئی ہے کہ ذات کو جس طرح اپنی محبت ہے اسی طرح اپنی صفات کی بھی، اول محبت کو حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی اور محبت ذاتیہ صرف اور محبت ممتزجہ بمحبوبیت کہتے ہیں اور بعض اس کو حقیقت موسوی کہتے ہیں اور محمدی واحمدی میں اعتبار کا فرق ہے محبّ ہونے کے اعتبار سے محمدی اور محبوب ہونے کے اعتبار سے احمدی کہلاتی ہے اور اگر محبیت اور محبوبیت دونوں حیثیتوں کی طرف التفات نہ کیا جاوے محض حب اور ذات کی طرف توجہ ہو اس کو حب صرف کہتے ہیں اور بعض اس کو حقیقت محمدی کہتے ہیں اور اس سے آگے ذات بحت اور لاتعین کہلاتی ہے اور یہ تعین کی نفی باعتبار عدم التفات الی التعین کے ہے واقع کے اعتبار سے نہیں کیونکہ تعین تو واقع ہے اور یہ سب کلام اول محبت میں تھا اور دوسری محبت کو حقیقت ابراہیمی اور خلت اور محبوبیت صفاتی کہتے ہیں ایک اصطلاح ان کے

علاوہ دائرہ قیومیت ہے یہ دائرہ کمالات اور اولوالعزم سے ناشی ہے۔

حقیقت اس کی یہ ہے کہ جس طرح عالم اپنے وجود کے سب مراتب میں ذات حق سے وابستہ ہے اسی طرح اس شخص کو ذات بحت سے ایسی مناسبت ہو جاتی ہے کہ تمام عالم اپنے وجود کے ایک خاص مرتبہ میں یعنی روحانی حیات کے کسی خاص درجہ میں اس کی ذات سے وابستہ ہو جاتا ہے جس کو اس درجہ کا جب کوئی دینی فیض ہوتا ہے یہ شخص اُس میں واسطہ ہوتا ہے اور جو اس کا منکر ہوتا ہے وہ اس فیض خاص سے محروم ہوتا ہے اور اصل میں یہ منصب حضرات انبیاء اولوالعزم کا ہے مگر بالتبع بعض اولیاء کو عطا ہوتا ہے۔ یہ مختصر شرح ہے خاص عنوانات اصطلاحیہ کی جن کا معنون خاص مراقبات ہیں جو مذکور ہوئے جن سے اصل مقصود تعلق و تخلق یعنی ذکر و فکر و توسل و تبتل یعنی الی اللہ و عما سوی اللہ و تجلی بالفضائل و تخلی عن الرذائل چنانچہ بعض مراقبات کے ثمرات کتب قوم میں مصرح ہیں جیسے اوپر کچھ مذکور بھی ہوئے۔

اور مثلاً بعض نے سیر ولایت کبری کے یہ آثار بیان کئے ہیں۔ رضا بالقضا کا غلبہ نفس کا مطمئنہ ہو جانا اور ولایت علیا کے یہ آثار لکھے ہیں ملائکہ سے مناسبت ہو جانا جس کی ایک فرع ہے عزیمت پر عمل کرنا کیونکہ رخصت پر عمل کرنا مقتضا ہے ضعف بشریت کا اور سیر کمالات نبوت کے یہ آثار ذکر کئے ہیں کہ تمام احکام شرعیہ و اخبار غیبیہ عین الیقین ہو جاتے ہیں اور تلاوت قرآن و کثرت نوافل و اذکار ماثورہ و شغل حدیث و اتباع سنن سے شدید رغبت ہو جاتی ہے اور بقیہ کے ثمرات ذرا تامل سے متعین ہو سکتے ہیں اور احیاناً ایسے لوگوں کو جن کو کشف سے مناسبت ہے یا جن کا شیخ صاحب تصرف ہے ان مراقبات میں کچھ واردات و کیفیات یا انوار و تجلیات کا انکشاف بھی ہو جاتا ہے۔ جو بتصریح محققین غیر مقصود ہے اسی واسطے ان حضرات نے وصیت کی ہے کہ اُن کی طرف التفات نہ کرے۔

نیز جب مقصود معلوم ہو گیا تو اگر طالب کی خصوصیات پر نظر کر کے شیخ کی رائے میں اُس مقصود کے لئے کوئی دوسرا طریق اسلم وانفع ہو تو شیخ کو چاہیے کہ اُسی کو تجویز کرے اور مرید کو چاہیے کہ اپنے کو اُس کے ہاتھ میں تفویض کرے کسی خاص طریق پر اصرار یا کسی حالت کا انتظار نہ کرے۔

خاتمہ: اس تحقیق میں کہ ان مراقبات کا اور اُن کی تفصیلات کا شریعت میں کیا درجہ ہے اور اس باب میں کیا اعتقاد اور کیا عمل رکھنا چاہیے سو جاننا چاہیے کہ قریب ہی سطروں میں گزر چکا ہے کہ اصل مقصود ان مراقبات کا تعلق و تخلق یعنی ذکر و فکر و توسل و تبتل یعنی الی اللہ و عما سوی اللہ و تجلی بالفضائل و تخلی عن الرذائل ہے اور ان سب کا مامور بہ ہونا شریعت میں وارد ہے مگر بدرجہ اجمال وابہام یعنی ان تفصیلات کے اعتبار سے وہ نصوص مجمل و مبہم ہیں باقی خاص تفصیلات اور اُن تفصیلات کے مبانی یعنی ظواہر اور مظاہر کی تعیین اور کیفیت ظہور کی تبیین ظاہر ہے کہ نہ تو شریعت میں منقول ہیں اور بعض کا کلام جو ان کے استناد والی النص کا موہم ہے اہل علم جانتے ہیں کہ وہ دلالات غیر مقبول ہیں اور نہ وہ دلائل عقلیہ کے مدلول ہیں صرف مکشوف و مشہود ہیں جس کے حجت نہ ہونے پر دلائل شرعیہ موجود ہیں اس حالت میں ان تفصیلات کا یا اُن کی مبانی اعتقاد جازم رکھنا یا اس کے مقتضا پر عمل کو لازم سمجھنا یا اُن کو مقصود بالذات یا مقصود کے لئے شرط سمجھنا جیسا اس وقت بعض میں مشاہد ہے۔ یقیناً غلو فی الدین ہے اور بعض محققین نے جو ان تفصیلات کو حجب کہا ہے اُس کا محمل یہی غلو کا درجہ ہے اس لئے ان تفاصیل کے متعلق اعتقاد تو یہ رکھنا چاہیے کہ کشف اگر شرع سے مصادم نہ ہو تو اُس میں دونوں امر محتمل ہیں صحت بھی غلط بھی، خواہ اپنا کشف ہو خواہ اپنے اکابر کا خصوص جبکہ وہ محتاج تعبیر بھی ہو اور تعبیر کی بنا محض ظن و تخمین ہو.......... پھر خصوص در خصوص جبکہ وہ کشف خود اہل کشف میں بھی مختلف فیہ ہو پھر خصوص در خصوص جبکہ وہ کشف ذات و

صفات سے متعلق ہو جس میں ظنیات سے حکم کرنا یا بلا ضرورت خوض کرنا محل خطر و محتمل معصیت و ضرر اور نصوص سے ممنوع اور محققین علماء مشائخ کے فتوے سے بھی غیر مشروع ہے اور جن حضرات سے کچھ کلام منقول ہے وہ خاص اقتضاءات صحیحہ سے ہے اور حدود کے اندر ہے اس لئے اُن پر نکیر بھی نہ کیا جاوے۔ یہ تو اعتقاد کی تحقیق تھی اور عمل یہ رکھنا چاہیے کہ اگر یہ شخص مرید ہے تو اپنی رائے سے اس تفصیل کے ساتھ یہ مراقبات نہ کرے اور اگر شیخ محقق حکم دے تو جو تفصیل خلاف شرع نہ ہو اُس کو درجہ تصور و تخیل تک عمل میں لاوے مگر تصدیقی حکم نہ کرے اور اگر شیخ ہے تو وہ عامی کو ان چیزوں کی تعلیم نہ کرے خصوص اُن اشغال و مراقبات کی تعلیم جو مظنہ کشف ہوں اور ذی علم خوش فہم کو بھی بلا ضرورت تعلیم نہ کرے کیونکہ مقصود اس پر موقوف نہیں اور بعض اوقات خواص کو بھی غلطی ہو جاتی ہے اور اگر ضرورت سے تعلیم کرے یعنی اس کی خصوصیت استعداد پر نظر کر کے دوسرا طریق اس کے لئے ایسا نافع نہ ہو تو بہت نگرانی رکھے اور تعبیر مکشوف کے وقت تصریحاً اس کی ظنیت کو بیان کر دیا کرے تا کہ حدود سے متجاوز نہ ہو جاوے اور زیادہ مقصود میرا اس رسالہ کے ضبط سے جو کہ بدون کسی کی درخواست کے لکھا ہے یہی خاتمہ کا مضمون ہے اور زیادت بصیرت کے لئے مشورہ دیتا ہوں کہ میرے رسالہ ظہور العدم بنور القدم کے اختتام کا مضمون وصیت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

واللہ الھادی الی سواء السبیل وھو علی کل شیء وکیل.

(بوادر النوادر، ص ۵۹۳)

کتبہ: اشرف علی ۱۳ محرم ۱۳۵۱ھ

الارشاد
فی
مسئلۃ الاستعداد

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ
مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ ایک مضمون ہے جو التشرف کا جز ہو کر شائع ہو چکا ہے۔

الارشاد فی مسئلۃ الاستعداد

الحدیث: (ولقب بیانه بالارشاد الی مسئلة الاستعداد) ان الله تعالیٰ خلق خلقه فی ظلمة فالقی علیهم من نوره فمن اصابه من ذلک النور یومئذ اهتدی ومن اخطاهٗ ضل (حم ت ک) عن ابن عمر (صح) قال الحفنی وفی روایة فرش ای طرح و رمی علیهم من نوره ای نوره فمن زائدة فی الاثبات او بیانیة ای شیئا هو نوره او تبعیضیه ای بعض نوره وفی المشکوة زیادة وهی فلذلک اقول جف القلم علی علم الله رواه احمد و الترمذی قلت دلت هذه الزیادة ان القاء النور کان فی درجة کتابة المقادیر کان الخلق سابقا علیه کما هو مقتضے القاء وقدوری مسلم کما فی المشکوة قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم و کتب الله مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السمٰوات والارض بخمسین الف سنة قال وکان عرشه علی الماء فکان هذا الخلق فے مرتبته لم تکن فیه السمٰوات والارض فکان قبل خلق آدم بکثیر لان خلقه بعد السمٰوات والارض کما روی مسلم مرفوعاً فی حدیث طویل بعد ذکر خلق الارض وما فیها وخلق آدم بعد العصر یوم الجمعة فی اٰخر الخلق واٰخر ساعة من النهار فیما بین العصر الی اللیل الحد وکان خلق السمٰوات والارض فی ایام متصلة فکان خلق آدم بعد السمٰوات والارض فکان حمل هذا الخلق

على خلق الذر المستخرج من صلب آدم و حمل القاء النور على نصب الشواهد والحجج و انزال الآيات التى هى بعد خلق آدم بكثير وكذا حمل الظلمة على ظلمة النفس الامارة بالسوء المجبولة بالشهوات الردئية والاهواء المضلة التى هى بعد خلق بنى آدم فى الارض بعيد اكل البعد (خبر لقوله فكان حمل هذا الخلق) وان ذهبت الى امثال هذا الحمل جماعة من المحشين والشراح وكذا يبعد القول بعموم الشهوات الرديئة والاهواء المضلة للانبياء عليهم السلام فى بدو فطرتهم ثم ازالتها بعد كيف وقد قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ما من مولود الا يولد على الفطرة فابواه يهودانه او ينصرانه او يمجسانه متفق عليه فاذا كان العوام فى بدو الفطرة منزهين عن هذا القاذورات فكيف بالانبياء عليهم السلام فالا قرب فى تفسير هذا الحديث عندى ذوقا ان يقال ان هذا النور هوالاستعداد للهداية والقاء النور هوا عطاء هذا الاستعداد وهذه الاصابة بالارادة والاختيار منه تعالىٰ رحمة وكذا هذا الخطأ المفسر بعدم الاصابة بالارادة والا ختيار منه تعالىٰ حكمة ولا يسئل عن علة هذه الرحمة وهذه الحكمة لانه سوال عن القدر ولم يوذن فيه فكان معنى الحديث ان الله تعالىٰ خلق خلقه اى المكلفين خالين عن هذا الاستعداد ثم افاض علےٰ من شاء منهم ذلک الاستعداد رحمة ولم يفض على من شاء منهم حكمة فاهتدى بعضهم بوجود ذلک الاستعداد وضل بعضهم بفقد هذا الاستعداد ثم هذا الفقد على قسمين الخلو عن ذلک الاستعداد مع الخلو عن ضده وتلک حالة من لم تبلغه الدعوة فكانوا معذورين و ان كانوا ضالين بمعنى عدم الاهتداء والثانى الخلو عن ذلک

الاستعداد والاتصاف بضده وتلک حالة من بلغته الدعوة ولم يفعل وهم ضالون ضلا لا يعذبون عليه فدل الحديث على كون الاستعداد مجعولا وكون البارى تعالىٰ مختار الى اعطاء ه ومنعه وقد زل ههنا بعض وضل حيث حكموا يكون الاستعداد غير مجعول وكونه تعالىٰ غير مختار فے عند مقتضاه وانما قالوا بذلک عدا عن اشكال جبر البارى تعالىٰ للعبد بان ماصدر عن العبد وان كان بخلقه تعالىٰ لكنه خلق ما خلق لا جبرابل لاقتضاء استعداده و كان ممتنعا تبديله لقدمه وكذا كان ممتنعا خلق ما خالف ذلک الاستعداد لان القوة شرط للفعلية اھ قلت واختلط عليهم هذا الاستعداد بالاستعداد بمعنى الامكان الذى وهو قديم و غير مجعول ولا محذور فى كونه غير مجعول لانه امر عدمى محض لا يقبل الجعل ولا يزول هذا الامكان ابداً عن الممكن لان الامكان لا يكون الاذاتيا ولا يكون بالغير لا نه لو كان بالغير لزم ان يكون واجبا فى ذاته او ممتنعا بذاته فيلزم انقلاب الحقائق وهو محال واذا كان ذاتيا لا ينفک عن الممكن ابدا لا فى وجوده ولا فى عدمه فهو ازلى ابدى لكنه لما لم يكن وجود يا لا يلزم المحذور اذ المحذور ازلية شىء موجود لاشىء معدوم لان الاعدام كلها ازليه فهذا حكم الاستعداد بمعنى الامكان واختلط عليهم و مع ذلک لم يتخلصوا عن الاشكال بل لزمهم اصعب من ذلک لانهم هربوا عن كون البارى تعالىٰ جابرا و لزمهم كونه تعالىٰ مجبورا غير مختار لا يقدران يخالف مقتضى الاستعداد وهل هذا الامر باعن المطرود و خوفا تحت الميزاب فتفكر و تذكر و تدبر و تبصر.

حدیث: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا پھر اُن پر اپنا نور القاء

فرمایا سو جس کو اُس روز وہ نور پہنچ گیا اُس نے ہدایت پائی اور جس کو نہیں پہنچا وہ گمراہ ہوا اور مشکوٰۃ میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میں اسی لئے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علم پر قلم خشک ہو گیا۔ میں کہتا ہوں یہ زیادت اس پر دال ہے کہ یہ القاءِ نور (مراتب وجود میں سے اُس درجہ میں تھا جس میں تقدیر لکھی گئی ہے (کیونکہ آپ نے تقدیر کے طے ہو جانے کو القاءِ نور پر متفرع فرمایا ہے۔ اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیرات کو آسمان و زمین کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار سال قبل لکھا ہے آپ نے یہ بھی فرمایا اور اُس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا (یعنی اُس کو پہلے سے پیدا کر دیا تھا فھو حادث ایضاً ان کان سابقا علی غیرہ) تو یہ پیدائش مذکور (حدیث میں مذکور ہے) ایسے مرتبہ میں ہوئی ہے کہ اُس میں آسمان و زمین موجود نہ تھے۔ سو یہ پیدائش مذکور آدم علیہ السلام سے بہت پہلے ہوئی کیونکہ آدم علیہ السلام کی پیدائش آسمان و زمین کے بعد ہوئی جیسا مسلم نے ایک حدیث طویل میں مرفوعاً زمین اور زمین کی چیزوں کی پیدائش کے بعد روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام عصر کے بعد جمعہ کے روز آخر خلق میں اور دن کی آخری ساعت میں عصر اور رات کے درمیان پیدا کئے گئے اور (حم فصلت کی آیات سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کی آفرینش ایام متصلہ میں ہوئی ہے۔ پس آدم علیہ السلام کی پیدائش زمین و آسمان کے بعد ہوئی اور وہ پیدائش جو حدیث میں مذکور ہے آسمان و زمین کے بہت قبل ہوئی جیسا اوپر مذکور ہوا تو اس پیدائش (مذکور فی المتن) کا اُن ذرات کی پیدائش پر محمول کرنا جو آدم علیہ السلام کی صلب سے متخرج ہوئے اور القاءِ نور کا اقامت شواہد و دلائل اور انزال آیات محمول کرنا جو آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بہت بعد واقع ہوا اور اسی طرح ظلمت کا نفس امارہ کی ظلمت پر محمول کرنا جو کہ شہوات ردیہ اور گمراہ کن خواہشوں پر محمول کیا گیا ہے۔

جس کا بنی آدم کے زمین پر پیدا ہونے کے بعد وقوع ہوا ہے یہ سب بہت بعید ہے کیونکہ حدیث متن میں جو خلق اور القاء نور اور ظلمت مذکور ہے۔ یہ سب آدم علیہ السلام سے بہت پہلے ہیں اور یہ محامل یعنی ذرات مستخرجہ اور اقامت دلائل وظلمت نفس امارہ یہ سب آدم علیہ السلام کے بعد ہیں تو یہ حمل کیسے صحیح ہوگا) اگرچہ ایسے حمل کی طرف ایک جماعت محشین اور شراح کی گئی ہے۔ نیز اس کا قائل ہونا بھی بعید ہے کہ شہوات ردیہ واھواء مضلہ بدو فطرت میں حضرات انبیاء علیہم السلام کیلئے بھی عام تھے۔ پھر بعد میں زائل کر دیئے گئے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ہر مولود فطرت (صحیحہ) پر پیدا کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں پس عوام الناس بدو فطرت میں ان گندگیوں سے پاک ہوتے ہیں تو حضرات انبیاء میں اس کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے (اس لئے حدیث کی تفسیر مشہور صحیح نہیں ہوسکتی) پس (اقرب اس حدیث کی تفسیر میں میرے ذوق سے یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ نور ہدایت کی استعداد قریب ہے اور ظلمت اس استعداد سے خالی ہونا ہے اور القاء نور اس استعداد کا عطا فرمانا ہے اور یہ (نور کا) پہنچ جانا حق تعالیٰ کے ارادہ واختیار سے ہے بنا بر رحمت کے اسی طرح (نور کا) نہ پہنچنا یہ بھی حق تعالیٰ کے ارادہ واختیار سے ہے بنا بر حکمت کے اور اسی رحمت اور حکمت کی علت کا سوال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ سوال تقدیر کے متعلق ہے جس کی اجازت نہیں دی گئی۔ پس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مکلف مخلوق کو اس استعداد (مذکور) سے (اولا) خالی پیدا کیا پھر جس پر منظور ہوا اس استعداد کو بنا بر رحمت کے فائض فرمایا اور جس پر منظور ہوا بنا بر حکمت کے فائض نہیں فرمایا۔

پس بعضے اُس استعداد کے موجود ہونے سے ہدایت یافتہ ہو گئے اور بعضے اُس استعداد کے مفقود ہونے سے گمراہ ہو گئے پھر یہ مفقود ہونا دو قسم پر ہے ایک اس

استعداد سے خالی ہونا اور اُس کی ضد سے بھی خالی ہونا اور یہ اس شخص کی حالت ہے جس کو دعوت نہیں پہنچی سو وہ معذور ہیں اگر چہ گمراہ بایں معنی ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ نہ ہوئے اور دوسری قسم اس استعداد سے خالی ہونا اور اس کی ضد کے ساتھ متصف ہونا اور یہ اُس شخص کی حالت ہے جس کو دعوت پہنچی مگر اُس نے قبول نہیں کیا اور یہ ایسی گمراہی سے گمراہ ہیں جس پر معذب ہوں گے۔ پس (اس تفسیر مذکور کی بناء پر) یہ حدیث استعداد کے مجعول ہونے پر اور باری تعالیٰ کے اپنے اعطاء اور عدم اعطاء میں مختار ہونے پر دال ہوگی اور اس مقام پر بعضوں کو لغزش ہوگئی ہے اور گمراہ ہو گئے ہیں۔

اس طرح سے کہ انہوں نے استعداد غیر مجعول ہونے کا اور استعداد کو مقتضا کے خلاف میں حق تعالیٰ کے غیر مختار ہونے کا حکم کر دیا اور وہ لوگ اس کے صرف اس لئے قائل ہوئے تا کہ اس اشکال کے لازم آنے سے بچیں رہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ پر جبر فرمایا ہے (اور بچنا) اس طرح سے ہے کہ بندہ سے جو کچھ صادر ہوا ہے وہ اگر چہ حق تعالیٰ ہی کے پیدا فرمانے سے ہے لیکن حق تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا وہ جبر نہ تھا بلکہ اس کی استعداد کی اقتضاء سے تھا اور اس کی تبدیلی محال تھی کیونکہ وہ قدیم ہے اسی طرح اس استعداد کے خلاف پیدا کرنا بھی ممتنع تھا کیونکہ فعلیت کے لئے قوت شرط ہے (اگر خلاف پیدا کرتے اس کی قوت تھی نہیں) میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں پر یہ استعداد اور استعداد بمعنی امکان ذاتی مختلط ہوگئی اور وہ امکان ذاتی قدیم ہے اور غیر مجعول ہے۔

اور اس کے غیر مجعول ہونے میں کوئی محذور نہیں کیونکہ وہ امر عدمی محض ہے جو جعل کو قبول نہیں کرتا اور یہ امکان ممکن سے کبھی منفک نہیں ہوتا کیونکہ امکان ہمیشہ بالذات ہوتا ہے بالغیر نہیں ہوتا کیونکہ اگر امکان بالغیر ہو تو لازم آتا ہے کہ وہ شی ممکن واجب الذات یا ممتنع بالذات ہوگی (پھر ممکن بن گئی)۔ تو انقلاب حقائق لازم آوے گا اور وہ محال ہے اور جب امکان ذاتی ہوا تو ممکن سے کبھی منفک نہ ہوگا نہ اُس کے

وجود کی حالت میں اور نہ عدم کی حالت میں پس وہ امکان ازلی بھی ہے ابدی بھی ہے لیکن چونکہ وہ کوئی وجودی چیز نہیں بلکہ اس کی حقیقت عدم الوجوب وعدم الامتناع ہے جو کہ عدمی محض ہے اس لئے کوئی محذور لازم نہ آوے گا اس لئے کہ محذور کسی شی موجود کا ازلی ہونا ہے نہ کہ کسی شی معدوم کا اس لئے کہ اعدام سب ازلی ہیں سو یہ حکم اس استعداد کا ہے جو بمعنے امکان کے ہے اور ان لوگوں پر وہ مختلط ہوگئی اور باوجود اس (امر باطل کے قائل ہونے) کے اُس اشکال سے ان کو خلاصی نہیں ہوئی بلکہ اس سے زیادہ سخت اشکال ان پر لازم آ گیا اس لئے کہ وہ باری تعالیٰ کے جابر ہونے سے بھاگے تھے اب ان پر باری تعالیٰ کے ایسے مجبور وغیر مختار ہونے کا اشکال لازم آ گیا کہ (نعوذ باللہ) وہ اس استعداد کے مقتضا کیخلاف پر بھی نہ قادر ہے اور اس کی ایسی مثال ہوگئی کہ بارش سے بھاگے تھے اور پرنالے کے نیچے کھڑے ہو گئے خوب تفکر اور تذکر و تدبر و تبصر پر کام کرو اور اس تحقیق پر شکر کرو۔ (بوادر النوادر، ص ۷۱۲)

الحصحصة
فی
حکم الوسوسة

حضرت حکیمُ الاُمّت مُجدِّد المِلّت جَامع الکمالات منبع الحسنات مَاہر العُلُوم القرآنیۃ، واقف الاُسرار الفرقانیۃ،
رَاس المفسرین مقدام الراسخین صَاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاُسرار الخفی منھار الجلی اعنی بہ

مَولانا مُحمّد اَشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ تصوف کا ایک مضمون ہے
جو "التشرف" کا جز بن کر شائع ہو چکا ہے

الحصحصة فی حکم الوسوسة

الحدیث: ان اللّٰہ تعالیٰ تجاوز لا متی عما حدیث به انفسها ما لم تتکلم بہٖ او تعمل به (ق ۴) عن ابی هریرة (طب) عن عمران ابن حصین (صح) قال العزیزی وفی روایة اخری ما وسوست به صدورها، قال الخفی ان المراتب خمسة هاجس و خاطرو حدیث نفس وهم و عزم فالشیء اذا وقع فی القلب ابتداءً ولم یجعل فی النفس سمی هاجسا فاذا کان موفقا و دفعه من اول الامر لم یحتج الی المراتب بعده فاذا جال ای تردد فی نفسه بعد وقوعه ابتداء ولم یتحدث بفعل ولا عدمه سمی خاطرا فاذا حدثته نفسه بان یفعل به اولا یفعل علی حد سواء من غیر ترجیح لاحدهما علی الاخرسمی حدیث نفس فهذه الثلاثة لا عقاب علیها ان کانث فی الشر ولا ثواب علیها ان کانت فی الخیر فاذا فعل ذلک عوقب اواثیب علی الفعل الهاجس و الخاطر و حدیث النفس فاذا حدثته بالفعل وعدمه مع ترجیح الفعل لکن لیس ترجیحا قویا بل مرجوح کالوهم سمی هما فهذا یثاب علیه ان کان فی الخیر ولا یعاقب علیه ان کان فی الشر کما فی الحدیث فاذا قوی ترجح الفعل حتی صارجا زمامصمما لا یقدر علی التراک سمی عزما فهذا یثاب علیه ان کان فی الخیر و

يعاقب عليه ان كان فى الشر قلت و الوسوسة عام لجميع المراتب الثلثة الهاجس و الخاطر و حديث النفس فجميع اقسامها غير مواخذ به و عدم المواخذة على حديث النفس بالحديث الصحيح على الباقيين بالا ولى لانه اذا ارتفع حديث النفس ارتفع ما قبله بالا ولى وان خالجک ان الحكم بارتفاع حديث النفس بالحديث يتوقف على كون المراد فى الحديث ما اصطلحتم عليه فما الدليل عليه فازحه بان هذا الاصطلاح عين اللغة والنصوص محمولة على اللغة مالم يطرأ عليها اصطلاح شرعى ولم يطرأ فيحمل على اللغة وهو ما ذكرنا فافهم والسرفى عدم المواخذة على الهاجس لانه ليس من فعله وانما هو شيء ورد عليه لاقدرة له عليه ولا صنع و الخاطر الذى بعده فان كان قادر اعلىٰ دفعه بصرف الهاجس اول وروده لكنه لما كان دون حديث النفس وهو مرفوع بالحديث كان مرفوعا بالا ولى كما ذكر انفًا وبهذا انحل اشكل عويص وهو ان الكليات الشرعية والقواعد العقليه تقتضى المواخذة على الاختيارى وعدم المواخذة على غير الاختيارى فاختصاص الامة المرحومة من بين الامم ان كان باعتبار غير الاختيارى من المراتب المذكورة يلزم تكليف الامم السابقة بغير الاختيارى وهو ينافى الكليات الشرعية وان كان باعتبار الاختيارى فما الفرق بين اختيارى و اختيارى حيث يواخذ على العزم ولا يوخذ على حديث النفس مع اشتراكهما فى كونهما اختياريين وجه الانحلال ان الاختصاص باعتبار الاختيارى والفرق بين العزم وبين الخاطر و حديث النفس ان الخاطر وكذا حديث النفس وان

كان دفعه اختيار يالكنه يحتاج الى قصد الدفع و كثيرا ما يقع الذهول عن هذا القصد فيجر الاول الى الثانى والثالث فالمواخذة عليه لا ينا فى الكليات الشرعية لكن الرحمة الالٰهية قد خصت هذه الامة بالعفو عنه كوضع الاصر و الاغلال التى كانت على السابقين عن هذه الامة فهذه المرتبة اختيارية لكن فيها شدة فكانت فرد الاصر و الاغلال و اما العزم فلا ينجر الها جس اليه كذلک وانما يحدث بقصد مستقل فهذا هوالفرق بين حديث النفس والعزم فمدار العفو هو الاقضاے اللذهول ومدار المواخذة هو العزم المستقل فلو حدث نفسه بالمعصية بعزم مستقل وان لم يعزم تلک المعصية كالا لتذاذ بصورة الاجنبية قصدا فالظاهر انه يواخذ عليه وهذا الالتذاذ داخل عندى فى عموم حديث والنفس تمني و تشتهى وفى رواية والقلب يهوى ويتمنى روى الاوّل الشيخان و الثانى مسلم و استحضار هذا الحديث علاج عظيم الوساوس يزاول المشائخ ولبعض الاكابر ههنا كلام غير هذا لكن لا يختلف اصل المقصود .

حدیث: اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے لئے ان کے خیالات سے تجاوز فرما دیا ہے جن کی وہ اپنے جی سے باتیں کرتے ہیں جب تک کہ اُن کو منہ سے نہ نکالیں یا ان کو عمل میں نہ لاویں۔ عزیزی نے کہا ہے کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان کے سینہ میں جو وسوسہ پیدا ہوں خفی نے کہا ہے کہ (خیال کے) مراتب پانچ ہیں ایک ہاجس دوسرا خاطر تیسرا حدیث النفس چوتھا ہم پانچواں عزم پس جب کوئی بات قلب میں ابتداء واقع ہوئی اور اس نے نفس میں کوئی حرکت نہیں کی اس کو ہاجس کہتے ہیں پھر اگر اس شخص کو توفیق ہوئی اور اول ہی سے اس کو دفع کر دیا تو وہ مابعد کے مراتب کی

تحقیق کا محتاج نہ ہوگا اور اگر وہ نفس میں دورہ کرنے لگے یعنی وقوع ابتدائی کے بعد اُس کے نفس میں اس کی آمد ورفت ہونے لگے مگر اس کے کرنے نہ کرنے کا کوئی منصوبہ نفس سے نہیں باندھا، اس کو خاطر کہا جاتا ہے جب نفس کرنے نہ کرنے کا برابر درجہ میں منصوبہ باندھنے لگا اور ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہوتی اس کو حدیث نفس کہتے ہیں۔ سو یہ تین درجہ ایسے ہیں کہ ان پر نہ عقاب ہے اگر یہ شر میں ہے اور نہ ثواب ہے اگر خیر میں ہے پھر جب اس فعل کو کرلیا تب اس فعل پر عقاب یا ثواب ہوگا اور ہاجس اور خاطر اور حدیث النفس پر نہ ہوگا (جیسا بعض علماء اس طرف بھی گئے ہیں) پھر جب نفس میں فعل یا عدم فعل کو منصوبہ ترجیح فعل کے ساتھ ہونے لگا لیکن وہ ترجیح قوی نہیں ہے بلکہ مرجوح ہے جیسا وہم ہوتا ہے اس کو ہم کہتے ہیں۔ اس پر ثواب بھی ہوتا ہے اگر وہ خیر میں ہے اور عقاب بھی ہوتا ہے اگر شر میں ہے پھر جب فعل کا رجحان قوی ہوگیا یہاں تک کہ جازم مصمم بن گیا کہ ترک پر قابو نہیں رہا اس کو عزم کہتے ہیں اس پر بھی ثواب ہوتا ہے اگر خیر میں ہے اور عقاب ہوتا ہے اگر شر میں ہے۔ اھ

میں کہتا ہوں کہ لفظ وسوسہ تینوں مرتبوں کو عام ہے۔ یعنی ہاجس اور خاطر اور حدیث النفس سو وسوسہ کی ان تینوں قسموں پر مواخذہ نہیں ہے اور دونوں حالتوں میں حکم معافی کا مختلف نہیں ہوتا اور حدیث النفس پر مواخذہ نہ ہونا تو حدیث صحیح سے ہے (جو اوپر مذکور ہوئی) اور بقیہ دو پر (یعنی ہاجس وخاطر پر) عدم مواخذہ بالا ولیٰ ہے۔ کیونکہ جب حدیث النفس معاف ہے تو اس کے ماقبل کے درجات (یعنی ہاجس و خاطر جو کہ اس سے اہون وادون ہیں) بدرجہ اولیٰ معاف ہوں گے اور اگر تم کو یہ خلجان ہو کہ حدیث کی بناء پر حدیث النفس کی معافی کا حکم اس پر موقوف ہے کہ حدیث میں حدیث النفس کے اصطلاحی معنی مراد ہوں سو اس کی کیا دلیل ہے پس اس خلجان کو اس طرح دفع کرو کہ یہ اصطلاح عین لغت ہے اور نصوص معنی لغویہ ہی پر محمول

ہوتی ہیں جب تک معانی لغویہ پر کوئی شرعی اصطلاح طاری نہ ہو جاوے، اور یہاں طاری نہیں ہوئی۔ پس لغوی معنی ہی مراد ہوں گے اور لغوی معنی حدیث النفس کے وہی ہیں جو ہم نے اوپر ذکر کیا خوب سمجھ لو۔ اور ہاجس پر عدم مواخذہ کا راز یہ ہے کہ یہ اس کا فعل نہیں صرف اس پر ایک ایسی شی وارد ہوگئی جس پر اس کو نہ قدرت ہے نہ اس کا کوئی تصرف ہے اور خاطر کا درجہ جو اس کے بعد ہے اگر چہ یہ شخص اس کے دفع پر اس طرح قادر ہے کہ ہاجس کے اول ہی وارد ہونے کے وقت اس کو ہٹا دے (مثلاً کسی دوسری جانب میں لگ جاوے) لیکن چونکہ یہ خاطر حدیث النفس سے کم ہے اور حدیث النفس حدیث کی رو سے معاف ہے اس لئے یہ خاطر بدرجہ اولیٰ معاف ہے اور اس تحقیق سے ایک سخت اشکال حل ہو گیا اور وہ اشکال یہ ہے کہ کلیات شرعیہ اور قوعد عقلیہ کا مقتضا یہ ہے کہ اختیاری پر مواخذہ ہو اور غیر اختیار پر مواخذہ نہ ہو یہ تو مقدمہ ہے آگے اشکال ہے کہ (پھر اُمت مرحومہ کا یہ اختصاص کہ وساوس پر مواخذہ نہیں ہوتا) اگر مراتب مذکورہ میں سے غیر اختیاری کے اعتبار سے ہے کہ غیر اختیاری پر ان سے مواخذہ نہیں ہوتا اور دوسری امم سے ہوتا تھا تب تو امم سابقہ کا امور غیر اختیاریہ کے ساتھ مکلف ہونا لازم آتا ہے اور یہ کلیات شرعیہ کا منافی ہے (جیسے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا کہ ظاہراً اس میں نفس عام ہے لاحق اور سابق کو اور اختیاری کے اعتبار سے ہے تو خود ایک اختیاری اور دوسری اختیاری میں کیا فرق ہے کہ عزم پر تو مواخذہ ہوتا ہے اور حدیث النفس پر مواخذہ نہیں ہوتا باوجود یہ کہ اختیاری ہونے میں دونوں شریک ہیں وجہ حل ہونے کی یہ ہے کہ اختصاص مرتبہ اختیاری ہی کے اعتبار سے ہے اور فرق درمیان خاطر و حدیث النفس کے اور درمیان عزم کے یہ ہے کہ خاطر و حدیث النفس کا دفع اگر چہ اختیاری ہے مگر اس کے لئے قصد کی ضرورت ہے اور اس قصد سے اکثر ذہول ہو جاتا ہے پس ہاجس (اس ذہول

کی حالت میں) اکثر خاطر اور حدیث النفس کی طرف بلا قصد منجر ہو جاتا ہے سو اس خاطر اور حدیث النفس پر مواخذہ ہونا کلیات شرعیہ کیخلاف نہیں کیونکہ یہ بایں معنی اختیاری ہے کہ اس کا دفع اختیاری تھا جب دفع نہ کیا تو بقا اختیاری ہوا۔ اور اس بناء پر کسی امت کا اس کا مکلف ہونا کلیات شرعیہ سے خلاف نہ تھا لیکن رحمت الٰہیہ نے اس اُمت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ اس درجہ کو معاف کر دیا جیسے اصر و اغلال (بوجھ اور طوق یعنی احکام شدیدہ) کو جو امم سابقہ پر تھے اس امت سے ہلکا کر دیا پس یہ مرتبہ اختیاری ہے لیکن اس میں شدت تھی اس لئے یہ اصر و اغلال کی ایک فرد تھی۔ باقی رہا عزم تو ہا جس اس کی طرف اس طرح سے مفضی نہیں ہوتا بلکہ وہ قصد مستقل سے پیدا ہوتا ہے

پس یہ فرق ہے عزم میں اور حدیث النفس میں تو مدار عفو وہ افضا ہوا جو ذہول کے سبب ہوا اور مدار مواخذہ عزم مستقل ہوا (جب یہ بات ہے تو اگر گناہ کا حدیث النفس بھی عزم مستقل سے ہو اگرچہ عزم معصیت نہ ہو جیسے کسی نامحرم عورت کے تصور سے قصداً لذت حاصل کرنا سو ظاہر ہے کہ اس پر مواخذہ ہوگا اور ایسا التذاذ میرے نزدیک اس حدیث کے عموم میں داخل ہوگا کہ نفس بھی زنا کرتا ہے اور اس کا زنا یہ ہے کہ وہ تمنا کرتا ہے اور اشتہا کرتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ قلب میلان کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ التذاذ بدون اشتہا و میلان کے ہو نہیں سکتا پس یہ التذاذ بھی زنا ہوا اور اس حدیث کا مستحضر رکھنا وساوس کا علاج عظیم ہے جس کا مشائخ استعمال کرتے ہیں اور اسی حیثیت سے اس رسالہ میں یہ حدیث لائی گئی ہے اور بعض اکابر جیسے غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اس مقام پر اور طرح ہے لیکن اصل مقصود نہیں بدلتا یعنی اختیاری پر مواخذہ اور غیر اختیاری پر عدم مواخذہ خواہ حقیقۃً غیر اختیاری ہو خواہ حکماً) ویلقب بیان ھذا الحدیث بالصحصحۃ فی حکم الوسوسۃ (بوادر النوادر، ص ۱۲۷)

❁❁❁

علاج
عشق مجازی

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

علاج عشق مجازی

حال: التماس ہے کہ یہ احقر خلق ایک مدت سے حضور کی قدم بوسی اور زیارت کا متمنی تھا اللہ کا شکر ہے کہ اب کی بار کان پور میں میری تمنا پوری ہوئی۔ اپنی حالت زار خدمت اقدس میں عرض کرتے ہوئے ڈرتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ سوء ادبی ہو جس کا نتیجہ خسران اور حرمان ہو۔

بر بے ادب ہرگز نباشد فضل رب

لیکن مریض اگر معالج سے حالتِ مرض نہ کہے تو کیا کرے سخت خلجان تھا نہایت پریشان تھا لیکن مکرمی.......... کے ہمت دلانے سے کچھ ہمت بندھی اور۔

انہیں افسانۂ غم ڈرتے ڈرتے سنایا کچھ کہیں سے کچھ کہیں سے

حضور نے جو کچھ مکرمت فرمائی اور جس دل سوزی سے میرا حال زار سنا اس کا شکریہ ادا کروں تو محال ہے بجز اس کے کیا عرض کروں۔

شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو

چونکہ حضور کے دربار سے بذریعہ عریضہ مفصل حال کے اظہار کی اجازت ہوئی تھی اس لئے بکمال ادب عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں اور حضور کی شفقت بزرگانہ سے اُمید کرتا ہوں کہ سوء ادبی اور گستاخی معاف فرمائی جاوے گی۔

مردِ چشمے اگر دستے بدامانِ تو زد غالب وکیلش من نمید اندر سوم دادخواہی رام

احقر کی عمر اس وقت چالیس برس کی ہے اوائل عمر اکثر معصیت میں گذری جس میں صغائر کا بکثرت اور کبائر کا کم تر ارتکاب ہوا لیکن چونکہ صغائر کو تکرار کبائر

کر دیتی ہے اس لئے میں اپنے سب معاصی کو کبائر ہی سمجھتا ہوں اور ان پر نہایت خجل ہوں لیکن خود کردہ را علاجے نیست جب اپنے معاصی پر خیال کرتا ہوں تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عذاب جہنم میرے لئے کافی نہ ہوگا، مجھ ایسے نافرمان غلام کے لئے اگر صرف عذاب جہنم ہی پر اکتفا کی جاوے گی تو یہ کمال رحمت ہے۔ حشر کے دِن جب اِن گناہوں کے انبار کے ساتھ جس کا مقابلہ غالباً وہاں کوئی نہ کر سکے گا یہ نافرمان غلام مالک حقیقی کے سامنے پیش کیا جاوے گا تو کیا حالت ہوگی اس خیال سے دل کانپتا ہے لیکن چونکہ اللہ کی رحمت سے نا اُمیدی کفر ہے۔ اس لئے ڈھارس بندھتی ہے میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا رہتا ہوں اور نہایت خجل اور نادم ہوں اس وقت بذریعہ عریضہ ہذا خدام حضور والا میں مختصراً اپنے معاصی کا اظہار کر کے خلوص دل سے بارگاہ رب العزت میں توبہ کرتا ہوں اور بکمال ادب اس کا ملتجی ہوں کہ حضور میرے لئے اوقات خاص میں دُعا فرماویں کہ باری تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما دے اور توفیق عمل نیک عطا فرماوے اور بزرگان دین کے طفیل میں حسنات دارین عطا فرماوے۔ خدا کے لئے میری یہ التجاء قبول فرمائی جاوے ورنہ حسرت و یاس میرا کام تمام کردے گی یہ حالت تو اوائل شباب کی تھی اب اس کے بعد کی حالت کا التماس ہے کہ جب میری عمر کچھ کم وبیش بیس سال کی تھی تو طبیعت کا رجحان ایک خاص طرف ہوا لیکن چونکہ مقتضائے سِن یہ ایک معمولی بات تھی اس لئے سد باب کی طرف مطلق اعتناء نہ ہوا گویا کہ یہ کوئی بات ہی نہ تھی۔ اب اگر اَلفاظ کے صحیح معنی کا مجھ کو اندازہ ہے تو رجحان سے میلان ہوا۔ میلان سے دلچسپی ہوئی۔ دلچسپی سے محبت پھر عشق اب جنون کا مقدمہ ہے۔ اس کے بعد دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ چونکہ مطلوبہ دوسرے سے وابستہ ہو چکی تھی اس لئے ادب لحاظ اور شرم اور دیگر موانع ایسے ہوئے کہ کبھی اس سے اظہار محبت کا موقع نہ ملا۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اُس وقت سے اِس وقت تک ایک لمحہ ایک منٹ کبھی ایسا نہیں

گذرا کہ اس کی یاد سے دل خالی ہو۔ سونے کی حالت میں اگر سمجھا جاوے کہ یہ حصہ عمر ایسا گذرا کہ اس میں یہ حالت نہ ہوگی تو بہت ممکن ہے کہ ایسا ہو لیکن میں تو یہی کہوں گا کہ سوتے وقت اس کا نام زبان پر اور اس کا خیال دل میں یقینی تھا۔ اور ادھر آنکھ لگی اور اُدھر وہ صورت سامنے ہوگئی۔ ایک تو رات کو نیند ہی کم آتی ہے اور جب آئی تو ساتھ لے کر آئی۔ جب آنکھ کھلی تو اُس کا خیال دل کو ستا رہا تھا گو اس سب میں مبالغہ ہو لیکن ہے حالت اسی کے مقرون اوائل سن شعور سے ہی ذوق عبادت زیادہ تھا گو ایک عرصہ تک نمازیں باترتیب نہیں ہوئیں روزے بھی قضاء ہوئے لیکن رفتہ رفتہ بحمد اللہ پابندی ہوگئی لیکن وہ خیال دل سے نہ گیا۔

کبھی وہ اور کبھی اِس کا رہا غم غرض خالی دل شیدا نہ پایا

نفس کو بار بار ملامت کی بہت سوچا بہت عقل لگائی لیکن سب بے سود، یہ صورتیں اختیار کیں برسوں اس طرف نہیں گیا۔ دل سے اس خیال کے ہٹانے کی ہر طرح کوشش کی لیکن کچھ کارگر ہوئی پہلے میں آزاد زندگی بسر کرنا چاہتا تھا نکاح کرنے پر دل ہرگز راضی نہ تھا۔ لیکن پھر یہ خیال آیا کہ یہ عشق اور محبت اقتضائے سن ہے۔ اگر نکاح کرلیا جاوے تو یقین ہے کہ رفتہ رفتہ یہ حالت جاتی رہے گی۔ اِدھر والدین نے زور دیا کہ نکاح ضرور کرنا چاہئے چنانچہ نکاح ہوا اور اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے بیوی بھی بہت نیک عطا فرمائی، پڑھی لکھی سلیقہ والی پابند صوم صلوات لیکن اس حالت میں مطلقاً کچھ فرق نہیں ہوا خدائے برتر نے اپنے فضل عمیم سے تین اولاد نرینہ عطا کئے۔ نو برس کے بعد بیوی کا انتقال ہوگیا چونکہ بچے بہت چھوٹے تھے اُن کی پرورش کے خیال سے اور نیز حفاظت نفس کے خیال سے نکاح ثانی پر میں مجبور کیا گیا۔ یہ دوسری بیوی بھی مجھ کو نیک اور فرماں بردار ملی ہیں نماز اور روزے کی پابند ہیں اور ہر طرح سے اچھی ہیں ان سے بھی تین اولادیں ہیں دو لڑکے اور ایک لڑکی۔ نکاح اور اولاد کا کچھ بھی اثر اس محبت پر نہیں پڑا۔ وہی

حالت رہی اور روز بروز زیادہ ہوتی گئی۔ اب یہ خیال ہوا کہ کہیں دُور دراز چلا جانا چاہئے کیونکہ ایک ہی بستی میں رہنے سے سال ڈیڑھ سال میں کبھی سامنا ہو ہی جاتا ہے اس غرض سے میں چلا گیا وہاں سے گیا۔ مدت تک دُور رہا برسوں اُپنے وطن نہیں آیا لیکن سب بے سود یہ کیا آفت آسمانی ہے جو مجھ پر مسلط کی گئی ہے جس نے نہ مجھ کو دین کا رکھا اور نہ دنیا کا ایک مدت سے دنیا کی طرف سے دل سرد ہو گیا ہے کسی چیز سے ذرّہ بھر دلچسپی نہیں ہے۔ خوشی دل سے مفقود ہے حزن اور ملال غالب ہے ایک کھٹک ہے جو برابر دل میں موجود ہے بعض دنوں میں دل کی بے چینی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ کسی طرح چین بھی نہیں آتا پھر اس حالت میں تخفیف ہو جاتی ہے جملہ محسوسات عالم میں اسی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ نہ بیوی سے موانست ہے نہ بچوں سے محبت ہے اگر دن رات خیال ہے تو اُسی کا۔ مدت سے بارگاہ باری تعالیٰ میں دست بدعا ہوں کہ اے قادر مطلق یا تو اس کی محبت دل سے بالکل ہی جاتی رہے یا اور کوئی صورت پیدا ہو یا موت ان سب قضیوں کا فیصلہ کر دے بارہا خود کشی کا خیال ہوا لیکن خوف باری تعالیٰ اس کا مانع رہا ابھی تک کسی پر اس حالت کا اظہار نہیں کیا یہ پہلی بار ہے کہ حضور میں عرض کرنے کی جرأت ہوئی ہے۔

ہوا کوئی نہ حال دل سے آگاہ　　رہی مشتاق گوش اپنی کہانی

میں بکمال ادب یہ پوچھتا ہوں کہ آخر عشق ہے کیا چیز۔ ایک خاص طرف کیوں کشش ہوتی ہے کیا دوسری طرف بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ یہ نہایت مختصر حال تھا۔ جو عرض کیا گیا۔ میری صحت بہت اچھی نہیں ہے ضعف معدہ میں گرفتار ہوں۔ تیسرے چوتھے برس درد گُردہ کا دورہ پڑتا ہے۔ ورزش اور مالش کئی بار شروع کی لیکن چھوٹ گئی میں نے فقہ اور حدیث کی کتابیں اکثر پڑھی ہیں۔ چند تفاسیر دیکھی ہیں لیکن شروع سے اخیر تک کسی تفسیر کے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ کیمیائے سعادت۔ احیاء العلوم و دیگر اسی قسم کی کتابیں پڑھی ہیں۔ کتب بینی سے بے حد

دلچسپی ہے، حضور کی تصانیف اکثر دیکھی ہیں۔ بہشتی زیور وبہشتی گوہر کوئی بار دیکھ چکا ہوں آج کل کلید مثنوی دیکھ رہا ہوں۔ خود شاعر نہیں ہوں لیکن اشعار سے بدرجہ نہایت دلچسپی ہے شعر پڑھنے سے ایک خاص حالت ہو جاتی ہے۔ جو تحریر میں نہیں آ سکتی میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر کوئی خوش آوازی سے غزل یا شعر پڑھے تو ممکن ہے کہ قالب سے رُوح پرواز کر جاوے۔ یہی حالت قرآن پاک کے سننے سے ہوتی ہے۔ خود پڑھنے میں یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ ہر نماز کے بعد ایک بار حزب البحر مع اعتصام اور اختتام پڑھتا ہوں نماز مغرب کے بعد تین بار پڑھتا ہوں۔ ایک بزرگ سے اس کے پڑھنے کی اجازت حاصل کر چکا ہوں اور بارہ روز میں اس کی زکوٰۃ بھی دے چکا ہوں اب حضور سے بھی اس کی اجازت چاہتا ہوں، نماز صبح کے بعد پانچ سو بار ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ'' اور پانچ سو بار آیت کریمہ ''لا اِلٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین'' اور نماز مغرب کے بعد پانچ سو بار ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' اور پانچ سو بار'' پانچ سو بار ''حسبنا اللہ ونعم الوکیل'' الخ پڑھتا ہوں ہر نماز کے بعد ''آیت الکرسی'' ایک بار ''لقد جآء کم رسول الخ۔ ایک بار حسبی اللہ لا اِلٰہ اِلا ھو الخ۔ ۷ بار پڑھتا ہوں۔ جمعہ کے دن بعد نماز فجر سورۂ کہف پڑھتا ہوں کبھی کبھی کچھ قرآن کی تلاوت کرتا ہوں بعد نماز عشاء برعایت تعداد اس میں مطلوب ''۴۷۷ بار'' یا اللہ یا رحمٰن یا حیم یا حی یا قیوم برحمتک استغیث پڑھتا ہوں، سوتے وقت بستر پر لیٹ رہتا ہوں۔ تو اکثر ہزار بار اَمَّنْ یُجِیْبُ المضطر اذا دعآہ و یکشف السوء پڑھتا ہوں۔ لیکن یہ کسی دن ناغہ بھی ہو جاتا ہے یہ میری مختصر کیفیت تھی جو عرض کی گئی۔ اب جو حضور ارشاد فرماویں وہ کیا جاوے میں چاہتا یہ ہوں کہ اس کا خیال بالکل میرے دل سے جاتا رہے۔ یا قادر مطلق کوئی اور اسباب پیدا کر دے۔ کیونکہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے کہ میں سیدھے راستہ پر لگ

جاؤں دل میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غالب ہو جاوے اکثر خواب میں بزرگانِ دین کی زیارت ہو چکی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کئی بار زیارت ہوئی خانہ کعبہ میں کئی بار ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ اندر بھی پڑھی اور باہر بھی۔ خواب میں مدینہ منورہ اور روضہ پاک کی زیارت کر چکا ہوں۔ حضور کی قدم بوسی کا بہت مشتاق تھا جب سے حضور کی زیارت ہوئی ہے دل کو ایک سکون سا ہے۔ دل یہ ہی چاہتا ہے کہ بقیہ عمر حضور ہی کے قدموں میں گذرے۔

میں کثیر العیال ہوں اس لئے فکر معاش بعض اوقات سوہانِ رُوح ہے۔ ابھی تک کوئی ایسی ملازمت نہیں ملی جس سے اطمینانِ قلب ہوتا۔ حضور کو رخصت کر کے جب اسٹیشن سے لوٹا تو دل کی حالت ناگفتہ تھی ۔

فردا دوئی کا تفرقہ یک بار مٹ گیا تم کیا گئے کہ ہم پہ قیامت گذر گئی

میں اپنے عریضہ کو باکمال ادب اس شعر پر ختم کرتا ہوں ۔

نہ دے نامے کو اتنا طول اے دل مختصر لکھ دے کہ حسرت سنج ہوں عرض ستم ہائے جدائی کا

تحقیق:۔ میں نے خوب توجہ اور دلچسپی سے ایک ایک حرف آپ کے خط کا پڑھا کیونکہ اس میں مجھ کو خود ایک لُطف آیا۔ آپ کی مجموعی حالت کے استحضار کے بعد اس کے متعلق جو بے ساختہ قلب پر وارد ہوا وہ یہ تھا کہ آپ اگر اپنی قدرت وقصد سے سا شغل میں کچھ حصہ لیتے ہیں تو اس کو ترک کر دیجئے اور جس فعل پر قدرت ہوتی ہے اس کے ترک پر بھی قدرت ہوتی ہے اور اگر آپ کے اختیار وقصد کو اس میں کچھ دخل نہیں تو یہ حالت محمودہ ہے۔

اور علاج ہے بہت سے اخلاق رذیلہ کا اور مجاہدہ کی ایک اعلیٰ درجہ کی نوع ہے۔ اس پر صبر کیجئے۔ ہاں ازالہ کے لئے دُعا کرتے رہئے۔ باقی جب سب تدبیریں آپ کر چکے اور زوال نہیں ہوا تو اب صبر سے کام لیجئے اس صورت میں اس کے زوال کے درپے ہونا قضا وقدر سے فرار ہے۔

از کہ بگریزم از خود اے محال

اللہ تعالیٰ نے صبر میں بڑی برکات رکھی ہیں اگر تمام عمر کے لئے کوئی جسمانی مرض لازم لگ جاتا تو بجز صبر کے کیا کرتے اب بھی یہی کیجئے۔

اس سے گھبرانا یہ نفس کی آرام طلبی ہے جس کا بندہ کو کچھ حق نہیں اور اس میں ایک بڑی خیر یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص عشق میں مبتلا ہو جاوے اور وہ صبر کرے اور خلاف شرع کوئی کام نہ کرے (جس میں نہ دیکھنا اور اس کی آواز نہ سُننا اور اس کا خیال قصداً نہ لانا اور اس کا تذکرہ نہ کرنا سب داخل ہے۔) اور پھر اس حالت میں وہ مر جاوے تو وہ شہید ہوتا ہے۔

سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر ہم کم درجہ والے لوگوں کے لئے کیا ہوگا۔

البتہ اگر کبھی چندے یہاں قیام بآسانی ہو جاوے تو کیا عجب ہے اس میں اگر زوال نہ ہو تو اعتدال ہی ہو جاوے ورنہ ؎

چونکہ بر میخت بہ بندد بستہ باش چوں کشاید چابک و برجستہ باش

میں بھی دُعائے خیر کرتا ہوں۔ (محرم ۳۴ھ) (تربیۃ حصہ چہارم ص ۴۵)

(تربیت السالک جلد ۱، ص ۲۳۹)

❁❁❁

القول الفصل فی بعض آثار الوصل

غلبہ توحید وجودی

حضرت حکیمُ الاُمت مُجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العُلوم القرآنیۃ، واقف الأسرار الفرقانیۃ، راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الأسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحمّد اَشرف علی التّھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

القول الفصل فی بعض اٰثار الوصل

غلبہ توحید وجودی وفنا وعلاج کبر وذکر لطائف

القول الفصل فی بعض آثار الوصل

کہ جواب ست از بعضے سوالات یکے از اجازت یافتگان ختمی

از احقر...... بحضور سیدی ومولائی مرشدی ومقتدائی مداللہ ظلہٗ العالی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامدًا ومصلیاً۔ امابعد۔ احقر اپنے بعض حالات عرض کر کے طالب ارشاد ہے۔

جزو اوّل

ابھی تھوڑے دن ہوئے کہ احقر ایک گاؤں کو گیا تھا وہاں قلب پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ وہ پوری طرح بیان میں نہیں آسکتی۔ ایک سکون محض تھا کہ ایسا کبھی خلوت میں بھی نصیب نہیں ہوا۔ جو اس جلوت میں تھا اس کو میں الفاظ میں نہیں لا سکتا حضور مع اللہ کہا جائے یا کیا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ذات حق تعالیٰ کے ساتھ بالکل اتصال ہے حتیٰ کہ کسی کے خیال کی بھی گنجائش نہیں چونکہ احقر کا مذاق حضور والا کی جوتیوں کے طفیل سے تنزیہہ محض ہے اس لئے یہ بیان نہیں کرسکتا کہ اتصال کے کیا معنی ہیں اس میں کسی کسی وقت اتنی ترقی ہوئی کہ بے اختیار ''لا الٰہ الا اللہ'' کہتا اور سر سجدہ کی طرح جھک جاتا اور اپنا خیال بھی باقی رہتا بعض دفعہ اس قدر طاری ہوتی کہ اتنا اتصال گستاخی اور بے ادبی ہے پیچھے ہٹ کر رہنا چاہئے لیکن اس پیچھے ہٹنے کے معنی بھی نہیں بتا سکتا کیا ہیں ہاں یہ مضمون ذہن میں آتا تھا کہ حق تعالیٰ نے دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ سبب کی آڑ رہے اور مشاہدہ بے حجاب نہ ہو اور

ساتھ ہی اس کے سبب کا سلسلہ کہیں ختم ہوتا ہے اس کے آگے علت العلل (اختیاری نہ کہ موجبہ) خود ہیں جل جلالہ نظر کو اگر عمیق کیا جاوے تو آڑ باقی نہیں رہتی۔ اور ہر چیز میں مشاہدہ ہوسکتا ہے اس وقت یہ کہتا تھا۔

اے تو پنہاں در ظہور خویشتن آشکارا ہم بنور خویشتن

نماز میں بعض وقت یہ حالت ہوتی کہ مطلق التفات الی غیر اللہ حتیٰ کہ اپنی طرف بھی نہ رہتا مگر یہ حالت کچھ سیکنڈ کے لئے ہوتی اس سے زیادہ اس کو قیام نہ تھا۔ خارج صلوۃ میں لوگوں سے علاج معالجہ کے متعلق باتیں کرتا تھا مگر قلب میں یکسوئی تھی۔ اور باتیں کرنے میں توجہ ہٹتی تھی لیکن بات ختم ہوئی اور وہی حالت عود کر آئی جو لطف اس حالت میں تھا وہ میری رگوں میں اب تک موجود ہے ہمہ تن نشاط وسرور وفراغ تھا۔ نماز کے بعد یہ دل چاہتا تھا کہ مسجد سے اب کہیں نہ جاؤں مگر مجبوری کو جانا پڑتا تھا بعض وقت یہ خیال کر کے کہ یہ حالت جاتی نہ رہے شکر کرتا نظر بریں کہ در شکر نعمت بود برمزید۔ اور کبھی دُعا مانگتا اللھم لا تنزع منی صالح ما اعطینی اور اس وقت یہ سمجھ کر کہ رحمت حق جل وعلا شانہ متوجہ ہے۔ حضرت والا کے لئے اور والدین اور .... کے لئے دعا کرتا اور جو کچھ بھی سمجھ میں آتا دعا کرتا دو دن یہ حالت رہی گو یکساں نہیں رہی مگر کوئی وقت اس حالت سے بالکل خالی نہ تھا۔

اسی اثناء میں ایک اثر یہ تھا کہ غیر ضروری کلام سے نفرت تھی۔ اور جو کچھ کلام کرتا تھا وہ جامع مانع ہوتا تھا اور حضرت والا کا عکس اس میں ہوتا تھا لب ولہجہ بھی وہی آواز بھی قریب قریب ویسی ہی صفائی ستھرائی کی جانب غایت درجہ میلان اور میل کچیل سے سخت نفرت لیکن نماز میں کیسا ہی کوئی میلا آدمی کھڑا ہو نفرت نہ تھی۔ حُسن صورت کی طرف بہت زیادہ میلان اور ایک اثر یہ تھا کہ ہر چیز کی حقیقت گویا آنکھ سے نظر آتی تھی۔ حتیٰ کہ بارہا ایسا معلوم ہوا کہ لوگوں کی قلبی حالت منکشف ہوتی ہے۔ لیکن جب ایسا ہوا جب ہی میں نے منہ پھیر لیا ایک تو اسی وجہ سے کہ یہ تجسس ہے اور گناہ ہے

دوسرے کچھ طبعی نفرت سی تھی حتیٰ کہ اگر یہ حالت رفع نہ ہوتی تو میں لوگوں سے بات چیت کرنے میں لگ جاتا کہ گو ذکر اللہ بھی نہ رہے مگر اس میں بھی نہ پڑوں (اس وقت بھی سمجھ میں آیا تھا نہ معلوم یہ طریقہ غلط تھا یا صحیح اور مجھ کو کیا کرنا چاہئے تھا) بہت دفعہ ایسا ہی ہوا اور میں نے اُس انکشاف کو نہ ہونے دیا ایک یہ بات تھی کہ وہ اتصال ایک ایسی چیز تھی کہ بائیں طرف قلب سے نہیں محسوس ہوتی تھی۔ بلکہ داہنی طرف سینہ کے اندر سے محسوس ہوتی تھی میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کیا بات تھی، دو دن کامل یہی حالت رہی اس کے بعد کم ہوگئی حتیٰ کہ اب بھی مگر گاہ گاہ اور اتنی خالص نہیں جتنی ان دو دن میں تھی اس میں لذت اس قدر تھی کہ دل بے حد تڑپتا ہے کہ اس کو دوام کیوں نہیں ہوتا۔ اور جس وقت اس میں کمی ہوئی تھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا تھا کہ اے اللہ کیا ہوگا۔

مگر ایک واقعہ اپنا ہی یاد تھا جو حضرت کی ہمرکابی میں گورکھ پور کے سفر میں پیش آیا تھا وہ یہ کہ مجھولی کو جاتے وقت حضرت سیکنڈ کلاس میں تھے اور خدام تیسرے درجہ میں اُس وقت ایک دم یہی حالت احقر پر طاری ہوئی جب وہ ذرا کم ہوئی تو بے اختیار دل چاہا کہ حضرت والا کے پاس ہوتا دیکھتا کیا ہوں کہ ایک اسٹیشن آیا اور حضرت والا سیکنڈ میں سے اُتر کر خدام کی گاڑی میں تشریف لائے کسی نے عرض کیا کہ حضرت سیکنڈ میں سے کیوں اُتر آئے فرمایا کہ دل چاہا کہ احباب کو دیکھ آؤں احقر نے مجھولی پہنچ کر یہ حالت عرض کی تو فرمایا کہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے ۔

در بزمِ عیش یک دو قدم درکش و برو یعنی طمع مدار وصالِ مدام را

اس واقعہ کو یاد کر کے اس دفعہ بھی خاموش ہو رہا وہ حالت اب بھی کبھی کبھی ہوتی ہے مگر ذرا دیر کو حضرت والا ارشاد فرمائیں کہ یہ حالت کیسی تھی۔ اور احقر کو کیا کرنا چاہئے اور اب کیا کرنا چاہئے۔ دل بہت چاہتا ہے کہ ہر وقت وہی حالت رہے۔

جزو ثانی

دوسری ایک حالت بھی قابل عرض ہے وہ یہ کہ اسی حالت کے دوران میں

جب میں گاؤں سے چلنے لگا تو ایک شناسا نے ایک چھوٹی سی ٹوکری میں آم دیئے اور ایک مرتبان میں سرکہ کی چٹنی دی جائے قیام سڑک سے تقریباً نصف فرلانگ تھی۔ اس وقت آدمی بہت جمع تھے معطی نے آم کی ٹوکری اور چٹنی کا مرتبان میرے سامنے لاکر رکھ دیئے جس وقت میں اُٹھا تو انہوں نے کوئی آدمی ان کو پہنچانے کے لئے نہیں دیا۔

مجھے خود اُٹھانے میں عار آئی اور انتظار رہا کہ وہ کوئی آدمی پہنچانے کے لئے دیں یا مجمع میں سے کوئی اُٹھالے انہوں نے آدمی نہیں دیا مجمع میں سے ایک صاحب نے دونوں چیزوں کو اُٹھالیا یہ ایک حافظ صاحب تھے جنہوں نے بندہ سے درخواست بیعت ہونے کی کی تھی بندہ نے ان کا شوق دیکھنے کے لئے ٹال دیا تھا اس کا اُٹھالینا غنیمت معلوم ہوا مگر بطور تواضع اُن سے کہا کہ آپ تکلیف نہ کریں میں خود لے چلوں گا۔ (سچ بات یہ ہے کہ یہ سب تصنع تھا) غرض بندہ اس سب مجمع کے ساتھ سڑک پر پہنچا اس وقت ایک موٹر کے آنے کا وقت تھا حکم قضا کہ اس روز وقت پر موٹر نہیں آیا بہت دیر کے بعد آیا تو بالکل بھرا ہوا تھا خبر ملی کہ ایک اور موٹر آنے والا ہے مگر وہ آیا ہی نہیں دو گھنٹہ دھوپ میں پڑا رہنا پڑا اس کے بعد کئی ٹمٹمیں آئیں مگر کسی میں جگہ نہ ملی اور کسی سے معاملہ طے نہ ہوس غرض بہت تکلیف اُٹھانی پڑی اس وقت اس آیت کی طرف سے خیال گیا۔ **ماا صابکم من مصیبةٍ فبما کسبت ایدیکم** اور دِل کھٹکا کہ یہ اس گناہ کا اثر ہے کہ ایک غیر شخص سے یہ خدمت لی اور اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو عار سمجھا یہ کبر ہے اس وقت سب سے زیادہ فکر اس کا ہوا کہ کہیں اس گناہ کی نحوست سے وہ حالت حضور مع اللہ کی نہ جاتی رہے توبہ استغفار کیا اور دُعا مانگی **اللھم لا تجعل مصیبتنا فی دیننا** اے اللہ! اگر اس گناہ کا یہ وبال ہے تو دنیا کی تکلیف اور بھی چاہے کچھ پہنچ جائے مجھے منظور ہے لیکن دینی مصیبت اور اس حالت کا زوال منظور نہیں۔ اس کے ذرا دیر کے بعد ایک ٹمٹم آ گئی اور میں روانہ ہوا راستہ بھر توبہ استغفار و دعا کرتا رہا۔

اور سوچتا رہا کہ اس کا کفارہ کیا کروں اس کے سوا کچھ خیال میں نہ آیا کہ

اس شرارت نفس کا علاج یہ تھا کہ اس ٹوکری کو اس مجمع کے سامنے سر پر رکھ لیتا لیکن وہاں سے روانہ ہو چکا تھا اور شہر کے قریب تھا دل میں ٹھان لیا کہ شہر میں ایسا کروں گا اور بعد میں حضرت والا کو اطلاع دوں گا اور جو تجویز ہوگی وہی کروں گا چنانچہ شہر پہنچ کر جب گھر کے قریب پہنچا تو اس ٹوکری کو سر پر رکھ کر چلا خیال ہوا کہ مطب میں نامعلوم کون کون ہو۔ یہ حرکت باعث خفت ہے خصوصاً نوکر کے سامنے مگر اس کی پرواہ نہیں کی اور اسی طرح مکان پر پہنچا دروازہ میں نیچے کے کرایہ دار ملے اُن سے سلام علیک کی اور اسی طرح مطب میں پہنچا اتفاق سے اس وقت وہاں نوکر نہ تھا نہ کوئی اور تھا صرف مولوی صاحب تھے ان سے سلام علیک کر کے ٹوکرا سر سے اُتار کر رکھ دیا۔ اب حضرت والا ارشاد فرمائیں کہ احقر نے کیا بات صحیح کی اور کیا غلط۔ اور یہ علاج کافی ہے یا کسی اور علاج کی ضرورت ہے۔

جزو ثالث

وہ کیفیت ہنوز اس طرح باقی ہے کہ کبھی کبھی ہو جاتی ہے کبھی نماز میں کبھی خارج نماز میں مگر ایک فرق ہو گیا ہے کہ اس زمانہ میں داہنی طرف سینہ میں محسوس ہوئی تھی اور اب وسط صدر میں بلکہ مائل بہ بسیار قریب قلب ہے میں یہ بیان نہیں کر سکتا کہ کس چیز سے اتصال معلوم ہوتا ہے اور سینہ میں وسط میں یا ایمن وایسر میں کیا تعلق ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی نسبت مذاق احقر کا تنزیہ محض ہے۔ والسلام بالادب التمام۔

(چار محرم الحرام ۴۴ھ)

جواب جزو اوّل

یہ حالت مرکب تھی غلبہ توحید وجودی وفنا سے اور چونکہ اس غلبہ کا مورد اوّل رُوح ہے نہ کہ قلب اس لئے ایمن کی جانب سے ناشی معلوم ہوتی تھی اور اس کا اضمحلال رحمتِ حق ہے کیونکہ اس کا استمرار محل خطر ہے اعتقاداً بھی عملاً بھی اور آپ نے اس کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ اجتہاداً مناسب تھا لیکن زیادہ مناسب یہ تھا کہ اس

میں اپنے قصد سے کچھ تصرف نہ کیا جاتا بلکہ بالکل اس کے تابع بن جانا چاہئے تھا اور تمنا اس کی طبعاً لا باس بہ اور عقلاً غیر مطلوب ہے۔

جواب جزو ثانی

یہ خطرہ اور انتظار کسی حامل کا اُس حالت کے ضعف کے سبب تھا مگر مذموم نہ تھا اور منشاء اس کا کبر نہ تھا خجلت تھا۔ جس کا علاج ضروری نہ تھا مگر جو علاج کیا گیا اس میں نفع ہوا البتہ مبتدی کو اگر ایسی حالت پیش آوے تو اکثر منشاء اس کا کبر ہوتا ہے اس کو یہ علاج ضروری ہے۔

جواب جزو ثالث

لطیفہ قلب کا تعلق یسار سے ہے اور لطیفہ سر کا تعلق وسط سے اور سب لطائف میں ارتباط ہے تو رُوح کا ان پر عکس پڑنا مظنون ہے اور بعض اوقات عکس زیادہ محسوس ہونے لگتا ہے اصل سے واللہ اعلم بالاسرار۔ (النور صفحہ ۵۳۴) (تربیت السالک جلد ۱، ص ۶۶۳)

❁❁❁

انقباض قلبی کا علاج

حسب حالے ننوشتیم شدا یا ے چند قاصدے کو کہ فرستم بتو پیغامے چند
مابداں مقصد عالی نتوانیم رسید ہاں مگر لطف شما پیش نہد گامے چند
اے ضیاء الحق حسام الدین ما بہر ما حق ساخت نورو ضیا
تو ضیائے خویش از ما وامگیر نور افشانی کن اے بدر منیر
اے دلم در ہجر بدرت چوں ہلال دارہاں مارا ازیں رنج و ملال
درخور بزم شہاں گرنیستم من بودن دربخدمت ایستم

حضرت شیخی ومرشدی جناب مولانا اشرف علی صاحب دامت الطافکم۔

از جانب احقر نام بدنام کنندۂ نکونامے چند احقر۔۔۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے عرض خدمت عالی میں یہ ہے کہ عرصہ تخمیناً تین ماہ کا ہوتا ہے کہ بندہ سے کوئی عریضہ خدمت عالی میں نہیں لکھا گیا گونا گوں عوائق و پریشانیاں سدِ راہ رہیں زیادہ تر یہ بھی وجہ ہوئی کہ یہ جگہ ڈاک خانہ سے دور ہے جس کی وجہ سے اکثر دیر ہو جایا کرتی ہے لیکن دل کو اسی طرف کشش رہتی ہے۔

دورم بصورت از در دولت سرائے دوست لیکن بجان و دل زمقیمان حضرتم
دریاؤ کوہ درره و من خستۂ وضعیف اے خضر پے خجستہ مدد دہ بہمتم

خیالک راحتی فی کل حسین و ذکرک مونسی فی کل حال
منال اے دل کہ در زنجیر زلفش ہمہ جمعیت است آشفتہ حالی
سویدائے دل من تا قیامت مباد از سوز و سودائے تو خالی

دل اکثر پریشان رہتا ہے دُعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ جلدی ملاقات نصیب فرما دیں۔ تحقیق۔آمین بخیر۔

حال: بعض اوقات وہم ووسواس سے طبیعت پریشان ہوجاتی ہے اور یہ وہم ہر عبادت میں ہونے لگتا ہے طہارت میں، نماز میں، روزہ میں، سب چیزوں میں وہم ہو جاتا ہے جس سے طبیعت منقبض ہوجاتی ہے۔

تحقیق: اگر اس وہم کا اتباع نہ کیا جاوے تو یہ انقباض بھی نافع ہے۔ (النور ص ۲۷۵)

حال۔ سب سے زیادہ تنگی جو آپ سے جدا ہو کر محسوس ہوئی وہ یہ ہوئی کہ قلب کو مجاہدہ اور کف عن الحرام سے سخت تنگی ہونے لگی یہاں تک کہ بعض اوقات زندگی تلخ ہونے لگی اور اس تنگی میں قلب کے اندر موت کی آرزو پیدا ہونے لگی بعض حالتوں میں قلب کی تنگی سے یہ نوبت ہوئی کہ جیسے کوئی سخت درد کے اندر کراہا کرتا ہے اور ہائے وائے کیا کرتا ہے اس کے بعد کچھ افاقہ ہوا اور قلب کے اندر شکستگی پیدا ہوئی اور عجب پندار کم ہوتا معلوم ہوا غلبہ حال میں یہ مصرعہ مطابق حال زبان پر جاری ہوا۔

خوب شد اسباب خود بینی شکست
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے
در طریق عشق بازی امن و آسائش خطاست
ریش باد آں دل کہ با درد تو جوید مرہمے

تقلب احوال وانتقال از حالے بحال منجملہ علامات قطع مراحل است اللھم زد فزد۔

چوں درز راد خانہ باز شد غمزہائے چشم تیر انداز شد

بردلم زد تیر و سودائیش کرد عاشق شکر و شکر خائیش کرد
عشق میگوید بگوشم پست پست صید بودن خوش تراز صیادی است
تو نہ صیادی نہ جویائے منی بندۂ افگندۂ رائے منی
ہر زماں گوید بگوشم بخت تو گر ترا غمگین کنم غمگین شو
من ترا غمگین و گریاں زاں کنم تاکت از چشم بداں پنہاں کنم
تلخ گردانم از غمہا خوئے تو تاکہ گردو چشم بد ازروئے تو

تحقیق: ماشاء اللہ تنگی کے ساتھ ان واردات کا القاء مصداق ہے۔

قول عارف شیرازی رحمہ اللہ کا۔

درد از یاراست ودرماں نیز ہم دل فدائے اوشد و جاں نیز ہم

حال: اس عاجز کے پاس کچھ سرمایہ اَعمال نہیں اور یہ احوال جو کچھ بھی ہیں آپ کی صحبت کے طفیل دولت مستعار کی طرح میرے گھر مہمان ہیں بجز اُمید کے کہ اس سے ہر شکستہ خورسند ہے اور کس چیز پر نظر رکھیں مبتلائے معصیت کے پاس سرمایۂ اعمال کہاں نفس و شیطان جیسے سخت دشمنوں سے جہاد بھی مجھ جیسے کم ہمت کی ہمت کہاں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے سب کچھ اُمید ہے۔

در نمی تانی بکعبہ لطف پیر عرضہ کن بیچارگی برچارہ گیر
درپناہ لطف حق باید گریخت کہ ہزاراں لطف برارواح ریخت
اے محبّ عفو از ما عفو کن اے طبیب رنج ناسور کہن
کیمیاداری کہ تبدیلش کنی گرچہ جوئے خون بودنیلش کنی
بہرمانے بہرآں فضل نخست کہ تو کردی گمراہاں راباز جست
حق آں رحمت کہ برتلوین ما رحمتے کن اے امیر لونہا
تا فضیحت ہائے دیگر رانہاں کردہ باشی اے کریم مستعاں
ابتلائم میکنی آہ الغیاث اے ذکوراز ابتلایت چوں اناث

ایں دل شوریدہ راتد بیر بخش ایں کمانہائے دوتو را تیر بخش

تحقیق: احوال وواردات سابقہ کے بعد یہ واردات غیبی علاج ہے عجب محتمل کا مبارک ہو۔

حال: اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے آپ کی صحبت کے طفیل گونہ ذوق دیوانگی نصیب فرمایا:

فللّٰہ الحمد علٰی ذالک و تذکرت قول العارف حیث قال۔

ہرچہ غیر شورش و دیوانگی است اندریں رہ روئے در بیگانگی است

باکہ خفتی وزچہ پہلو خاستی کہ چنیں پر جوش چوں دریاستی

سخت مست و بے خود و آشفتہ دوش اے جاں برچہ پہلو خفتہ

جرعہ یک ریخت ساقی الست برسر ایں شورہ خاک زیردست

جوش کرد آں خاک و مازاں جوشیشم جرعۂ دیگر کہ بس بے کوشیشم

گرروا بدنالہ کردم از عدم در بنود ایں گفتنی اینک تن زدم

تحقیق:۔ یہ سب شکر ہے جس پر وعدۂ مزید ہے۔

اللھم زد و بارک۔ ذیقعدہ ۳۴ھ (النور صفحہ ۲۷۵)

(تربیت السالک جلد ۱، ص ۷۳۶)

حالات محمودہ

حال: احقر آج کل دس ہزار مرتبہ استغفار اور چوبیس ہزار مرتبہ اسم ذات پڑھتا ہے بعض دن کسی عارض سے کم و بیش بھی ہو جاتا ہے لیکن حالت یہ ہے کہ ہر طاعت کے بعد ایسی غیرت ہوتی ہے کہ جیسے معصیت کے بعد ہوا کرتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ میری ہر طاعت میں کمی اور بہت سی کوتاہیاں مجھ کو معلوم ہوتی ہیں اور انعامات خداوندی کی ہر وقت اپنے اُوپر بارش دیکھتا ہوں اور جب معصیت ہو جاتی ہے تب تو بجز رو کر معاف کرانے کے اور کچھ بن نہیں پڑتا۔ اور اللہ تعالیٰ سے سخت شرمندگی ہوتی ہے۔ چند یوم سے ایسی حالت پیش ہے کہ تمام دنیا سے دل سرد ہو گیا ہے اور قلب تمام عالم سے قطعی بے تعلق معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ بیوی بچوں اور عزیز رشتہ داروں سے جو محبت باقی ہے اس کا صرف اتنا درجہ ہے کہ جیسے کوئی مسافر سرائے میں ٹھہرتا ہے اور وہاں کے لوگوں سے معمولی میل جول ہو جاتا ہے بس اس سے زیادہ تعلق نہیں معلوم ہوتا ہے۔ بیوی سے بچوں سے ہنستا بولتا ہوں ان کے حقوق بھی بفضلہٖ تعالیٰ ادا کرتا ہوں لیکن حقیقت کے اعتبار سے قلب بالکل بے تعلق سا معلوم ہوتا ہے ایک یہ حالت ہے کہ کوئی ساعت اور کوئی لحہ مجھ کو ایسا نہیں معلوم ہوتا جس میں فضل خداوندی میرے شامل حال نہ ہو، ہر وقت کرم و احسان اپنے آقا حقیقی کا دیکھتا ہوں جس کی وجہ سے میں ہر حالت میں نہایت مسرور اور بے انتہاء خوش رہتا ہوں چند یوم سے عسرت غالب ہے لوگ مجھ پر رحم کر کے خدا جانے کیا کیا کہتے ہیں لیکن حضرت مولانا قسم ہے اس ذات مقدس کی کہ میں اس عسرت کو ہفت اقلیم کی سلطنت پر ترجیح دیتا ہوں اس وجہ سے کہ اس عسرت کی بدولت مجھ کو اس قدر نفع باطنی ہوا ہے کہ ہزاروں ریاضتوں اور مجاہدوں سے بھی نصیب نہ ہوتا، حقیقت حضرت یہ ہے کہ مشاہدہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

اصل میں مربی حقیقی حق تعالیٰ ہیں جو طریق زیادہ نافع بلکہ انفع بندہ کے حق میں ہوتا ہے اُس طریق سے اپنے بندہ کی تربیت فرماتے ہیں۔ چنانچہ کوئی حالت مجھ کو ایسی پیش نہیں آتی جس میں تربیت کی شان نہ معلوم ہوتی ہو اس لئے الحمدللہ میں ہر وقت ہر ساعت بے انتہا خوش وخرم رہتا ہوں کوئی معاملہ دنیا کا رنج دہ مجھ کو رنجیدہ نہیں کرتا۔ اور الحمدللہ پریشانی تو نشان کو بھی نہیں ہوتی البتہ تکلیف طبعی ہو جاتی ہے۔

لیکن اس حال کا ایسا غلبہ ہے کہ اکثر اوقات تکلیف اور مصیبت میں بھی بہت کم احساس ہوتا ہے بعض وقت بلکہ اُلٹا اور مزا آنے لگتا ہے، قلب میں ایک آگ لگی ہے جو ہر وقت خصوص ذکر کے وقت مشتعل رہتی ہے رقت اکثر طاری رہتی ہے اپنے نفس سے دن بہ دن بدگمانی بڑھتی جاتی ہے، حضرت میرا نفس مجھ کو سخت نمک حرام اور نافرمان نظر آتا ہے، اس کے شر سے بچنے کو اللہ تعالیٰ سے ہر وقت امداد چاہتا رہتا ہوں میرا جی چاہتا ہے کہ ہر روز پانچ سو مرتبہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کروں مجھ کو اس کا مضمون بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ مجھ کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے تعلق گوارا نہیں ہوتا، عرصہ سے بے کار ہوں اور اللہ کے فضل سے ملازمت کے لئے لوگ مجھ کو بلاتے ہیں لیکن حضرت مجھ کو نوکری کرنا شرک کی طرح بُرا معلوم ہوتا ہے یہ چاہتا ہوں کہ ایسا پابندی اور تابع داری کا تعلق تو اللہ تعالیٰ سے کرنا زیبا ہے۔ اور ملازمت نہ کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ آج کل اکثر خصوص تاجر پیشہ سخت بے احتیاط ہیں ان کے نزدیک حرام وحلال سے کچھ بحث کرنا فضول ہے ان کا نصب العین روپیہ ہے شریعت سے بحث نہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم دنیا دار ہیں ہم سے شریعت پر عمل کرنا کیونکر ممکن ہے اور دل کھول کر بے ایمانیاں اور دغا بازیوں سے روپیہ حاصل کرتے ہیں جو لوگ مجھ کو ملازمت پر دہلی آج کل بلاتے ہیں وہ پچاس روپیہ ماہوار دیتے ہیں لیکن انہی صفات سے موصوف ہیں اب میں ان کے یہاں ملازمت کر کے کیونکر خلاف شریعت اُمور سے بچ سکتا ہوں، میرے عزیز واقارب بہت زور شور سے کوشش کرتے ہیں اور مجھ کو مجبور کرتے ہیں کہ نوکری کرلو۔ اگر دغا بازی بے ایمانی کریں گے تو وہ کریں گے تم تو فقط لکھ دینے والے ہو میں کہتا ہوں بھائی مجرم کی

اہانت کرنے والا بھی مجرم مانا جاتا ہے اپنے عزیزوں سے میں کہتا ہوں کہ دیکھو گھبراؤ مت ایسا معاملہ ان شاء اللہ عنقریب آجائے کہ اس عسرت کا بدل ہو جائے گا۔

یعنی ان شاء اللہ کوئی سامان اللہ تعالیٰ ایسا فرماویں گے کہ تمام تکالیف کا نعم البدل ہو جائے گا اور میں الحمد للہ اپنے آقا پر بھروسہ پورا رکھتا ہوں کہ ضرور ہوگا کیونکہ وہ ہر وقت میری دست گیری فرما رہے ہیں میں نے اپنے تمام تفکرات اور کام ان کے ہی سپرد کر دیئے ہیں حضرت اگر میں بھوکا ہوں یا فاقہ ہو یا کپڑا نہ ہو غرض کچھ بھی تکلیف ہو لیکن اس کا کچھ فکر اور پروا نہیں ہوتی، البتہ اگر ذکر میں کسی مشغولی کی وجہ سے غفلت ہوتی ہے تو بہت قلق ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑا خسارہ ہوا جتنا وقت اس حالت میں گذرا اس کا کوئی بدل نہیں غرض ذکر ہی میرا مایۂ تسلی ہے جو الحمد للہ ہر وقت کرتا رہتا ہوں۔ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے شمار سے بے شمار جس قدر ہو جاتا ہے۔ اور یہ سب حضور کی ہی عنایت کی بدولت ہے جو مجھ جیسے ذلیل اور ارذل شخص پر ہے کیونکہ ؎

بے عنایات حق و خاصان حق   گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

ورنہ میں کہاں اور یہ انعامات اور احسانات الٰہی کہاں ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل   نسیم صبح تیری مہربانی

حضرت میں حضور کی عنایت اور توجہ اور مہربانی کا بہت زیادہ حاجت مند ہوں لِلّٰہ مجھ غریب اور خاطی شخص پر اور زیادہ توجہ فرمائی جاوے اور دُعا فرمائی جاوے کہ آقائے حقیقی میرا مجھ سے راضی ہو جائے اور نیک عملوں کی زیادہ توفیق نصیب ہو فقط۔

تحقیق: بے حد دل خوش ہوتا ہے حق تعالیٰ مضاعف برکت وترقی فرماوے اور ناکارہ کو بھی احباب صلحاء کی برکت سے اچھے ٹھکانے لگا دے۔ دوستوں سے بھی اس دُعا کی اُمید ہے۔ (النور ص ۳۹۵) (تربیت السالک جلد ۱، ص ۷۶۱)

المحفوظ الکبیر

من الحافظ الصغیر

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الأسرار الفرقانیۃ، رأس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الأسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

حافظ صغیر احمد صاحب مظفر نگر نے زمانہ تحریکات میں ایک طویل خواب دیکھا تھا کہ فرشتے حضرت والا کی حفاظت کر رہے ہیں۔
اس رسالہ میں وہ خواب اور اس کی تعبیر درج ہے۔

المحفوظ الکبیر من الحافظ الصغیر

خواب مع جواب

حضرت اقدس سیدنا و مرشدنا مولانا صاحب مد فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ! گذارش یہ ہے کہ اس شورش اور فتنہ کی وجہ سے جو دنیا میں برپا ہے اکثر قلب پر آنحضرت والا کی طرف سے خیال ہوتا تھا کہ معاندین سے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے۔ لیکن آج شب کو اس خیال کا اَثر اَحقر کے قلب پر بہت زیادہ تھا بعد نماز عشاء احقر دونے کے لئے چارپائی پر لیٹا چونکہ تنہائی یکسوئی کا وقت تھا اس لئے احقر نے بدل و جان جمیع مسلمین کے لئے اور خصوصاً آنحضرت والا کی ذات بابرکات کے لئے دُعا کی کہ اے اللہ تو ہی اپنے دین کے سچے محافظوں کا محافظ ہے۔ اس دُعاء ہی کی حالت میں سو گیا اسی شب کو احقر نے خواب دیکھا کہ:

جزءِ اوّل

آنحضرت والا کی زیارت کے لئے تھانہ بھون کے سفر کا اِرادہ کیا اور وہ سفر ایک جنگل میدان میں کر رہا ہوں۔ ایک سفر دراز کے بعد کیا دیکھتا ہوں ایک بہت زبردست قلعہ ہے اور اس قلعہ کے دروازہ پر ایک شخص سفید پوشاک پہنے ہوئے اور ایک برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے پہرہ دے رہا ہے۔ احقر قلعہ کے دروازہ پر پہنچا قلعہ کے اندر داخل ہونے کا اِرادہ کیا وہی پاسبان قلعہ کے اندر جانے سے مانع ہوا مگر ایک صاحب بزرگ صورت قلعہ کے اندر سے تشریف لائے اور پاسبان قلعہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ان کے لئے قلعہ میں آنے کی اجازت ہے آنے دو۔ احقر ان کی

اجازت سے قصبہ میں داخل ہوا۔ اور احقر کا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے کہ تمہارا یہاں پر آنے سے کیا مقصود ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ میرا مقصود تھانہ بھون پہنچ کر حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم کی زیارت ہے۔ پھر اُن صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا قیام تو بھون کے اندر ہے اور اس وقت بھون ہی کے اندر تشریف رکھتے ہیں۔ اور تم جہاں اس وقت کھڑے ہو یہ تھانہ ہے اگر تمہارا مقصود حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی زیارت ہے تو تم کو بھون جانا چاہئے۔ احقر نے بہت ہی تعجب سے عرض کیا کہ یہ نئی بات آج ہی معلوم ہوئی ہے کہ تھانہ علیحدہ اور بھون علیحدہ۔ ان ہی صاحب نے فرمایا کہ یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہے کہ جس پر اتنا تعجب ہوا کیا تم کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ خانقاہ تمام قصبہ سے مغرب کی جانب واقع ہے اسی کا نام بھون ہے۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ آپ کون ہیں۔ اور آپ کا اسم شریف کیا ہے۔ اس کو سن کر انہوں نے تبسم فرمایا اور فرمانے لگے کہ اس کے معلوم کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ احقر نے اصرار کیا کچھ دیر سکوت فرما کر فرمایا کہ میں بھی حضرت مولانا ہی کے خادموں میں سے ہوں مگر نام پھر بھی نہیں بتلایا۔

جزءدوم

احقر نے واپسی کی اجازت چاہی فرمایا کہ اب تو تھانہ میں آ ہی گئے ہو۔ آؤ تم کو تھانہ کی بھی سیر کرادوں۔ ہاتھ پکڑے ہی پکڑے ہمراہ لے چلے۔ غرض کہ تمام تھانہ کی سیر کرائی۔ تمام مقامات کو دیکھ کر احقر پر ایک خوف طاری ہو گیا۔ اور خوف طاری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس قدر مقام دیکھے کسی مقام میں سانپ اور کسی میں بچھو اور کسی میں پھاڑ کھانے والے درندے موجود تھے۔

جزءسوم

پھر احقر کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک زینہ سے قلعہ کے دومنزلہ مکان پر پہنچے۔ وہاں پر دیکھا کہ تمام دنیا کے کاروبار کے لئے چھوٹے چھوٹے کارخانے کھلے ہوئے ہیں۔

جزءِ چہارم

ان تمام کارخانوں کی سیر کرا کر اور احقر کا ہاتھ چھوڑ کر فرمایا کہ اب آپ بھون تشریف لے جائیے اور احقر کی آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو گئے۔ احقر تنہا کھڑا رہ گیا۔ اور یہ فکر ہوا کہ میں تو راستہ بھی نہیں جانتا۔ مگر ہمت کر کے اور حق تعالیٰ سے دُعا کی اور قلعہ کی دیوار پر کھڑا ہوا اور آسمان کی طرف احقر نے جست کی اور اُوپر اُڑ گیا اور پھر نہایت اطمینان سے آسمان کی جانب سے زمین پر اُتر آیا اور پھر جنگل میدان میں سفر کرنا شروع کیا۔ اب یہ سفر بھون کے اِرادہ سے ہے۔ اس سفر میں آنحضرت کی زیارت کا قلب کے اندر بہت جوش تھا۔ لیکن راستہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے طبیعت پریشان تھی۔ اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی خیال قلب پر تھا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ اور ہمت نہیں ہارنی چاہئے۔ ان شاء اللہ ضرور حضرت کی زیارت سے مشرف ہوں گا۔ برابر میدان میں سفر کرتا رہا۔ ابھی تھوڑا ہی سفر کیا تھا کہ ایک باغ نمودار ہوا۔ اور اس باغ کے چہار طرف اس قدر میدان وسیع ہے کہ جہاں تک نظر کا کام دیتی ہے، میدان ہی میدان نظر آتا ہے۔ اور اُس میدان میں چھوٹا چھوٹا سبزہ اُگا ہوا نظر آتا ہے۔ باغ سے مغرب کی جانب کثرت سے خیمے گڑے ہوئے ہیں۔ اور اُن خیموں کے اندر مسلح فوج کہ جن کے چہرے مثل آفتاب کے چمک رہے ہیں۔ پھر رہی ہے۔ اس فوج کو دیکھ کر احقر کو یہ خیال ہوا کہ یہ کوئی سرکاری فوج نہ ہو۔ اس خیال کی وجہ سے قلب پر خوف پیدا ہوا۔ لیکن ان کی صورتوں کو دیکھ کر یہ اطمینان ہوتا تھا کہ یہ تو حق تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے معلوم ہوتے ہیں، ڈرنا نہ چاہئے مگر پھر بھی بغرض احتیاط احقر ایک جانب کو بچ کر چل دیا۔ لیکن پھر دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جب تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگا اور حضرت نے یہ سوال کیا کہ تو کہاں اور کیا دیکھا تو کیا جواب دوں گا۔ ہمت کر کے باغ کی طرف چلا۔ جس وقت قریب باغ کے پہنچا تو فوراً ایک مسلح سپاہی نورانی صورت ان خیموں کی جانب سے احقر کی طرف آئے۔ نہایت

زور سے ایک آواز عربی زبان کے اندر احقر کو دی۔ جیسے اکثر انگریزی فوج کا محافظ غیر آدمی کو کیمپ میں جانے سے روکتا ہے۔ یا پوچھتا ہے۔ اس پر احقر کو زیادہ خوف معلوم ہوا۔ اور فوراً رُک گیا۔ مگر وہ سپاہی احقر کے بالکل ہی متصل آ گئے اور فرمانے لگے کہاں جاتے ہو۔ احقر نے عرض کیا کہ میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی زیارت کو جا رہا ہوں۔ وہ پاسبان فرماتے ہیں کہ اس راستہ سے تم ہرگز نہیں جا سکتے۔ احقر نے عرض کیا کہ نہ جانے دینے کی کیا وجہ ہے وہ پاسبان فرماتے ہیں کہ تم ہم کو نہیں جانتے کہ ہم کون ہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ مجھ کو علم نہیں کہ آپ کون ہیں۔ اور کس کی طرف سے ہیں۔ اور آپ کا کیا مقصود ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم فرشتے ہیں اور حق تعالیٰ کی طرف سے ہم کو حضرت مولانا کی حفاظت کے لئے حکم ہوا ہے اور آج سے نہیں بلکہ اس وقت سے کہ جس وقت سے دنیا میں یہ فتنہ شروع ہوا ہے۔ ہم برابر محافظت کر رہے ہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ میں تو حضرت مولانا صاحب کے خاص خادموں سے ہوں۔ مجھ کو تو اجازت ہونی چاہئے۔ وہ فرمانے لگے کہ اس طرف سے تو کوئی جا ہی نہیں سکتا۔ تم کو اجازت ضرور ہے مگر اس طرف سے نہیں۔ تم مغرب کی جانب چلے جاؤ۔ اس طرف کیمپ کا دفتر ہے۔ وہاں سے اجازت لے کر جانا ہوگا۔

جزءِ پنجم

احقر نے عرض کیا مجھ کو تنہا جاتے خوف معلوم ہوتا ہے۔ آپ ہمراہ تشریف لے چلیں فرمانے لگے کہ میری ذمہ داری اس طرف کی ہے اس وقت اس طرف ہرگز نہیں جا سکتا تم ہرگز خوف مت کرو۔ تم کو ہرگز کوئی کچھ نہ کہے گا۔ احقر ان کو السلام علیکم کر کے مغرب کی جانب چل دیا۔ ایک سفر دراز کرنے کے بعد احقر کیمپ سے مغرب کی جانب کیا دیکھتا ہے کہ ایک بہت زبردست دروازہ ہے اور اس دروازے میں ایک بہت بڑا کمرہ ہے۔ اس کمرہ میں بہت کثیر تعداد میں کرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔ اور بیچ میں ایک میز ہے۔ اس میز پر بہت سے کاغذات رکھے ہوئے ہیں اور بڑے بڑے

دراز قد کے لوگ جن کے چہرے مثل چودھویں شب کے چاند کے چمک رہے تھے۔ کچھ پھر رہے ہیں اور کچھ بیٹھے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ اُس دروازہ کے اُوپر بڑے دہانے کی توپیں نصب ہیں۔ احقر جس وقت قریب دروازہ کے پہنچا تو ایک صاحب نے دریافت فرمایا کہ کیا چاہتے ہو۔ احقر نے عرض کیا کہ صرف حضرت مولانا کی زیارت چاہتا ہوں، انہوں نے فرمایا کہ دروازہ سے جو سیدھی سڑک گئی ہے اس سے چلے جاؤ۔ اِدھر اُدھر خیموں میں مت گھسنا احقر اسی سڑک سے چل دیا آگے چل کر دیکھا کہ ایک صاحب خیموں کے قریب کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں اشارہ سے احقر کو اپنی طرف بُلا کر فرمایا کہ ہم کو تم نے پہچانا کہ ہم کون ہیں، احقر نے عرض کیا کہ ایک صاحب کے فرمانے سے جو کہ جنوب کی طرف خیموں پر پہرہ دے رہے ہیں معلوم ہوا کہ آپ سب فرشتے ہیں اور حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت مولانا کی حفاظت آپ کے سپرد کی گئی ہے۔ یہ احقر سے سُن کر فرمانے لگے یہ بالکل سچ ہے جو تم کو معلوم ہوا۔ اور احقر ''السلام علیکم'' کر کے وہاں سے چل دیا۔

جزءِ ششم

تھوڑی ہی دُور چلا تھا کہ خانقاہ کا دروازہ نمودار ہوا۔ دروازے کے آگے پختہ چبوترہ بنا ہوا ہے اُس پر ایک آرام دہ کُرسی بچھی ہوئی ہے۔ آنحضرت والا اس پر آرام فرما رہے ہیں۔ حضرت والا کا سر کھلا ہوا ہے۔ اور سیاہ جبہ پہنے ہوئے ہیں۔ اور چہرہ آنحضرت والا کا مثل چودھویں رات کے چاند کے روشن ہے۔ احقر کو یہ ہیئت حضرت والا کی دیکھ کر محبت کا جوش اور زیادہ ہوا۔ اور حضرت والا کی طرف کو دوڑا۔ اب یہ احقر دروازہ تک نہ پہنچا تھا کہ حضرت والا کرسی سے اُٹھ کر خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ احقر جس وقت خانقاہ میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت والا نماز پڑھا رہے ہیں۔ اور سورۂ قٓ کی تلاوت فرما رہے ہیں اور یہ وقت نمازِ فجر کا ہے۔ احقر نے وضو کرنے میں بہت جلدی کی مگر پھر بھی ایک رکعت نکل گئی۔ دوسری رکعت میں احقر

شریک ہوا۔ بعد سلام پھر جانے کے احقر نے اپنی رکعت کو پورا کیا۔ حضرت والا اتنے مصلّے پر رونق افروز رہے۔ احقر نے مصلّے ہی کے قریب پہنچ کر حضرت والا سے مصافحہ کیا اور خانقاہ میں پہنچنے تک جو واقعات پیش آئے سب بیان کئے حضرت والا نے سُن کر فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور احسان ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ہمارا وجود اور ہستی ہی کیا ہے۔ احقر تھوڑی دیر حضرت والا کے پاس بیٹھا رہا۔ اور پھر رخصت کی اجازت چاہی۔ حضرت والا نے اجازت فرمائی۔ اور فرمایا کہ جاؤ اللہ حافظ۔

جزو ہفتم

احقر چل دیا اب پھر میدان جنگل میں سفر کر رہا ہوں۔ تھوڑا ہی سفر طے کرنے کے بعد احقر کیا دیکھتا ہے کہ شہر میرٹھ کے مشرق کی جانب کھڑا ہے۔ اور وہاں پر ایک گروہ بہت کثیر تعداد میں ہندو مسلمانوں کا جمع ہے۔ اور جہاں پر یہ مجمع ہے وہاں پر ایک نیم کا درخت کھڑا ہے۔ اور اس درخت کے نیچے ایک مکان کی بنیاد کھدی ہوئی ہے۔ اور اس بنیاد کے ذرا فصل سے ایک چٹان پیلی اینٹوں کی لگی ہوئی ہے۔ یہ تمام ہندو مسلمانوں کے گروہ میں سے ایک ایک فرد ایک ایک اینٹ اُٹھا کر لاتا ہے۔ اور اُس بنیاد میں جماتا ہے مگر عجب معاملہ پیش آتا ہے کہ جس وقت بنیاد بھر کر اور دیوار ایک گز اُونچی ہو جاتی ہے آسمان کی جانب سے اس زور کی بارش ہوتی ہے کہ دیوار مع بنیاد کے اینٹیں نکال کر باہر سڑک پر آجاتی ہیں۔ پھر دوبارہ ویسے ہی کرتے ہیں پھر ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور جس وقت بنیاد سے اینٹیں باہر نکل جاتی تھیں بارش فوراً بند ہو جاتی تھی۔ اس تمام مجمع سے ایک جانب ایک صاحب مسلمان صورت معلوم ہوئے چونکہ ہندو مجمع میں جس قدر مسلمان شریک تھے ان کی صورت بھی مسلمانوں جیسی نہ معلوم ہوتی تھی۔ احقر نے ان صاحب سے سوال کیا یہ تمام گروہ ہندو مسلمانوں کا مل کر یہ کام کر رہا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہندو مسلمان مل کر ایک کام کی بنیاد قائم کرنا چاہتے ہیں اور حق تعالیٰ کو یہ منظور معلوم نہیں ہوتا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ غیب سے بارش کو مسلط کر دیا کہ بنیاد تک نکال کر باہر کر دیتی ہے۔

جزوِ ہشتم

احقر نے یہ گفتگو ختم کر کے اُن سے رخصت کی اجازت چاہی اُنہوں نے فرمایا کہ اب کہاں جاؤ گے۔ مَیں نے کہا کہ میں شہر جاؤں گا انہوں نے فرمایا کہ شہر میں اندر نہیں جانا چاہیے چونکہ وہاں پر نہایت فتنہ برپا ہو رہا ہے اور جو جاتا ہے وہی فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہم لوگ بفضلہٖ تعالیٰ ایسے ضعیف الاعتقاد نہیں ہیں کہ کوئی فتنہ ہم پر اثر کر سکے وہ فرمانے لگے کہ میرا مقصود یہ ہے کہ شہر میں غدر ہو رہا ہے اور بہت کثرت سے خوں ریزی برپا ہے میں نے اس پر بھی کچھ عمل نہیں کیا اور شہر کی جانب چل دیا۔ جس وقت بیچ شہر میں داخل ہوا تو چاروں طرف سے بندوقوں کی آواز آرہی ہے اور شہر میں قتل عام ہو رہا ہے۔ یہ دیکھ کر احقر کو بھی خوف معلوم ہوا اور داہنے بائیں دیکھتا ہوا ایک باغ کے قریب پہنچ گیا اور وہاں جا کر کھڑا ہوا سوچ رہا تھا کہ کیا ہونا چاہیئے جس سے جان بچے۔

جزوِ نہم

تو کیا دیکھتا ہوں کہ شہر کی پچھّم کی جانب سے ایک بہت زبردست گاڑی سیاہ رنگ کی اور ایک گھوڑا بھی سیاہ رنگ کا نہایت زبردست مثل ہاتھی کے اس گاڑی میں جوڑا ہوا ہے۔ بہت زور سے چلی آرہی ہے۔ احقر نے جب اس گاڑی کو دیکھا تو قلب کو بے حد اطمینان ہوا۔ وہ گاڑی احقر کے قریب آکر رُک گئی۔ کوچوان نے اُتر کر گاڑی کی کھڑکی کھولی۔ تو اس گاڑی سے آنحضرت والا اُترے۔ اور اس وقت حضرت والا کا حلیہ یہ تھا کہ سر پر ایک سبز عمامہ اور ایک سیاہ جبہ پہنے ہوئے تھے۔ داہنے ہاتھ میں تسبیح اور بائیں ہاتھ میں ایک عصا لئے ہوئے تھے۔ حضرت والا نے گاڑی سے اُتر کر احقر کے قریب پہنچ کر اور ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ آؤ ہمارے ساتھ چلو اور گاڑی والے کو فرمایا تم گاڑی لے جاؤ۔ ہم پیدل ہی چلے آئیں گے اور وہاں سے احقر کا ہاتھ پکڑے ہوئے شہر سے شمال کی جانب تشریف لے چلے۔

جز ودہم

ہم شہر سے باہر نکل کر ایک بہت زبردست قلعہ ہے اور دروازہ اس کا بند ہے۔ حضرت والا نے اس کے دروازہ پر پہنچ کر کواڑوں پر ہاتھ رکھا فوراً تمام قفل کھول کر قلعہ کا دروازہ کھل گیا دروازے میں داخل ہوتے ہی دیکھا کہ برابر برابر لاکھوں حجرے ہیں اور ہر حجرے سے اللہ اللہ کی آوازیں آرہی ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ لو بھائی یہاں پر ٹھہرو اور اللہ اللہ کرو۔ اس سے بہتر جگہ امن کی دنیا میں تم کو نہ ملے گی۔ یہ فرما کر پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اب میں قلعہ کے اندر جا رہا ہوں تم اطمینان سے یہاں پر ٹھہرو۔ پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ملوں گا۔ یہ فرما کر حضرت والا تشریف لے گئے اور احقر کچھ دیر اللہ اللہ میں مصروف رہا۔ اور آنکھ کھل گئی۔ جس وقت آنکھ کھلی صبح کی اذان ہو رہی تھی۔ آنکھ کھلنے کے بعد قلب پر نہایت اطمینان تھا اور تمام خیالات سے قلب صاف تھا۔ اُمید ہے کہ تعبیر خواب سے مشرف فرمایا جاؤں گا۔ فقط۔ (۱۴؍ ذی الحجہ ۳۹ھ)

تعبیر

اس سے پہلے اتنا سمجھ لیا جاوے کہ خواب حجۃ شرعیہ نہیں۔ اور نہ قطعی ہے جس کی بناء پر کسی سے مناظرہ کیا جاوے۔ مگر رویاء صالحہ بنص حدیث مبشرات میں سے ہے جس کی خاصیت طبعاً تسلی و فرحت ہے۔ اور دلائل شرعیہ کے ساتھ موافق ہونے سے اس کے صدق کا پہلو راجح ہو جاتا ہے۔

جز و اوّل

بقرینہ مابعد کہ آئندہ جو لوگ اس قسم کے ملے ہیں وہ فرشتے ہیں۔ یہ شخص سفید پوشاک والا فرشتہ ہے اور قلعہ حدود تکوینیہ ہیں۔ اور صورت ہے **قل کل یعمل علی شاکلۃ** کی بعد میں جن مقامات موحشہ کا دیکھنا مذکور ہے جیسا جز دوم میں آتا ہے اس لئے ان کے اندر واقع ہونے سے روکا گیا۔ یہی حاصل ہے پہرہ کا اور جن صاحب نے اندر سے آ کر اجازت دی وہ بشر قطب التکوین ہے۔ بقرینہ اس قول کے

کہ میں بھی خادموں سے ہوں اور اس کی اجازت دینا اس بناء پر ہے کہ ان کو ان مقامات سے ضرر نہ ہوگا۔ بوجہ حفاظت حق تعالیٰ کے اور بھون کے معنی لغت ہندیہ میں مکان کے سُنے گئے ہیں اور معنی اس قول کے یہ ہیں کہ گویہ مکان خانقاہ کا بستی کا جزو ہی ہے مگر بوجہ خاص امتیاز کے گویا کہ جدا ہے تو اجزاء اسم کو اجزاء مسمی پر تقسیم کر دیا گیا۔

جزو دوم

یہ صورت مناہی و معاصی کی دیکھی جو بوجہ مضار روحانیہ کے مشابہ دام و دو کے ہیں بقول مولانا رحمۃ اللہ علیہ ؎

ہیچ کنجے بے ددو بے دام نیست   جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

جزو سوم

حدود مذکورہ جزو اوّل میں کے بعض احاد صنائع و مکاسب دنیویہ ہیں۔ ان کی حقیقت بھی دکھلائی گئی اور ان کے حقیر ہونے کو بصورت صغیر ہونے کے دکھلایا گیا تا کہ ان کا نا قابل رغبت ہونا ظاہر ہو جاوے۔ اور اس کے بعد دین کی شان وشوکت جو دکھلائی جاوے گی اس مجموعہ سے دونوں میں موازنہ کی طرف اشارہ۔ ہے تا کہ اس شورش میں بھی دین ہی کو دنیا پر ترجیح دی جاوے۔

جزو چہارم

یہ باغ دین کا ہے اور خاص سمت سے نہ جانے دینا اشارہ اس طرف ہے کہ محفوظ بندوں کی بعضی حفاظت سب سے کی جاتی ہے یعنی اہل شقاق سے ان کی ظاہری حفاظت تو کی ہی جاتی ہے۔ اہل وفاق سے بھی ان کی باطنی حفاظت کی جاتی ہے۔ یعنی ان کے اسرار کا ادراک ان کو بھی نہیں ہوتا۔ باقی اجزاء سب ظاہر اور مثل مہر نیمروز کے روشن ہیں اور اس دفتر کی تعبیر جزو آئندہ میں آتی ہے۔

جزو پنجم

یہ کارخانہ شکل ہے اس ہیئت کی جس کو حق تعالیٰ نے اپنے قول ونجعل

لکما سلطاناً فلا یصلوا الیکما میں لفظ سلطان سے تعبیر فرمایا ہے اور اجازت ہونا اشارہ ہے کہ اہل وفاق کے لئے۔ یہ سلطان مانع نہیں۔ اور خیمے مقامات ہیں ملائکہ کے اور سڑک عمل مستقیم ہے یعنی وصول الی المقصود کے لئے عمل مستقیم سبیل ہے مقامات ملکوتیہ کی تحقیق عامل کے اعتبار سے زائد ہے۔

جزو ششم

سر کھلا ہوا اشارہ ہے اطمینان کی طرف کہ عادۃً ایسی ہی حالت میں سر کھول لیا جاتا ہے۔ اور سیاہ جبہ اشارہ ہے توجہ الی الذات کی طرف۔ باقی اجزاء ظاہر ہیں۔

جزو ہفتم

میرٹھ سے غدر کی شورش شروع ہوئی تھی اس میں معاملات موجودہ کی حقیقت کی طرف اشارہ ہے باقی اجزاء ظاہر ہیں۔

جزو ہشتم: تشویش موجودہ اس شکل میں نظر آئی۔

جزو نہم

یہ رنگ مقام فنا کی طرف اشارہ ہے جو اساس ہے اطمینان کی۔ اور گاڑی سے اُتر جانا اشارہ اس طرف ہے کہ توجہ الی الطالبین کے وقت آثار فنا کے مستور ہو جاتے ہیں۔

جزو دہم

یہ قلعہ ذکر اللہ ہے جیسا کہ روایات میں ذکر اللہ کو حصن فرمایا گیا ہے اور قفل اور دروازہ کا آسانی سے کھل جانا اشارہ ہے توفیق کی طرف۔ اس کے بعد بالکل ظاہر ہے کہ امن کی چیز ذکر اللہ و توجہ الی اللہ ہی ہے۔ اور الحمد للہ کہ اپنی جماعت کو اس میں مشغول پایا۔ فھٰذا تاویل رویاک یجعلھا ربی حقا۔

حال: آج بروز جمعہ ٦ محرم الحرام کو احقر صبح کی نماز پڑھ کر سو گیا تھا۔ ایک خواب دیکھا جو ذیل میں درج کرتا ہوں۔ تعبیر سے برائے نوازش سرفرازی بخشیے گا۔

خواب :۔ احقر خانقاہ میں درجہ قرآن شریف میں جلد سازی کر رہا ہے۔ حضور تشریف لائے (یعنی آپ) فرمایا...... یہاں آنا میں گیا فرمایا۔ تھوڑی دیر کا ایک کام ہے وہ کر دینا میں نے کہا بہت اچھا۔ فرمایا کہ 40 مرتبہ بسم اللہ شریف اور 40 مرتبہ الحمد شریف پڑھ کر غیر حق کے خیال سے قلب فارغ کر کے گریہ و زاری سے ان ظالموں کے شر سے محفوظ رہنے کی دُعا کرنا اور یہ کہ اے اللہ یہ فتنہ وفساد دفع فرما۔ احقر نیند ہی میں سمجھا کہ لفظ ان سے اشارہ حامی کی طرف ہے۔ اور ان کے شر سے محفوظ رہنے کی دُعا یہ اپنے لئے ہے۔ کیونکہ حضور کا چہرۂ مبارک متفکر سا معلوم ہوا اور بعد میں فرمایا کہ میں تو کچھ کرتا نہیں۔ ان ظالموں کے لئے مگر مجبور ہو گیا۔ جملہ کرتا نہیں سے احقر سمجھا کہ بددُعا مراد ہے اور یہ وظیفہ ایسا ہے کہ ضرور مخالفین پر کچھ ادبار آئے گا۔ پھر دو شخص گاؤں کے رخصت ہونے کے لئے حضور سے مصافحہ کرنے لگے حضور اُدھر متوجہ ہو گئے۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو ان کے ساتھ ایک چماری معلوم ہوئی حضور نے استفسار فرمایا یہ کون ہے۔ انہوں نے جو جواب دیا وہ یاد نہیں لیکن احقر کو بدگمانی یہ ہوئی کہ اس سے ناجائز تعلق ہے۔ حضور نے کچھ نہیں فرمایا جب وہ چلے گئے پھر حضور نے احقر کو کہا کہ اس دُعاء حفاظت از شر الظالمین میں حضرت مولانا صاحب کو بھی شامل کر لینا احقر کو تعجب ہوا کہ وہ تو اس پارٹی کے موافق ہیں۔ پھر یہ لوگ ان کے کیوں مخالف ہیں جو اس دُعاء کی ضرورت ہوئی شاید پھر حضور ہی نے فرمایا خود خادم کو گمان ہوا۔ کہ نہیں اب مولانا بھی مخالف ہو گئے کیونکہ برزخ میں ان پر حقیقت مکشوف ہو گئی۔ احقر وہاں سے لوٹ کر یہ خیال کر کے کہ فارغ وقت میں جب طبیعت حاضر ہو گی پڑھوں گا۔ کام میں لگ گیا تو ایک قرآن شریف کیڑی کا جلد کے لئے آیا ہے۔ اس کو کھولا تو اتنا بوسیدہ معلوم ہوا کہ بالکل گھن گھا گیا۔ اور کورا ایسا ہو گیا ہے جیسے ڈبل روٹی ہوتی ہے اور اس میں روزن سے ہو جاتے ہیں۔ حرف بہت تھوڑے اچھے ہیں خیر احقر نے خیال کیا کہ اپنے پاس سے پارے لگا دوں گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب:۔ بالکل ظاہر خواب ہے۔ جو طریق دعا کا غیب سے ارشاد ہوا ہے اس پر عمل کرنا موجب برکت ہوگا۔ اور پڑھنے کے وقت اگر ادبار کا تصور آوے تو صرف اس کے معنی مغلوبیت کے سمجھے جاویں گزند وضرر کے نہ سمجھے جاویں۔ کہ مسلمان کا ضرر چاہنا غیر مرضی ہے۔ اور دیہاتی اور چماری کا قصہ غالباً خیال ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دُعاء میں شریک کرنا اس قطع وسوسہ تسبب کے لئے ہے۔

آگے انکشاف حقیقت کا مضمون ظاہر ہے قرآن کو گھن لگا ہوا دیکھنا حالت موجودہ کا نقشہ ہے کہ احکام الٰہیہ کی تعطیل ہو رہی ہے اور اپنے پاس سے پارے لگانا بشارت ہے توفیق اصلاح کی۔ (تربیت النور، صفحہ ۱۰۳)

حال: (خواب)۔ چند روز کا واقعہ ہے کہ ایک شب بعالم خواب ایک دوست کے ہمراہ سیر کرتا ہوا ایک ایسی سرزمین پر وارد ہوا کہ جہاں ایک چھوٹی سی بستی بسی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ایک طرف کو غالباً بجانب مغرب کسی بزرگ کا مزار ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ کن کا ہے بہت لوگ زیارت کو جا رہے ہیں۔ ہم دونوں بھی ان کے ہمراہ ہوئے۔ خانقاہ کا صحن مستطیل شکل کا لمبا بنا ہے۔ باہر کے دروازہ سے داخل ہو کر مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔ ہم سب لوگ کھڑے ہوئے فاتحہ پڑھ رہے تھے۔ جوں ہی فارغ ہوئے جھٹ ایک مجاور نے سر کی طرف سے غلاف اُٹھاتے ہوئے بلند آواز سے یہ کہا کہ دیکھئے حضور کو انتقال فرمائے ہوئے صدیاں گذر چکی ہیں لیکن آپ کا جسد مبارک ویسے ہی ہے جیسے عالم حیات میں تھا واقعی نورانی چہرہ کی چمک دَمک سے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا عالم خواب میں زندہ موئے پڑے ہیں۔ صرف گردن تک سر ننگا تھا باقی تمام جسم پر بدستور غلاف پڑا ہوا تھا۔ لیکن سر جنوب کی طرف اور پاؤں شمال کی جانب اور روئے مبارک مشرقی سمت کو تھا۔ اب بغیر کسی کے بتلانے کے دل میں یقین ہو گیا۔ کہ یہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ اجمیری کا مزار مبارک ہے۔ اگرچہ مزار و خانقاہ کا وہ نقشہ نہیں ہے جو کہ اجمیر شریف میں دیکھا ہے۔ زیارت کر کے ہم سب لوگ

باہر چلے آئے۔ احاطہ خانقاہ کے باہر چند نانبائیوں کی دکانیں ہیں۔ ایک مجاور جو کہ زیارت کے وقت ہمارے ساتھ تھا ہمیں ایک نان بائی کی دکان پر لے گیا اور کہا کہ یہاں سے کھانا کھایئے۔ معلوم نہیں کہ ہم نے کچھ کھایا یا نہیں۔ تھوڑے وقفہ کے بعد ہم کوئی آٹھ دس شخص دوبارہ خانقاہ کی طرف چلے۔ باہر کے دروازہ سے داخل ہو کر چند قدم ہی مزار کی طرف چلے تھے۔ کہ حضرت رحمہ اللہ نے فوراً قبر شریف سے روئے انور باہر نکال کر نہایت غصہ اور رُعب جلال کی حالت میں ہم لوگوں کی طرف منہ پھیر کر باآواز بلند فرمایا کیوں آتے ہو چلے جاؤ میں تقدیر کے معاملہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ یا یہ الفاظ تھے کیوں آتے ہو چلے جاؤ میں تقدیر کو کیسے ٹال سکتا ہوں۔ یہ فرما کر نہایت ہی سرعت کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر مبارک اس طرح گھٹنوں کے اندر چھپالیا۔ کہ گویا پیٹھ اور پاؤں کے بل سر زانوں پر رکھ کر مراقبہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

اب بھی مجھے پورا یقین ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ ہی ہیں۔ اور دل ہی دل میں یہ سمجھا کہ شکل و شباہت میں حضور حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کے ملتے جلتے ہیں۔ جس وقت ہماری طرف دیکھا تو چہرہ غصہ سے لال ہو رہا تھا۔ سر برہنہ اور بال سیاہ نظر آتے تھے۔ القصہ جس وقت حضور نے جلالت کی حالت میں مذکورہ بالا الفاظ فرمائے تو ایک مجاور مزار پر سے دوڑا ہوا ہمارے پاس آیا اور کہا کہ جلد واپس ہو جاؤ۔ حضرت رحمہ اللہ سخت ناراض ہوتے ہیں۔ نامعلوم دیگر ہمراہیوں نے جواباً مجاور سے کچھ کہا یا نہیں اور خدا جانے وہ کس خیال سے آئے تھے۔ اور کیا عرض کرنا چاہتے تھے۔ مگر بندہ نے مجاور سے رو کر عاجزانہ طور پر یہ کہا کہ بندہ کی اور تو کوئی غرض نہ تھی محض یہ آرزو دل میں لے کر حضرت کے پاس آیا تھا کہ حضرت سے دُعا کراؤں گا۔ جو اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا فرماوے۔ اب بھی دل میں بجز اس کے کوئی دوسرا خیال نہیں ہے۔ لیکن افسوس اب کیا کروں۔ حضرت رحمہ اللہ پاس آنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اس پر وہ مجاور واپس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا اور کہا کہ حضرت

فلاں شخص اس غرض سے آیا ہے۔ جواباً حضرت نے فرمایا کہ بلا لو۔ پس اجازت ملنے پر مؤدبانہ حاضر خدمت ہوا۔ حضور نے نہایت شفقت سے میرا حال دریافت فرمایا اور دیر تک گفتگو فرماتے رہے لیکن یاد نہیں کہ احقر نے کیا کیا عرض کیا اور حضور نے کیا کیا کچھ ارشاد فرمایا۔ اسی اثناء میں بیدار ہو گیا۔ فقط۔

الجواب: کیا عجب ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی ہو بزرگوں کا زندہ ہونا ثابت ہے گو وہ حیات **ولکن لا تشعرون** کا مصداق ہے۔ اعضاء کے سمت کا تبدل یہ صورت ہے حیات کی کیونکہ میت کے اعضاء کی سمت بالکل اس کے خلاف ہے اور جس اَمر پر نکیر فرمایا یہ وہ اُمور ہیں جن کے لئے دنیا دار بزرگوں کے پاس جایا کرتے ہیں اور دُعا کی درخواست کے وقت ان کے عقائد میں غلو ہوتا ہے۔ اس میں تعلیم ہے اس کے ناپسندیدہ ہونے کی طرف اور جواب میں اس غلو کا کہ تقدیر کو کیسے ٹال سکتا ہوں۔ اور کسی کی شکل میں کسی بزرگ کو دیکھنا اشارہ ہے صاحب شکل کی شان مشابہت کی طرف اور دعاء کے لئے بلا لینا خصوص دعائے محبت حق تعالیٰ کے لئے اشارہ ہے کہ اہل اللہ کے پاس حاضر ہو کر دین کی طلب کرنا چاہیے۔ اور گفتگو فرمانا بشارت ہے فیض کی۔ غرض اچھا خواب ہے۔ مبارک ہو۔ والسلام۔

دو خواب از صاحب الحفوظ الکبیر

مرئیہ ۸ و ۱۴ ارمحرم الحرام ۱۳۴۰ھ مع التعبیر

پہلا خواب ۸ رمحرم الحرام ۱۳۴۰ھ

حال: حضرت اقدس سیدنا مولانا صاحب مد فیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! گذارش خدمت بابرکت میں یہ ہے کہ احقر نے بوقت شب ایک خواب دیکھا کہ آنحضرت والا ایک مسجد کے بیچ کے دروازہ میں تشریف رکھتے ہیں اور احقر پاس بیٹھا ہوا پنکھا جھل رہا ہے۔ اسی اثناء میں ایک صاحب بزرگ صورت آنحضرت والا کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور حضرت والا سے مصافحہ کیا حضرت والا نے بیٹھنے کی اجازت فرمائی۔
اور فرمایا کہ کس لئے تشریف لائے ان صاحب نے بیٹھ کر عرض کیا کہ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔

تحقیق: یہ مقولہ تمہید ہے مقولہ آئندہ کی۔

حال: آنحضرت والا نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے متبع سنت تھے اور ہر بات میں اتباع سنت کا خیال فرماتے تھے۔

تحقیق: یہ لم بتلائی گئی بڑے بزرگ ہونے کی۔

حال: اس لئے حضرت سے بہت سی کرامتیں ظہور میں آئیں۔

تحقیق: عام ہے کرامات معنویہ کو۔

حال: ان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو مرتبہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوا کسی دوسرے شخص کو بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ یا نہیں۔ آنحضرت والا نے فرمایا کہ میرے یہاں تو بفضلہٖ تعالیٰ اس درجہ پر پہنچنا جو حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب ہوا کوئی بڑی بات نہیں۔

تحقیق: کیونکہ اتباع سنت کا بہت اہتمام ہے۔

حال :۔ صرف تھوڑی سی ہمت کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ معاصی سے اجتناب رکھے اور روزانہ سو بار ایک جگہ پر بیٹھ کر یکسوئی کے ساتھ اگرچہ جی بھی نہ لگے اللہ اللہ پڑھ لیا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ حاصل ہو جائے گا۔ میرے یہاں تو ترک معاصی کی سخت قید ہے۔ ترک معاصی تمام مجاہدات و ریاضات سے بڑھ کر نفس پر گراں ہے۔

تحقیق: اس میں تعلیم ہے اصل طریق کی۔

حال: وہ صاحب یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور احقر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کچھ سنا ایسے ایسے شیخ کامل دنیا میں موجود ہیں۔

تحقیق: یہ نظیر ہے یسالہ ویصدقہ کی پس یہ کسی کامل کی رُوح تھی جن کے آنے کی غرض یعلمکم دینکم تھی۔

حال: یہ فرما کر آنحضرت والا کی خدمت میں السلام علیکم عرض کر کے تشریف لے گئے۔ احقر کی آنکھ کُھل گئی اُمید ہے کہ تعبیر خواب سے مشرف فرمائیں گے۔

تحقیق: ایک ایک جزو کی تعبیر لکھ دی۔

دوسرا خواب ۱۴ امحرم الحرام ۱۳۴۰

ایک خواب بوقت شب احقر نے یہ دیکھا کہ حضرت والا سفر میں ہیں اور احقر اور عزیز آل احمد سلمہٗ دونوں ہمراہ ہیں بعد سفر طے کرنے کے حضرت والا ایک شہر میں پہنچے۔ اور درمیان شہر کے ایک مکان پختہ تین منزلہ نہایت زبردست بنا ہوا ہے تو حضرت والا مع احقر اور عزیز آل احمد کے اُوپر کی تیسری منزل میں پہنچے اور وہاں پر پہنچ کر حضرت والا نے احقر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آل احمد سے کہو کہ یہ پانی گرم کرے۔ میرا اِرادہ غسل کا ہے۔ احقر نے عزیز مذکور کو کہا کہ بھائی سب سے نیچی منزل میں جاؤ وہاں پر سب سامان موجود ہے پانی گرم کرو حضرت والا غسل فرمائیں گے۔ وہ فوراً نیچے چلے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ دیر زیادہ ہوگئی۔ تم جا کر دیکھو اور پانی گرم بہت جلد لاؤ۔ احقر فوراً نیچے آیا دیکھا کہ عزیز مذکور نے پانی گرم تیار کر رکھا ہے صرف لانے کی دیر تھی۔ احقر گرم پانی کا گھڑا اُٹھا کر اُوپر حضرت والا کے پاس پہنچا۔ اور عزیز مذکور ہمراہ تھا۔ حضرت والا نے جسم سے کپڑے اُتار کر تہبند باندھا اور ہم دونوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا تم دونوں نیچے چلے جاؤ۔ اور جس مقام پر غسل کا پانی گرے وہاں جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ احقر مع عزیز مذکور نیچے اُتر آئے اور مکان کے مشرق کے کونہ کی طرف پہنچے تو کیا دیکھا کہ ہزاروں مخلوق جمع ہے۔ احقر نے اس مجمع کے چند لوگوں سے دریافت کیا کہ یہاں پر کیوں جمع ہو اُنہوں نے فرمایا کہ خدا کی رحمت کی بارش

ہونے والی ہے اس کے انتظار میں ہیں۔ احقر نے جو اُوپر نظر اُٹھا کر دیکھا تو حضرت والا اسی سمت پر ایک لوٹا ہاتھ میں لئے ہوئے غسل فرمانے کے لئے تیار ہیں۔ احقر مع عزیز مذکور کے جب اس مقام پر پہنچ گیا۔ جہاں پانی غسل کا گرنے والا تھا حضرت نے غسل کرنا شروع کیا فوراً اُوپر سے پانی کا گرنا جاری ہوا۔ اس تمام مجمع کی یہ حالت ہوئی کہ ہر ایک شخص یہ چاہتا تھا کہ مجھ پر پانی پڑے۔ مگر احقر مع عزیز اس جگہ پر کھڑے ہوئے حضرت والا کے غسل کے پانی سے نہا رہے ہیں۔ اسی اثناء میں ایک صاحب بزرگ صورت تشریف لائے اور مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس پر آج حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے غسل کے پانی کی ایک چھینٹ بھی پڑ گئی اس کی نجات ہو جاوے گی۔ احقر کی فوراً آنکھ کھل گئی۔ تعبیر خواب سے مشرف فرمایا جاؤں۔

تعبیر

من قبیل تشبیہ مفرد بالمرکب یہ مجموعہ صورت ہے اتباع سنت کی اور استفادہ مشابہ ہے اخذ غسالہ کے جس طرح حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وضو کا پانی لیتے تھے۔ پس اشارہ اس طرف ہے کہ فیض اتباع سنت مستفیدین کو موجب نجات ہوگا۔ جیسا خواب سابق بشارت ہے حصول ثمرۂ اتباع سنت کی عاجلاً۔

یہ بشارت ہے حصول ثمرۂ اتباع سنت کی آجلاً واللہ اعلم۔

کتبہ: اشرف علی ۱۹ ؍محرم الحرام ۴۰ھ (تربیۃ النور صفحہ ۱۰۸ تا ۱۱۰)

(تربیت السالک جلد ۲، ص ۱۰۱۵)

❁❁❁

مکتوب روح الطریق

بیعت میں تعجیل کا مضر ہونا

حال: بندہ عرصہ ڈیڑھ سال سے حضور کے مواعظ تصنیف کردہ کتب کے مطالعہ سے مستفیض ہے اور اب یہ خواہش ہے کہ حضور بندہ کو بیعت فرما کر مستفیض فرمادیں۔
تحقیق: کس مقصود کیلئے اور کیا وہ مقصود بیعت پر موقوف ہے۔ (النورص ۶۳۸)

(روح الطریق) مکتوب ملقب بہ روح الطریق

حال: ایک عرصہ سے میں ہمیشہ اپنے نفس پر ملامت کرتا ہوں کہ شاید خدام حضور والا میں ایک میں ہی ایسا ہوں گا جس کو وصول تو درکنار وصول کی حقیقت تک کا پتہ نہیں جو تھوڑا بہت ذکر و شغل کر لیتا تھا عرصہ سے وہ بھی متروک ہو گیا، اللہ تعالیٰ سے تعلق تو کیا ہوتا گناہ تو کیا چھوٹتے حق یہ ہے کہ نماز روزہ صرف ظاہری رکوع سجود بھی اللہ کے واسطے نہیں اگر کسی کے دیکھ لینے کا خطرہ اور جاہ کی کمی کا اندیشہ نہ ہوتا تو شاید اگر دوام علی الترک نہ ہو تو صورت موجودہ تو یقیناً نہیں رہ سکتی بارہا پھر شروع کرنے کا خیال کبھی شروع کیا۔ اور ترک ہو گیا، حضرت سے بھی وہ تعلق شغف جو کبھی تھا اب ہرگز نہیں ہاں الحمد للہ تعلق ضرور ہے اور عقیدت کا تعلق ہے بلکہ جس کو حضرت سے تعلق نہیں اس سے نفرت ہے اب پھر خدا کے نام پر بارہ تسبیح اور اس کے ہمراہ ڈیڑھ ہزار اسم ذات اور تین ہزار اسم ذات بعد مغرب تقریباً ایک ہفتہ سے نہایت پختہ قصد سے شروع کیا ہے حضرت سے نہایت خجالت سے درخواست ہے کہ حضرت میرے لئے دُعا فرمادیں اور میری طرف خاص توجہ فرمادیں شاید میری بھی کچھ اصلاح ہو جاوے

اور جو میں نے برائے خود شروع کیا ہے یہ باقی رکھوں یا کچھ تغیر کروں۔ مدرسہ کی آمدورفت میں دو سپارہ شروع کئے ہیں، میرے مشاغل یہ کہ ۴ بجے اُٹھتا ہوں تا اذان ذکر مذکور اور استنجا وضو سے فراغت کر کے بعد اذان چائے پکا کر پیتا ہوں نماز پڑھ کر کبھی کبھی سورۂ یٰسین پڑھ کر اور پان بنا کر مدرسہ چل دیتا ہوں بارہ بجے یا کچھ پیشتر مدرسہ سے واپس آ کر کھانا کھا کر لیٹ جاتا ہوں پھر نماز پڑھ کر آدھ گھنٹہ مطالعہ پھر مدرسہ سے آ کر تا مغرب مطالعہ یا کسی کتاب پر کچھ لکھنا نماز پڑھ کر ذکر مذکور پھر تا عشاء وہی مطالعہ یا تحریر اور بعد عشاء کھانا کھانا اور سو رہنا۔ فقط والسلام۔

تحقیق: مقصود تو بحمد للہ معلوم ہے یعنی رضاء حق اب دو چیزیں رہ گئیں طریق کا علم اور اس پر عمل، سو طریق صرف ایک ہے یعنی احکام ظاہرہ و باطنہ کی پابندی اور اس طریق کی معین دو چیزیں ہیں ایک ذکر جس قدر پر دوام ہو سکے جو آپ نے شروع کیا ہے وہ بھی اسی کلیہ میں داخل ہے دوسرے صحبت اہل اللہ کی جس کثرت سے مقدور ہو اور اگر کثرت کے لئے فراغ نہ ہو تو بزرگوں کے حالات و مقالات کا مطالعہ اس کا بدل ہے اور دو چیزیں طریق یا مقصود کی مانع ہیں معاصی اور فضول میں مشغولی اور ایک اَمر ان سب کے نافع ہونے کی شرط ہے یعنی اطلاع حالت کا التزام اب اس کے بعد اپنی استعداد ہے حسب اختلاف استعداد مقصود میں دیر سویر ہوتی ہے میں سب کچھ لکھ چکا۔

(النور صفحہ ۶۳۹) (تربیت السالک جلد ۲، ص ۱۲۶۰)

تحفۃ الشیوخ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

تھانہ بھون میں پنجاب کے ایک شخص حاضر ہوئے۔ انہوں نے وہاں کے شیوخ کی بہت سی شکایات کیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ کوئی شخص ان کی دعوت کرتا ہے تو وہ اپنے ساتھ بہت سے لوگوں کو بلا مدعو کیے لے آتے ہیں جس سے میزبان کو تکلیف ہوتی ہے اس پر حضرت والا نے اس رسالہ میں ان کے اس فعل کی حرمت کو دلائل سے بیان فرمایا ہے۔

تقریظ بر ضمیمہ تحفۃ الشیوخ

(حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمده ونصلي على رسوله الكرم

امابعد، حضرت والا تھانوی رحمہ اللہ کے رسالہ ''تحفۃ الشیوخ'' کی طبع جدید کے ساتھ جو ضمیمہ منسلک ہے اس کو مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ اس میں نہایت کارآمد اہم اور ضروری مضامین اکابر امت سے جمع کیے گئے ہیں۔ ان کا مطالعہ خواص وعوام سب ہی کے لئے بہت نافع اور مفید ہے۔

حق سبحانہ تعالیٰ اکابر کے ارشادات کو سمجھنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ناکارہ خادم

ابرار الحق

۹۸،۲/۱۱ (۱۴ھ) شنبہ

تمہید رسالہ

تھانہ بھون کے قیام میں ایک صاحب پنجاب کے بھی تشریف فرما تھے، وہ اپنے ملک کے شیوخ پر یہاں کی حالت دیکھ کر بہت نالاں تھے۔ من جملہ ان کی بہت سی باتوں کے ایک یہ بھی شکایت تھی کہ وہاں کے مشائخ اور اکابر کی بالعموم یہ حالت ہے کہ جب کوئی شخص ان کی دعوت کرتا ہے تو کثرت سے لوگوں کو اپنے ساتھ بلا مدعو کیے لے جاتے ہیں اور میں نے بھی یہ مرض بعض جگہ دیکھا ہے اور غالباً وہ اس کو مرض نہیں سمجھتے اس لیے میں نے جناب سید مولانا مولوی احمد حسن صاحب سے بطورِ استفسار کے عرض کیا تو جناب ممدوح نے اپنی عنایت سے کچھ کلماتِ نبویہ جو اس کی حرمت میں ثابت ہیں، نہایت تحقیق اور آپ کی اسناد کے ساتھ تحریر فرما کر بندے کو طبع کرانے کی اجازت دی۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ دیکھنے والے حضرات سائل اور مجیب دونوں کے حق میں دُعا فرماویں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق عمل کر کے اپنی دُنیا و آخرت کی سعادت مندی حاصل کریں گے۔

اور ان ہی پنجابی صاحب نے کچھ اور خرابیوں کے متعلق پوچھا تھا جس پر یہاں خانقاہ امدادیہ سے بصورت ایک چھوٹے رسالے کے جواب لکھا گیا تھا جس کا نام "تحفة الشیوخ" رکھ دیا گیا تھا۔ چوں کہ وہ مضمون بھی نافع تھا، بندہ نے اس کو بھی اس کے ساتھ منضم کر دینا مناسب سمجھا اور اس مجموعے کا نام "تحفة الشیوخ" رکھ دیا۔ اوّل مولانا احمد حسن صاحب کا جواب اور اس کے بعد "رسالہ سجادہ نشینی" لکھا جاتا ہے۔

کتبہ: خادم عبدالرحمٰن الحمید محمد عبدالمجید بچھرایونی عفا اللہ عنہ

استفسار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں؟

اوّل: کوئی عالم یا درویش کسی شخص کے یہاں دعوتِ طعام میں اپنے طلباء یا مُریدوں کو، یا کوئی راستے میں ان صاحبانِ مذکور کو مل جاوے تو اس کو بلا اجازت صاحب خانہ کے وہاں لے جاویں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں کو کھانا کھانا اور صاحب خانہ کے یہاں کھانے کے وقت جانا جائز ہے یا نہیں؟

خصوصاً جب کہ بعض اوقات اس کی وجہ سے ایسی صورتیں بھی ان لوگوں کو پیش آ چکی ہوں کہ بلانے والے سخت پریشان اور شرمندہ ہو کر اپنے گھروں میں چھپ گئے ہوں ندامت کی وجہ سے۔

اور اگر یہ کہا جاوے کہ صاحبانِ مذکور کے برکات وتصرفات ایسے عام ہیں کہ کھانے میں اس قدر برکت ہوگی تو صورتِ بالا کیوں پیش آتیں؟ یا یہ کہا جاوے کہ صاحبانِ مذکور کی محبت لوگوں کے قلوب میں اس قدر ہے کہ ان کے خلاف قدرت نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس امر کا سب سے زیادہ خیال کرنا چاہیے تھا اور آپ صاحبانِ مذکور سے زیادہ احق تھے کہ لوگوں

کی بلا اجازت ان کے گھروں پر مساکین اور امراء کو کھانا کھلانے لے جایا کرتے حالانکہ آپ سے استفسار اور صحابہ سے انکار ثابت ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں مذکور ہے، خاص کر ایسے موقع پر جب کہ کھلانے والے صاحبانِ مذکور سے ان وجوہات سے ایسے بددل ہوں کہ وہ گاہے بگاہے قرق امین و تحصیل داریا بے پرواوغیرہ کے الفاظ یاد کریں۔

دوم: یہ کہ جن مواضع یا قصبات میں اکثر زراعت پیشہ لوگ موروثی زمینوں میں کاشت کرتے ہیں تو ایسی جگہ ہدایا پیش کرنے کے وقت دریافت کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ خصوصاً ایسے لوگوں کو جو بزرگ، واعظ اور پیشوا کہلائے جاتے ہوں اور لوگوں کو ان کے افعال اور اقوال کا غالب سنت ہونا معلوم ہو، خاص کر توکل کا پہلو غالب ہو تو ایسی صورت میں ایسے ہدایا کا قبول کرنا اور نہ دریافت کرنا کیسا ہے؟

سوم: یہ کہ کیا مسائل بالا کے ارتکاب پر کسی کو متنبہ کر دیا جائے تو اس میں کچھ حرج ہے؟ اور صاحبانِ مذکور کو یاد دلانے والے کا احسان ماننا چاہیے اور ان وجوہ پر اپنی غلطی سمجھ کر تسلیم کرنا چاہیے یا اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر اور یہ خیال کر کے کہ ہم بڑے لوگوں کے صحبت یافتہ اور مرجع خلائق ہیں، کسی نے ہماری غلطی نہیں پکڑی، تو کیا یہ دعویٰ صحیح سمجھ کر اس کو معذور سمجھا جاوے گا یا نہیں؟

فقط والسلام

الأجوبة

اوّل

١.عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما مرفوعا فی حدیث طویل: وَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ مِنْ مَالِ أَخِيْهِ اِلَّا مَا أَعْطَاهُ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ (رواه الحاكم او فی كنزالعمال: ١/٤٧) واسناده صحيح على قاعدة كنزالعمال.

٢. عن ابی حميد الساعدی رضی اللّٰه عنه مرفوعًا: لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ اَنْ يَأخُذَ عَصَا أَخِيْهِ بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ. وذلک لشدة ما حرّم اللّٰه مال المسلم على المسلم. رواه ابن حبان فی صحيحه والبيهقی، كذا فی التلخيص (٢/٢٥٠)

٣. عن ابن عبداللّٰه بن السائب عن يزيد، عن ابيه، عن جده مرفوعًا: لَا يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَتَاعَ أَخِيْهِ لَا عِبًا وَلَا جَادًّا الحديث: رواه أبو داؤد والترمذی والبيهقی، و اسناده حسن، كذا فی التلخيص الحبير (٢/٢٥٠)

٤. عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم: مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يَجِبْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ ورسوله، وَمَنْ دَخَلَ عَلَى غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَ خَرَجَ مُغِيْرًا . رواه ابوداؤد عن درست بن زياد، والجمهور على تضعيفه، و رواه ابو زرعة عن أبان بن طارق، وهو مجهول، قاله أبو زرعة وغيره، كذا

فی الترغیب: ۳۷۸، قلت: ضعفه غیر مضر فی هذا الموضع: فانه نقل الاعتضاد، والمقصود قد ثبت بالأحادیث التی ذکرت قبل.

ترجمہ حدیث ا: ''کسی شخص کو اپنے بھائی (مسلمان) کے مال میں سے کچھ بھی حلال نہیں مگر جس قدر کہ اس نے اس (شخص) کو بطیب خاطر دے دیا۔'' (صرف وہ مال حلال ہے) اس کو حاکم نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ کسی کا مال بغیر اس کی طیب خاطر اور خوشی دل کے حلال نہیں ہوسکتا۔ پس دعوت میں بغیر بلائے خود جانا اور وہاں جا کر کھانا یا کسی اور کو اپنے ہمراہ لے جانا چوں کہ داعی کی طیب خاطر سے نہیں ہوتا، جیسا کہ ظاہر اور مشاہد ہے، اس لیے حرام ہوگا۔ خصوصاً جب کہ اس ناخوشی کا اظہار ہو بھی چکا ہو اور اگر بعض اوقات کوئی شخص دُنیا کی شرم سے باوجود گرانی قلب کے کھانے کی اجازت دے دے تو یہ اجازت حلت طعام کے لیے کافی نہ ہوگی کیوں کہ یہ جبر ہے اور طیب خاطر نہیں ہے اور جب تک طیب خاطر متیقن نہ ہوجائے اس وقت تک اس کھانے کی حلت ثابت نہ ہوگی اور حضراتِ مقتدایانِ قوم کی شان سے تو اس فعل شنیع کا ارتکاب شرعاً وعقلاً وعرفاً نہایت قبیح ہے اور موجب فتنہ ہے:

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی به نیم بیضہ چو سلطان ستم روا دارد
زنند لشکریانش ہزار مرغ به سیخ

ترجمہ: بادشاہ اگر نصف انڈا ظلماً لینے کو روا رکھے گا تو پھر لشکری لوگ ہزاروں مرغ سیخ پر لگا کر کھا ڈالیں گے۔

اور فعل ان کا

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

ان حضرات کو تو اعلیٰ درجہ کا اتباع سنت وشریعت مناسب ہے اور آدمی جس گروہ کی طرف منسوب ہو۔ مثلاً حضرات صوفیا کی طرف اور سیرت میں ان کی مخالفت کرے تو وہ مخادع ہے۔

ترجمہ حدیث ۲: ''کسی شخص کو حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی (مسلمان) کا عصا

لیوے بغیر اس کی طیب خاطر کے۔'' اور یہ بسبب شدت حرام کر دینے اللہ تعالیٰ کے ہے ایک مسلمان کے مال کو دوسرے مسلمان پر۔ اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے جیسا کہ ''تلخیص حبیر'' میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک مسلمان کا مال دوسرے مسلمان پر نہایت ہی سختی سے حرام کیا ہے حتیٰ کہ یہ بھی اجازت نہیں دی کہ ایک کا عصا دوسرا بغیر اس کے طیب خاطر کے لے لیوے، حالانکہ عصا کا لے لینا اکثر عارضی طور پر ہوتا ہے اور پھر واپس کر دیا جاتا ہے۔ نیز اکثر عصا زیادہ قیمتی بھی نہیں ہوتے مگر پھر بھی اس کے باب میں اس قدر شدت سے کام لیا گیا، پس تمہارا کیا گمان ہے ان اموال کے باب میں جن کا کہ دوامی طور پر لینا مقصود ہو اور زیادہ قیمت کے بھی ہوں، وہ تو نہایت شدید حرمت رکھتے ہیں۔

ترجمہ حدیث ۳: ''تم میں کا کوئی شخص اپنے بھائی (مسلمان) کا متاع نہ بطریق لعب کے لیوے اور نہ بطریق جد کے''۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے حسن بھی کہا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کی کوئی چیز اُٹھا لینی، خواہ بطریق کھیل کود اور بطریق ہنسی کے ہو کہ اس صورت میں واپس کر دینے کی نیت ہوتی ہے اور اس کا رکھ لینا مقصود نہیں ہوتا یا بطریق لہو ولعب نہ ہو بلکہ واقعی طور پر اور حقیقتاً لینا مقصود ہو، ہر طرح ناجائز ہے۔

اس حدیث میں کس سختی سے دوسرے کے مال میں دست اندازی سے منع کیا گیا ہے کہ بطریق لہو ولعب اور ہنسی سے بھی کسی کا مال اُٹھا لینا ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

ترجمہ حدیث ۴: ''جو شخص کھانے کیلئے بلایا گیا (یعنی اس کی دعوت کی گئی) اور اس نے دعوت قبول نہ کی تو اس نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور جو شخص بغیر دعوت پہنچ گیا تو چور ہو کر داخل ہوا اور لٹیرا ہو کر نکلا۔'' (اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے)

۵۔ عن ابن مسعود الانصاری قال: کان رجل من الأنصار یقال له: ابو شعیب، و کان له غلام لحّام، فرأی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلّم،

فعرف في وجهه الجوعَ، فقال لغلامه: ويحك، اصنع لنا طعاما لخمسة نفر، فاني أريد أن أدعو النّبي صلى الله عليه وسلّم خامس خمسة. قال: فصنع، ثم أتى النبي صلى الله عليه وسلّم، فدعاه خامس خمسة، واتبعهم رجل، فلما بلغ الباب قال النّبي صلى الله عليه وسلّم: اِنَّ هَذَا اتَّبَعَنَا، فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَأْذَنَ لَهُ، وَاِنْ شِئْتَ رَجَعَ، قال لا بل آذن له يا رسول الله صلى الله عليه وسلّم. (رواه مسلم: ۱۷٦/۲)

یہ حدیث ''صحیح مسلم شریف'' کی ہے اور اس میں ایک شخص کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دعوت کھانے کے لیے جانا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب خانہ سے یہ فرمانا مذکور ہے کہ ''یہ شخص ہمارے ساتھ ہولیا ہے، اگر تم اجازت دو تو ٹھہر جاوے (اور کھانا کھالیوے) اور اگر تم اس کو لوٹانا چاہو تو لوٹ جاوے۔'' اس کے بعد ان صاحب خانہ کا اجازت دے دینا مذکور ہے۔

غور کرنا چاہیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرات صحابہ کو کس قدر تعلق تھا اور وہ حضرات کیسے جاں نثار تھے! مگر پھر بھی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال نہ کیا (کہ ایک شخص کا کھلانا میرے ساتھ کیا ناگوار ہوگا! پس دریافت کرنے کی کیا حاجت ہے؟) بلکہ تصریح کے ساتھ اصل واقعہ ظاہر کردیا اور اجازت دینے کی رغبت نہیں دلائی بلکہ صاف طور پر اختیار دے دیا کہ خواہ ان کو کھانا کھانے کی اجازت دے دو یا نہ دو، خوب سمجھ لو۔

٦. عن انس رضي الله عنه، ان جار الرسول الله صلى الله عليه وسلّم فارسيا، كان طيب المرق، فصنع، لرسول الله صلى الله عليه وسلّم، ثم جاء يدعوه، فقال: "وهذه؟" لعائشة. فقال: لا. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلّم: "لا" فعاد يدعوه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلّم: "وهذه؟" قال: لا قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم: "لا" ثم عاد يدعوه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "وهذه؟"

قال نعم، في الثالثة، فقاما يتدافعان، حتى أتيا منزله. (رواه مسلم: ۱۷۶/۲)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پڑوسی فارسی اچھا شوربا پکاتے تھے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (ایک روز شوربا) تیار کیا، پھر آپ کو کھانے کے لیے بلانے آئے تو آپ نے فرمایا: ''اور یہ؟'' اور اشارہ فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف (یعنی کیا ان کی بھی دعوت ہے؟) تو انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(ہم بھی دعوت) نہیں (قبول کرتے)'' پس وہ (چلے گئے، پھر) آپ کی دعوت کرنے کے لیے لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور یہ؟'' (عائشہ رضی اللہ عنہا بھی مدعو ہیں، یعنی کیا ان کی بھی دعوت ہے؟) انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(ہم بھی دعوت) نہیں (قبول کرتے)'' وہ صحابی (چلے گئے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کرنے کے لیے واپس ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''اور یہ؟'' (عائشہ بھی مدعو ہیں؟) انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلنے لگے۔

(صحابی کا انکار غالباً کھانا کم ہونے کی وجہ سے تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار بغیر اپنے اہل کے کھانا کھانا (جب کہ اہل کو حاجت ہو)، بے مروتی ہونے کی وجہ سے تھا)

صاحبو! تامل کرو، باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی محبوبہ زوجہ کی دعوت کے بارے میں دریافت کرنے کے ان صحابی رضی اللہ عنہ نے چند بار انکار فرمایا، پھر آج کس کا حوصلہ ہے کہ علی الاطلاق اپنے متعلقین کو دعوت کرنے والے کے گھر لے جا کر اس کے گھر کی صفائی کردے اور یہ دعویٰ کرے کہ دعوت کرنے والا اس پر راضی ہے، پوچھنے کی کیا حاجت ہے؟

صاحبو! ایسا موقع بہت کم ہوتا ہے جو داعی اس زیادتی کو خوشی سے گوارا کرے،

اس لیے لازم ہے کہ ہر جگہ صریح اجازت لے لی جاوے اور صاف صاف کہہ دیا جاوے کہ اگر تم انکار کرو گے تو ہم ہرگز بُرا نہ مانیں گے اور اسی طرح اجازت سے بھی وہاں لے جاوے جہاں یہ یقین ہو کہ داعی اس پر دل سے عمل کرے گا اور تصنع کر کے اور فقط کہہ دینے سے دب کر بلا طیب خاطر اجازت نہ دے گا۔

اور مناسب تو اس زمانے میں یہی ہے کہ کسی کو بغیر بلائے ہمراہ نہ لے جاوے اور عجب نہیں کہ جو حضرات اس فعل شنیع کے مرتکب ہوتے ہیں اس کے اندر مادہ خفیہ حب جاہ کا ہو اور اس زیادتی جلسہ سے اشتہار مقصود ہوتا ہو، شان و شوکت کے ساتھ جانا مطلوب ہوتا ہو، ایک دو آدمی کے ساتھ یا تنہا جانا خلافِ شان معلوم ہوتا ہو۔ تو اگر یہ بات ہے تو یہ خود ایک (مستقل) باطنی مرض ہے۔ دوسروں کی اِصلاح اور دعوت کھانے اور کھلوانے سے پہلے اپنے اس مرضِ قبیح مہلک کی اِصلاح کرنا لازم ہے۔ واللہ الهادی

دوم: حق موروثی شرعاً ظلم ہے اس لیے جہاں اس کا چرچا ہو وہاں اس کی تحقیق کر لینا واجب ہے۔ جب تحقیق سے ثابت ہو جاوے کہ دعوت یا ہدیہ کا مال طیب اور حلال ہے اس وقت دعوت اور ہدیہ کا قبول کر لینا جائز ہوگا۔

سوم: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر شعائر دین سے ہے، اس کا فاعل اجر عظیم کا مستحق ہے۔ ہاں اگر کچھ اثر ہونے کی اُمید نہ ہو اور فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو سکوت انسب ہے اور کسی عالم یا درویش کی صحبت میں رہنا عصمت نہیں پیدا کر دیتا بلکہ صحبت یافتہ حضرات تو بوجۂ استعدادِ تام کے اوروں سے زیادہ اپنے کو قابل اصلاح اور محتاجِ نصیحت اور اپنے کو سب سے بدتر سمجھتے ہیں:

ما نصیحت بجائے خود کردیم روزگارے دریں بسر بردیم
گر نیاید بگوش رغبت کس بررسولاں بلاغ باشد وبس

کتبہ: العبد الضعیف السید احمد حسن السنبھلی ثم التھانوی

۱۹ر جمادی الاخریٰ ۱۳۳۷ھ

رسالہ سجادہ نشینی

تمہید

بعد حمد و صلوٰۃ کے یہ احقر الوریٰ اشرف علی تھانوی عفی عنہ مظہر مدعا ہے کہ شاذ و نادر ایسے لوگ ہوں گے جو "سجادہ نشینی" کے عنوان و معنون سے بوجہ غایت درجہ کی شہرت و شیوع کے آگاہ نہ ہوں مگر وہ آگاہی علم بوجہ کے درجہ سے زائد نہیں اور اسی وجہ سے اس کے آثار ولوازم کی طرف باوجود یہ کہ اکثر ان میں سے مشاہد ہیں، التفات نہیں کیا جاتا اور مفاسد سے بچانے کے لیے اس طرف ملتفت کرنا ضروری تھا، اس وجہ سے بعض خیرخواہانِ دین کے اشارہ سے بقدرِ ضرورت ان پر متنبہ کرتا ہوں۔ گو ضمیمہ اصلاح الرسوم کی فصل دوم میں کسی قدر اس سے تعرض کیا گیا ہے مگر اس میں اس کی سب صورتوں کا استیعاب نہیں ہے، اس لیے اس پر اضافہ کی حاجت معلوم ہوئی۔ سو وہ صورتیں اب معروض ہوتی ہیں۔

سجادہ نشینی اور جانشینی کی تین صورتیں

صورتِ اوّل: وہی ہے جس کا ذکر ''اصلاح الرسوم'' میں ہے۔ اس کی تحقیق کے لیے اسی کی عبارت نقل کیے دیتا ہوں۔ وھو ھذا

فصل دوم: ایک رسم یہ ہے کہ جب کسی شیخ کی وفات ہوئی اس کے مریدوں نے جمع ہوکر اس کے کسی بیٹے کو یا خادم کو سجادہ نشین کر دیا اور سند کے لیے دستار بندی کر دی، خواہ اس میں اہلیت ہو یا نہ ہو۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ جو لوگ ابھی خود اس راہ سے نا آشنا ہیں ان کی اجازت کہاں تک قابل اعتبار ہو سکتی ہے؟

یاد رکھنا چاہیے کہ ایسے رسمی سجادہ نشین سے جو لوگ بیعت ہوں گے ان سب کی گمراہی کا وبال اس سجادہ نشین کے برابر ان ارباب جلسہ کو بھی مل جاوے گا کہ یہ لوگ بانی ضلالت ہوئے۔

حدیث شریف میں علاماتِ قیامت سے آیا ہے کہ ''لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے۔'' اس لیے سمجھ لینا ضروری ہے کہ جب تک کوئی شیخ کامل جامع شریعت وطریقت جس کو اس زمانے کے اچھے لوگوں نے اہل مان لیا ہو، اجازت نہ دے بیعت لینے پر جرأت نہ کرنا چاہیے۔

صورتِ ثانی: جس کو عرفاً صورتِ اوّل سے زیادہ مستند اور معتبر سمجھا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ بجائے مریدوں کے سجادہ نشین مشائخ یہی رسم ادا کرتے ہیں۔ اس کی تحقیق کے لیے ''اصلاح الرسوم'' کے باب سوم کی فصل ہشتم کی عبارت کا جو کہ مدارسِ عربیہ کی رسم دستار بندی کے متعلق ہے، نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ حالت ان دونوں کی مماثل

ہے اور محذورات دونوں میں مشترک ہیں۔ وھو ھذا

اصل ۸ ثم: من جملہ ان رسوم کے بعض مدارس کی یہ رسم ہے کہ طالب علم نے کتابیں پڑھ لیں، خواہ اس کو استعداد ہو یا نہ ہو اور خواہ اپنے علم کے موافق عامل ہو یا نہ ہو، اس کو سند شہادت دے دیتے ہیں اور دستار بندی کر دیتے ہیں۔ غور کرنا چاہیے کہ رسم دستار بندی واقع میں اساتذہ اور مشائخ کی طرف سے عوام کے روبرو اس امر کا اظہار اور شہادت ہے کہ یہ شخص ہمارے نزدیک اس قابل ہے کہ دین میں اس کی طرف رجوع کیا جائے اور اس سے مسائل پوچھ کر عمل کیا جاوے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص آج سے مقتدائے دین ہے۔ جب حقیقت اس کی یہ ہے تو جو شرائط شہادت کی ہیں وہ اس میں ہونا واجب ہے اور شہادت کی بڑی شرط یہ ہے کہ شاہد کو اس امر کا پورا علم اور یقین ہو جس کی شہادت دے رہا ہے تا کہ اس کو جھوٹ کا گناہ اور دوسروں کو دھوکہ دینے کا گناہ نہ ہو اور کسی کو اس سے ضرر نہ پہنچے۔

اسی طرح یہاں بھی اس شخص کی نسبت پوری تحقیق ہونا چاہیے کہ قابل مقتدا فی الدین بننے کے ہے یا نہیں۔ اگر علمائے حاضرین کو اس پر پورا اطمینان ہو اور اس کی حالتِ علمی و عملی قابل قناعت ہو تو دستار بندی بہت خوب رسم ہے کہ اس میں اظہار ناواقفوں کے روبرو ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ تکلفاتِ زائد جس میں ریا و اسراف لازم آوے نہ کیے جاویں۔

بلکہ اگر واعظوں کے لیے بھی کوئی ایسی شرط ہو جاوے کہ بلا امتحان و سند علماء کے وعظ نہ کہنے پاویں، اور عوام بھی بدون پیش کرنے سند کے کسی اجنبی کا وعظ نہ سنا کریں تو نہایت ضروری و مصلحت کی بات ہے۔ اس سند و دستار بندی کی یہ حکمت ہے اور بدون اہلیت کے ہرگز دستار بندی نہ کی جاوے نہ سند دی جاوے کہ بجز اضلالِ خلق اس کا اور کیا ثمرہ ہے۔

صورتِ ثالثہ: جو سب سے زیادہ موثوق و حجت سمجھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ بجائے دوسرے سجادہ نشین مشائخ کے خود شیخ خواہ انفراداً خواہ دوسرے مشائخ کی شرکت سے اپنے کسی مرید خصوصی جب کہ وہ کچھ قرابت بھی رکھتا ہو، اپنی جگہ سجادہ نشین بنادے اور دوسرے مریدوں کو اتباع و اطاعت کا حکم دے۔ اس صورت میں اس شیخ کے

مریدین و معتقدین تو علی الاطلاق اور دوسرے لوگ بحالت اس شیخ مستخلف کے اہل اور بزرگ ہونے کے اس خلیفہ کے متعلق کسی طرح کا شک وشبہ دل میں نہیں لاتے اور آنکھ بند کر کے اس کو متبوع ومطاع سمجھتے ہیں۔

یہ کل تین صورتیں ہیں، اب ہر صورت میں دو شقیں ہیں: ایک یہ کہ اس سجادہ نشین میں اہلیت اس کی نہ ہو۔ سو پہلی دو صورتوں کی اس شق کا حکم فصلین مذکورین سے تصریحاً معلوم ہو چکا اور تیسری صورت کی اس شق کا حکم انہیں فصلوں سے باشتراک علت معلوم ہو گیا اور یہ حکم مذکور صرف اس تقدیر پر ہے جب کہ بجز "**عدم صلاحیة للتربية والارشاد**" کے اس سجادہ نشین میں اور کوئی خرابی نہ ہو اور اگر کچھ اور خرابیاں بھی ہوں تو "ظلمات بعضها فوق بعض" کا مصداق ہوگا اور یہ خرابیاں بھی بکثرت ایسے لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک تجربہ کار نے اس عبارت سے نقل کیا ہے۔

جانشینی وسجادہ نشینی کے بیس مفاسد

بعض اطراف میں رسمی پیری مریدی کا سلسلہ مشائخ طریقت کی اولاد واقارب نے بکثرت جاری کر رکھا ہے اور چوں کہ اکثر ان میں محض نااہل ہوتے ہیں، لہٰذا ان کی وجہ سے بدعاتِ شنیعہ وعاداتِ قبیحہ میں ساری دُنیا مبتلا ہے۔ "**الا ماشاء الله**" اور سجادگانِ مشائخ بوجہ دُنیا طلبی کے اپنے معتقدین کو اتباع سنت کی ترغیب وتحریص تو درکنار بلکہ خلافِ شریعت حقہ مختلف بدعات میں مبتلا پا کر تائید وتشدید کرتے ہیں۔

اقسام بدعات

جن مفاسد میں مبتلا ہیں ان میں سے بعض اُمور بطورِ نمونہ بیان کیے جاتے ہیں:

۱۔ پابندیٔ صوم وصلوٰۃ میں تساہل کرنا۔

۲۔ ہر سال قبورِ مشائخ پر بہ طورِ میلہ جمع ہونا، جو کہ مفاسد کا مجموعہ ہے۔

۳۔ بعض مقامات میں مرد وعورت کا اختلاط اور طوائف کا گانا بجانا اور مختلف قسم

کے لہو ولعب کے سامان کی جمعیت۔

۴۔ایسے مجمع کو باعثِ قرب سمجھنا۔

۵۔اپنے پیر کو نفع ونقصان کا مالک اور عالم الغیب سمجھنا۔

۶۔زندہ اور مُردہ پیروں کو سجدہ کرنا اور ان کا طواف کرنا اور ان کے مقابر کو بوسہ دینا۔

۷۔حُسن پرستی کو اور امردو عورتوں کے حُسن کے نظارہ کو ذریعۂ وصول الی اللہ سمجھنا۔

۸۔در پردۂ پیر، خدام پیر کا غیر محرم عورتوں سے ناجائز تعلق رکھنا۔

۹۔اپنے مشائخ کے سوا دوسرے مشائخ طریق کی تحقیر کرنا۔

۱۰۔اگر کوئی شخص رسمی پیر کو چھوڑ کر کسی خدا رسیدہ سے تعلق تربیت رکھے تو ان کو مردود البیعت ومطرود وقابلِ لعن طن سمجھتے ہیں۔

۱۱۔شیخ واقفِ طریق سلوک اور ان کے متبعین کو بوجہ اجتناب بدعات وہابی، منکر رسول وبزرگاں مشہور کرتے ہیں۔

۱۲۔اور پابندیٔ رسوم کا اتنا اثر ہے کہ اگر کسی مقام میں کوئی خدا پرست خلیفۂ شیخ گزشتہ اور ان کا رسمی سجادہ نشین اگرچہ فاسق ہی کیوں نہ ہو جمع ہوں، تب بھی نماز وغیرہ میں وہ مجازِ شیخ بھی اور ان کے دوسرے ہوا خواہ بھی ان رسمی سجادہ نشین کے ساتھ اقتدا کریں گے اور ان کے ساتھ وہ برتاؤ رکھیں گے جیسے ایک مقتدا کے ساتھ، چناں چہ اس معتقدانہ برتاؤ سے خلق کے قلب میں ان کی مقبولیت مشائخ گزشتہ کی سی بلکہ زیادہ بڑھتی ہے۔

۱۳۔اور اسی قسم کے مفاسد قلیل وکثیر، کماً وکیفاً ہر خاندان وگروہِ مریدین گدی نشین میں پائے جاتے ہیں اور یہ ان کے ساتھ اعتقادِ واثق ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ بزرگی کا اسی خاندان واولادِ شیخ گزشتہ میں یکے بعد دیگرے تا قیام قیامت چلا جائے گا۔

۱۴۔اور ان تمام بدعاتِ شنیعہ وعاداتِ خبیثہ کی جڑ اور مبنیٰ اغلب واکثر یہ رسمی پیری مریدی ہے، اکثر صورتوں میں مستقلاً، کہیں مشترکاً۔

۱۵۔جس مقام پر ایک عرصہ دراز تک خدا کی یاد وکثرتِ اذکار واحسان وتعبد و

اصلاحِ خلق وترکِ دُنیا واتباعِ سنت کا چشمۂ فیض جاری رہا ہو اور ہزار ہا مخلوق فیض یاب ہوئی ہو، وہاں ایسی کایاپلٹ ہوتی ہے کہ دُنیاپرستی و مجمع اہل ہو۔

اااور شرک وبدعت اور اطوارِ قبیح واخلاقِ فضیح کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا، دین کا فقط نام رہتا ہے، نہ اتباعِ شریعت، نہ اقتضائے شرافت، نہ طبائع میں انابت وعبرت، ’’ضلوا و أضلوا‘‘ کے پورے مصداق ہوتے ہیں۔

۱۶۔اس رسمی پیری مریدی کے شیوع کے اسباب میں بڑا سبب شیوخِ کاملین کا تساہل وبے اعتنائی ہے ورنہ اگر شیوخ اپنی زندگی میں اس کا انتظام ووصیت کریں اور تقریری وتحریری اہتمام ہو کہ ہمارے فلاں فلاں خلیفہ سے اگر خلیفہ اس کا اہل ہو، تعلق رکھیں، وگرنہ کسی اور اہل اللہ کا نام بتلا جاویں اور اگر حاجت ہو تو اپنی حیات میں ان اہل اللہ کو اکثر مدعو کر کے ان کے مواعظ سنیں تو پھر ہرگز یہ فتنہ نہ ہو اور جن بزرگوں نے ایسا کیا تو وہ آفات وفتن سے محض محفوظ ہیں۔

۱۷۔ بعض لوگ اپنے پس ماندگان کو قریب وفات کے وصیت یادِ خدا کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کا مطلب اس وصیت سے نیابت کا نہیں ہوتا اور بعض اس سے بھی خاموش رہتے ہیں۔ تاہم خدام کھینچ تان کر اجازتِ بیعت ومناقب جانشین کے مضامین تراش لیتے ہیں۔

۱۸۔ چوں کہ اکثر طبائع میں مداہنت اور ہوا غالب ہے، اس لیے بربنائے اغراض پرستی کرشمے اور کرامات نمودار کی جاتی ہیں اور بے سروپا محض جھوٹے بناوٹی مناقب وکرامات حتیٰ کہ احیائے اموات وکشفِ مغیبات اپنے بناوٹی مشائخ کے لیے ثابت ومشہور کرتے ہیں کہ اتنے کمالات وخرقِ عادات ان مشائخِ گزشتہ میں بھی جن سے یہ منسوب اور جن کے جانشین ہیں، نہیں پائی جاتیں۔

۱۹۔اوراد واذکارِ معمولۂ مشائخِ سلاسل کا نام تک نہیں جانتے اور نہ تعلیم وتلقین۔

۲۰۔ فقط نذرانہ کی وصولی اور تعویذ گنڈے اور پیر پرستی جو حدِ شرعی سے

خارج ہو، ان کا شغل ہے۔

یہ خلاصہ ہے رسمی پیری مریدی کا اور یہ تمام باتیں مشاہد ہیں، دلیل کی ضرورت نہیں۔ ختم ہوئی عبارت اس تجربہ کار کی۔

دوسری شق یہ ہے کہ اس سجادہ نشین میں اہلیت بھی مشیخت کی ہو اور یہ شق صورتِ اوّل میں تو قریب قریب مفقود ہی ہے کیوں کہ اہلیت کی صورت میں دوسرے مریدوں سے استکمال کی اس کو کون ضرورت ہے؟ اور دوسری صورت میں بحکم نادر ہی ہے۔ اسی دلیل سے کہ اہلیت کی صورت میں اس کی نوبت کیوں آوے گی؟

ہاں کہیں ایسا اتفاق ہو کہ اس شخص کی اہلیت کے اظہار کا نہ تو شیخ کو موقع ملا ہو، نہ آثار وقرائن قویہ سے خود ظہور ہوا ہو، اور مشائخ معتبرین نے مستفیدین کی اطلاع کی مصلحت سے کسی خاص جلسہ میں اس کا اظہار کر دیا ہو جس کے لیے کسی خاص رسم کی بھی ضرورت نہیں، تو ممکن ہے۔ ''وقیل ما ھو''

کسی اہل کو جانشین بنانا بھی خرابی سے خالی نہیں

البتہ تیسری صورت میں بعید الوقوع نہیں کہ خود پیر نے کسی اہل کو اپنا جانشین کر دیا۔ بہرحال اہلیت کی حالت میں بظاہر سجادہ نشینی یا جانشینی میں کوئی خرابی نہیں معلوم ہوتی لیکن اگر دیدۂ غائر پر انجام بینی کی عینک لگا کر اس سے دیکھا جاوے تو یہ بھی خرابی سے خالی نہیں، وہ یہ کہ طبعاً اس جگہ پر بیٹھنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ عموماً مریدین اس جانشین کو بالکل اس شیخ کی جگہ سمجھتے ہیں اور اس شیخ کے تمام خلفاء پر گو وہ اہلیت میں اس سے زیادہ ہوں، اس جانشین کو ترجیح دیتے ہیں اور معتقدین تمام طالبین کو جس طرح بن پڑتا ہے گھیر گھار کر اس کی طرف لاتے ہیں اور صرف اس جگہ پر بیٹھنے کو سبب مرجح قرار دیتے ہیں حتیٰ کہ اگر اس کی اہلیت بھی کسی عارض سے مفقود یا مبدل ہو جاوے تب بھی اس کو ترک کرنے کو اس جگہ کی بے حرمتی اور اس کے واسطے سے

اس شیخ گزشتہ کی اہانت سمجھتے ہیں اور جس طرح ہوسکتا ہے اسی کو نباہتے ہیں تو انجام اس کا پھر وہی رسم پرستی ہوگئی۔ یہ خرابی تو فی الحال ہے۔

دوسری خرابی جو آئندہ چل کر مآل میں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ پھر اس جگہ کو آباد رکھنا مقصود بالذات ہو جاتا ہے اور کبھی خود اس اہل ہی کو اور کبھی دوسروں کو اس کی فکر ہوتی ہے کہ اس کے بعد کسی اور کو تجویز کیا جاوے، پھر بعد چندے اہل نااہل کسی کی تمیز نہیں رہتی اور مثل ترکۂ مالیہ کے اس میں بھی میراث جاری ہونے لگتی ہے اور مورث و وارث کے تفاوت سے یہ مضمون صادق آنے لگتا ہے:

آدمیاں گم شدند ملک خدا خر گرفت زشتی اعمالِ ما صورت نادر گرفت

دیگر: پری نہفتہ رُخ ودیو درکرشمہ وناز

مشائخ اپنی جگہ آباد کرنے کی فکر نہ کریں

پس اس لیے اسلم یہ ہے کہ اہل کو اجازت دے دے، خواہ اس کو کوئی نسبی تعلق بھی نہ ہو، لیکن اپنی جگہ آباد کرنے کی فکر نہ کرے، گو اسباب اتفاقیہ سے اس کا قیام اسی جگہ ہو جائے۔ اسی طرح وہ اہل اپنے خلیفہ کے ساتھ معاملہ کرے۔ ''وھکذا الٰی ماشاء اللّٰہ تعالٰی''

کسی جگہ کو اہلیت میں کوئی دخل نہیں

ولنعم ماقیل فی عدم دخل البقعة فی الأهلية:

حسن ز بصرہ، بلال از حبش صہیب از روم زخاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

اور بقعہ کو مقصود بنانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس جگہ کو اس قدر محترم سمجھ لیتے ہیں کہ اس مقام پر بیٹھنے والے پر کوئی اعتراض یا احتساب کرنے کو اس بقعہ کی اہانت سمجھتے ہیں، حالاں کہ بیت اللہ سے بڑھ کر کوئی بقعہ نہیں مگر اس کے خدام پر بھی جب کہ نااہل تھے، حق تعالیٰ نے انکار فرمایا ہے۔ فقال:

وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۃ انفال: ۳۴)

کسی بزرگ سے صرف نسبی تعلق مقبولیت کی دلیل نہیں

اسی طرح کسی مقبول کی طرف انتساب کو مستقل علت احترام و تعظیم و ترکِ اعتراض کی قرار دی جاتی ہے، حالاں کہ خاص ابن ہونے سے بڑھ کر کوئی نسب قریب نہیں مگر نا اہل ابن پر حق تعالیٰ نے انکار فرمایا ہے:

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۝ (ھود: ۴۶)

اور بدعات و منکرات کا رد تفصیلی ''اصلاح الرسوم'' کے فصول میں مذکور ہے۔ ملاحظہ فرمایا جاوے۔ اور ان میں سے خصوصی خلافت یا مشیخت نا اہل کے متعلق دو آیتیں اور دو حدیثیں نقل کرتا ہوں:

آیت اولیٰ

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

(سورۃ الاعراف: ۱۶۹)

پھر ان سلف کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ کتاب (یعنی تورات) کو تو ان سے حاصل کیا (لیکن اس کے ساتھ ہی حرام خور ایسے ہیں کہ احکام کتاب کے عوض میں) اس دُنیائے دَنی کا مال و متاع (اگر ملے تو بے تکلف اس کو) لے لیتے ہیں اور (بے باک ایسے ہیں کہ اس گناہ کو حقیر سمجھ کر) کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہو جاوے گی (کیوں کہ ہم ابناء اللہ و احباء اللہ ہیں، ایسے گناہ ہماری مقبولیت کے روبرو کیا چیز ہیں!) حالاں کہ (اپنی بے باکی اور استخفاف معصیت پر مصر ہیں، حتیٰ کہ) اگر ان کے پاس

پھر ویسا ہی (دین فروشی کے عوض) مال، متاع آنے لگے تو (اسی بے باکی کے ساتھ پھر) اس کو لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا عہد نہیں لیا گیا ہے کہ خدا کی طرف بجز حق اور واقعی بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کرو؟ (مطلب یہ کہ جب کسی آسمانی کتاب کو مانا جاتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم اس کے سب مضامین مانیں گے) اور انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا تھا اس کو پڑھ بھی لیا۔ اور (انہوں نے یہ سب قصہ دُنیا کیلئے کیا، باقی) آخرت والا گھر ان لوگوں کیلئے (اس دُنیا سے) بہتر ہے جو (ان عقائد واعمالِ قبیحہ سے) پرہیز رکھتے ہیں۔ پھر کیا (اے یہود!) تم اس بات کو نہیں سمجھتے؟

آیت ثانیہ فَخَلَفَ مِنْ م بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّاo اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًاo (مریم: ۵۹. ۶۰)

پھر ان سلف کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور خواہشوں کی پیروی کی، سو یہ لوگ عنقریب خرابی دیکھیں گے۔ ہاں! مگر جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کرنے لگا، سو یہ لوگ جنت میں جاویں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاوے گا۔

اور یہ حدیثیں دونوں رسالہ "حقیقة الطریقة" سے مع تقریر استدلال نقل کرتا ہوں۔

حدیث اوّل

حدیث ہشتاد وہفتم (یہ نمبر اس رسالہ کے سلسلے کا ہے): "عن عائشة رضی الله عنها من خطبة عمر قال فيها: أنا عمر، ولم أحرص علی أمركم، ولكن المتوفی أوصی الی بذلك، والله الهمه ذلك، وليس أجعل امانتی الی أحد ليس لها بأهل، ولكن أجعلها الی من تكون رغبته الی التوقير للمسلمين، أولئك احق بهم ممن سواهم. (أخرجه مالك)"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کا یہ

مضمون منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں عمر ہوں اور تم پر حاکم بننے کی مجھ کو خواہش نہ تھی لیکن متوفی (یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے مجھ کو اس کی وصیت کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب میں اس کا القا فرمایا تھا اور میں اس عہدے کو ایسے شخص کے حوالے نہیں کرتا جو اس کا اہل نہ ہو، البتہ ایسے شخص کے لیے تجویز کرتا ہوں جس کی رغبت اہل اسلام کی توقیر کی طرف ہو، سو یہ لوگ بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ مستحق ہیں۔ (روایت کیا اس کو امام مالک رحمہ اللہ نے)

فائدہ: اصلاحِ عدم استخلافِ نااہل۔ بعض متصوفین محض رسم کے طور پر حفظِ سلسلہ کے لیے کسی کو خلیفہ بنا دیتے ہیں، اس حدیث سے اس کا ابطال ہوتا ہے، اہل رسم کو اس کی اِصلاح کرنی چاہیے۔

حدیث ثانی

حدیث دوصد و بست وہفتم (یہ نمبر اس رسالہ کے سلسلے کا ہے): "عن أبی الطفیل الی قوله و زاد رزین عن ابن عباس: ملعون من صد أعمی عن طریق"

قائدہ: اصلاحِ ذم مشیخت نااہل را۔ حدیث میں نابینا کو راہ سے بچانے والے کی ملعونیت مصرح ہے اور ظاہر ہے کہ آخرت کی راہ دُنیا کی راہ سے زیادہ اہم ہے اور اس کا اعمیٰ راہِ دُنیا کے اعمیٰ سے زیادہ اشد و احوج الی الہدایہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ ○

(سورۃ الحج: ۴۶)

جب اس اعمیٰ ظاہر کو راہِ ظاہر سے بچانے والا ملعون ہے تو اعمیٰ باطن کو راہِ باطن سے بچانے والا کس درجہ کا ملعون ہوگا! جھوٹے اور مکار اور ناواقف پیر اس کے پورے مصداق ہیں۔ پس ایسے لوگوں پر واجب ہے کہ پیری سے توبہ کریں۔

وهذا آخر ما اوردناه الآن، والله العاصم من الطغيان، اللّٰهم، أرنا الحق، حقا وارزقنا اتباعه، والباطل باطلا وارزقنا اجتنابه. وأنا العبد

الفقير الى الله الغنى محمد المدعو باشرف على غفرله ذنبه الجلى والخفي. الثاني عشر من صفر المظفر ۱۳۳۷ھ فی کورۃ تھانہ بھون، صانها الله من الفتن ما ظهر منها وما بطن. كتبتها فى جلسة واحدة الا أسطرًا قليلة، ولله الحمد على نعمائه الجزيلة و آلائه الجليلة.

تمام شد رسالہ تحفۃ الشیوخ

(مطبع اشرف المطابع تھانہ بھون میں باہتمام احقر محمد شبیر علی مالک مطبع چھپا) صفر ۱۳۳۷ھ

اضافہ

یکے از خدام حضرت مصلح الامت عارف باللہ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ۔

ضمیمہ تحفۃ الشیوخ

نسبت مقصودہ ایک ہی ہے

حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ ''تربیت السالک'' میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: اکثر بزرگوں کو متعدد سلاسل سے اجازت حاصل ہوئی ہے تو کیا ان حضرات کو متعدد نسبتیں مثلاً: نسبت چشتیہ ونقش بندیہ مجیزین سے حاصل ہوئی تھیں یا محض اجازت ہی ہوئی تھی؟ اور متعدد نسبتوں کا ایک شخص میں جمع ہونا ممکن ہے؟ اسی طرح ایسا شخص جس کو متعدد سلاسل سے اجازت ہے جس شخص کو اجازت دے تو اس کو متعدد نسبتیں حاصل ہونا چاہئیں لیکن حضراتِ چشتیہ میں آثار دیگر سلاسل کے نہیں معلوم ہوتے اور اگر ہیں تو کس طرح سب کا حال معلوم ہوسکتا ہے؟

جواب: نسبت ایک حقیقت واحدہ ہے۔ اختلاف استعداد سے اس کے الوان مختلف ہوتے ہیں جس میں چشتیت وغیرہ کی خصوصیت نہیں، ممکن ہے ایک چشتی اور ایک نقش بندی کی نسبت ایک لون کی ہو اور ممکن ہے کہ دو چشتیوں کی نسبت کا لون مختلف ہو۔ اسی

طرح اختلافِ اوقات سے اس لون میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ پس صاحب اجازت کے لیے نسبت کا حصول شرط ہے، خواہ اس کا لون کچھ ہی ہو اور خواہ مجیز اور مجاز کے الوان بھی مختلف ہوں۔ اس تحقیق کے بعد کوئی اور سوال متوجہ نہیں ہوتا۔ (تربیت السالک قدیم: ۱۷۷)

سوال: نسبتیں بکثرت معلوم ہوتی ہیں؟

جواب: فرمایا نسبت ایک ہی ہے، الوان اس کے مختلف ہیں، کسی کو خشیت ہوتی ہے اور کسی کو محبت اور کسی کو حضور مع اللہ ہوتا ہے اور ظہور اس کا اس کی استعداد کے موافق رہتا ہے۔ (حوالہ بالا: ۴۲)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''القول الجمیل'' میں تحریر فرماتے ہیں:

مرجع الطرق کلها الی تحصیل هیئة نفسانیة، یسمی عندهم بالنسبة، لأنها انتساب وارتباط باللّٰہ عزوجل و بالسکینة وبالنور.

یعنی مشائخ کے تمام طریقوں کا مرجع ایک ہیئت نفسانی کی تحصیل ہے جس کو صوفیہ کے نزدیک نسبت سے تعبیر کرتے ہیں، اس لیے کہ اس کی حقیقت اللہ عزوجل کے ساتھ ایک خاص قسم کا ارتباط و انتساب ہے اور اسی نسبت کو سکینہ اور نور بھی کہتے ہیں۔

اور کچھ دور کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

وهذا المعنی هو المتوارث عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من طریق مشایخنا، لا شک فی ذلک، وان اختلف الألوان واختلف طرق تحصیلها.

اور یہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وراثۃً ہمارے مشائخ کے واسطے سے منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔ اگرچہ اس کے الوان مختلف ہیں اور ان کے تحصیل کے طریقے بھی مختلف ہیں۔ (شفاء العلیل: ۶۵)

تعددِ شیخ کی اجازت

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:

اگر ایک جگہ بیعت ہو کر دوسری جگہ تعلیم و اصلاح کا تعلق رکھے، کچھ حرج نہیں، خصوص جب بیعت کی جگہ سے مناسبت کم ہو اور دوسری جگہ مناسبت زیادہ ہو۔ (تربیت السالک جدید:۱/۱۳۰)......اور رأس المتاخرین حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

اگر ایک شخص سے کوئی مرید ہوا اور پھر معلوم ہوا کہ وہ پیر بدعتی ہے یا کسی وجہ سے قابل بیعت کرنے کے نہیں ہے تو اس کی بیعت کا فسخ کرنا واجب ہے، اگر بیعت کو فسخ نہ کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔ حدیث میں آیا ہے کہ "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" سو اگر بدعتی سے محبت کرے گا اس کے ہی ساتھ ہو جاوے گا اور بدعتی سے محبت حرام ہے۔

اور جو پیر قابل بیعت کرنے کے ہے مگر مرید کو اس سے فائدہ نہیں پہنچتا تو بھی دوسرے پیر سے مرید ہو جانا درست ہے مگر پہلے پیر سے بھی اعتقاد رکھے اور جو پہلے پیر سے باوجود فائدہ ہونے کے بیعت فسخ کردے اور دوسرے سے مرید ہو جائے تو بھی گناہ نہیں۔ پیری مریدی دوستی ہے، آدمی جس سے چاہے دوستی دین کی کرلیوے، کوئی گناہ کی بات نہیں مگر ہاں! اچھے پیر اہلسنّت کو چھوڑنا بلا وجہ اچھا نہیں کہ ایسے مرید پر مشائخ التفات نہیں کرتے۔ لہٰذا اس کو فائدہ نہیں ہووے گا ورنہ کوئی گناہ کی بات نہیں۔

یہ سب کتب تصوف میں مشائخ صوفیہ نے لکھا ہے اور پہلے پیر کے چھوڑنے کو کفر کہنا (یا کوئی اور فتویٰ صادر کرنا) تو یہ کسی نے بھی نہیں لکھا، یہ مقولہ بالکل کسی جاہل ناواقف کا ہے کہ اپنی دُنیا کمانے کے لیے مکر پھیلایا ہے، یہ قول بالکل غلط اور مردود ہے۔ مشائخ قدیمہ دو دو، تین تین اور زیادہ سے بیعت ہوئے ہیں۔ چنانچہ کتب سلاسل سے ظاہر ہے تو اس شخص کے قول پر سب پر کفر عائد ہووے گا۔ معاذ اللہ

فقط والسلام واللہ اعلم (فتاویٰ رشیدیہ کامل:۲۱۰)

حضرت بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ''ارشاد الطالبین'' میں فرماتے ہیں:

مسئلہ: اگر کوئی شخص ایک مدت تک کسی شیخ کی خدمت میں حُسنِ اعتقاد کے ساتھ رہا اور اس کی صحبت میں تاثیر نہیں پائی تو اس پر واجب ہے کہ اس شیخ کو چھوڑ دے اور دوسرا شیخ تلاش کرے ورنہ اس کا مقصود و معبود وہ شیخ ہوگا، نہ کہ خدائے تعالیٰ اور ظاہر ہے کہ یہ شرک ہے۔

حضرت عزیزانِ رامتینی رحمۃ اللہ علیہ جو طریقۂ نقش بندیہ کے شیخ ہیں، فرماتے ہیں:

ہاہر کہ نشستی ونشد جمع دلت　　وز تو نہ رمید صحبت آب وگلت
زنہار زصحبتش گریزاں می باش　　ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

جس کے ساتھ تو بیٹھے اور تجھ کو دل جمعی نہ حاصل ہو اور تیرے دل سے دُنیا کی محبت دور نہ ہو تو اس کی صحبت سے قطعاً دور بھاگ، ورنہ عزیزان کی روح تجھ کو معاف نہ کرے گی مگر اس شیخ سے حُسنِ ظن رکھے، اس لیے کہ ممکن ہے وہ شیخ کامل مکمل ہو لیکن اس کا حصہ اس کے پاس نہ رہا ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شیخ کامل مکمل ہو اور اس دُنیا سے رحلت فرما جائے اور مرید درجۂ کمال تک نہ پہنچا ہو تو اس مرید کے لیے واجب ہے کہ دوسرے شیخ کی صحبت ﴿اسی بناء پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ محترم سے خلافت حاصل ہونے کے باوجود ان کی وفات کے بعد خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے اور ہمارے سلسلۂ چشتیہ کے مشائخ میں سے حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی رحمہ اللہ اولاً شاہ رحم علی صاحب رحمہ اللہ سے سلسلۂ قادریہ میں، پھر شاہ عبدالباری صاحب رحمہ اللہ سے سلسلۂ چشتیہ میں بیعت ہوئے، اس کے بعد سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ نقش بندیہ میں بیعت فرمائی اور آپ کو بیعت کی اجازت سید صاحب ہی نے عطا فرمائی۔ نیز حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمہ اللہ نے متعدد مشائخ سے بیعت و استفاضہ فرمایا، اس طرح کے صدہا نظائر موجود ہیں﴾ تلاش کرے، اس لیے کہ مقصود خدائے تعالیٰ ہے۔

حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو بیعت کی تھی وہ محض دنیوی نہیں تھی بلکہ ان حضراتِ خلفاء سے کمالاتِ باطنی کی تحصیل بھی مقصود تھی۔

اگر کوئی کہے کہ اولیائے کرام کا فیض ان کی وفات کے بعد بھی باقی رہتا ہے، اس لیے دوسرے شیخ کی تلاش بے کار ہے تو اس سے کہا جاوے گا کہ وفات کے بعد اولیاء کا فیض اس درجہ نہیں رہ جاتا کہ ناقص کو درجۂ کمال تک پہنچا دے مگر شاذ و نادر، (والنادر کالمعدوم)، اگر وفات کے بعد بھی فیض اسی طرح جاری رہتا جیسا کہ حیات میں ہوتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر اب تک تمام اہل مدینہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے برابر ہوتے اور کوئی شخص اولیاء کی صحبت کا محتاج نہ ہوتا اور مُردہ کا فیض مثل زندہ کے کیسے ہوسکتا ہے جب کہ فیض پہنچانے والے اور فیض حاصل کرنے والے کے درمیان مناسبت شرط ہے جو وفات کے بعد مفقود ہو جاتی ہے۔ البتہ فنا و بقا کے بعد جب کہ مناسبت باطنی حاصل ہو جائے تو قبور سے فیض حاصل کیا جا سکتا ہے مگر وہ بھی اس قدر نہیں ہوسکتا جتنا کہ حیات میں ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طریق تعلیم وتربیت سالکین فی زمانہ

ارشاد: نقش بندیہ کا مذاق یہ ہے کہ وہ پہلے ہی دن ذکر کی تلقین کر کے تخم ریزی شروع کر دیتے ہیں اور چشتیہ اول ازالۂ رذائل کا کام شروع کر کے ناک چنے چبواتے ہیں بلکہ چبواتے تھے کیوں کہ اب تو وہ بھی طالبوں کی ضعفِ ہمت کی وجہ سے نقش بندیوں کے طریقے پر عمل کرنے لگے اور وصل و فصل دونوں کو ساتھ ساتھ لے کر چلتے ہیں۔

آج کل یہی صورت مناسب ہے کہ سالک کو ذکر و شغل کی تعلیم کے ساتھ اصلاحِ رذائل کا بھی امر کیا جائے اور ہر رذیلہ کی اِصلاح کا علاج بتلایا جائے، گو زیادہ ضروری علاج رذائل کا ہی ہے مگر ذکر کے ساتھ رذائل کا علاج بہت سہل ہو جاتا ہے۔ (انفاسِ عیسیٰ: ۱/۶۰)

خلافت واجازت کا مقصد

حضراتِ مشائخ کی طرف سے خلافت واجازت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مجاز و خلیفہ پر لوگوں کو اعتماد اور اس کے ساتھ حُسنِ ظن قائم ہو جائے تا کہ اس سے اِصلاح و استفاضہ کریں، نہ یہ کہ خود صاحبِ اجازت وخلافت اپنے کو کامل سمجھ کر اپنی اِصلاح سے غافل ہو جائے اور اکابر سے استغنا برتنے لگے، چناں چہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ ایک مکتوب میں اپنے کسی خلیفہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اجازت تعلیم طریقت بہ شما دادہ است، اگر او کفایت نہ کند اجازت نامہ چہ کار خواہد کرد، لازم نیست کہ ہر چہ در خاطر بگذرد، البتہ آں راسعی باید کرد۔ چیز ہائے بخاطر گذرد کہ ترکِ آں اولیٰ وانسب است۔ فکر کار خود باید کرد تا بسلامت برد۔ اجازت نامہ و مریداں بکار نخواہند آمد۔ در ضمنِ کارِ خود اگر شخصے بہ طلب صادق بیاید آں را تعلیم طریقت بکنند، نہ آں کہ تعلیم طریقت را اصل کار بگیرند، و معاملۂ خود را تابع او سازند کہ سراسر ضرر وخسران است۔'' (مکتوب:۲۲۸)

تعلیم طریقت کی اجازت تم کو دی جا چکی ہے، اگر وہ کفایت نہ کرے تو اجازت نامہ کیا کام کرے گا! کوئی ضروری نہیں کہ جس چیز کا دل میں خیال آوے اس کے لیے ضرور سعی کی جائے بلکہ بہت سے خطرات دل میں ایسے گزرتے ہیں کہ ان کا ترک اولیٰ وانسب ہوتا ہے۔ آدمی کو اپنے کام کی فکر کرنی چاہیے تا کہ دُنیا سے ایمان سلامت لے جائے۔ اجازت نامہ اور مریدین آخرت میں کچھ کام نہ آویں گے، ہاں اپنے کام کے ضمن میں اگر کوئی شخص طلب صادق کے ساتھ آوے اس کو تعلیم طریقت کر دیں، نہ یہ کہ تعلیم طریقت کو اصل مقصود بنالیں اور اپنے معاملہ کو اس کے تابع کر دیں، اس لیے کہ اس میں تو اپنا سراسر نقصان اور خسران ہے۔

سلوک کا مقصودِ اصلی فنا ونیستی ہے

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اللہ سرہ جو حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کے

صاحبزادے اور ان کے اجل خلفاء میں سے ہیں، اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مقصود از سیر و سلوک شیخی و مرید گرفتن نیست، مقصود ازاں ادائے وظائف بندگی است بے منازعت نفس۔ و نیز مقصود نیستی و گمنامی است و زوال رعونت و انانیت امارہ، کہ معرفت بداں مربوط است''

سیر و سلوک سے مقصود پیر بننا اور مرید بنانا نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود وظائفِ بندگی کو اس طرح سے ادا کرنا ہے کہ نفس کی آمیزش اور منازعت باقی نہ رہے۔ اسی طرح سے طریق کا مقصود نیستی اور گم نامی کی تحصیل ہے اور نفس کی سرکشی اور خودرائی کو دُور کرنا ہے۔ اس لیے کہ معرفت کا حصول اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔

مخلوق کی بے التفاتی عین راحت کا سبب ہے

اس کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اللہ سرہ عجیب و غریب بات تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ہر کہ بایں کس رجوع میکند و انابت می آرد او را از حق باز داشتہ بخود مشغول می سازد، و ہر کہ رجوع نمی آرد او را بحق می دارد و ممنوں او باید شد''

جو کوئی ایسے شخص کی جانب رجوع کرتا ہے اور اس سے تعلق کا اظہار کرتا ہے تو گویا اس کو حق تعالیٰ کی جانب سے پھیر کر اپنے ساتھ مشغول کرتا ہے اور جو کوئی ایسے شخص کی جانب رجوع نہیں کرتا تو وہ اس کو حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہنے کا موقع دیتا ہے۔ لہٰذا اس کا تو احسان ماننا چاہیے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ اس دارِ دُنیا میں مقصودِ اصلی یہی ہے کہ آدمی تمام تعلقات سے اپنے قلب کو فارغ کر کے حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہے۔

تعلق حجاب است و بے حاصلی   چوں پیوندہا بگسلی واصلی

اسی بناء پر حضرت معصوم قدس اللہ سرہ آگے فرماتے ہیں کہ

یارب ہمہ خلق را بمن بدخو کن   واز جملہ جہانیاں مرا یکسو کن
روئے دل من صرف کنی از ہر جہت   در عشق خودم یکجہت و یک رُو کن

اللہ! تو ساری مخلوق کو مجھ سے برگشتہ کردے اور مجھے تمام دُنیا والوں سے یکسو فرمادے اور میرے دل کے رُخ کو ہر طرف سے پھیر کر اپنے عشق ومحبت میں مجھے یکسو کردے اور ہمہ تن اپنی طرف متوجہ فرمادے۔

سبحان اللہ! حضرت خواجہ معصوم رحمہ اللہ نے کیسا عمدہ کلام فرمایا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات طریق کو کتنا سمجھے ہوئے ہیں۔ان کے کلام سے یہ بات واضح ہوئی کہ سلوک کا مقصود محض پیری ومریدی کرنا نہیں ہے بلکہ نفس کو مٹانا، انانیت کو فنا کرنا اور وظائفِ بندگی کو ادا کرنا یہی اصل مقصود ہے اور اسی سے نسبت مع اللہ حاصل ہوتی ہے جس کو ہمارے مشائخ غنیمت کبریٰ فرماتے ہیں۔

نسبت صوفیہ غنیمت کبریٰ ہے

مرشدی ومولائی حضرت مصلح الامت قدس اللہ سرہ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''نسبت صوفیہ'' میں اس پر بہت شرح وبسط کے ساتھ مفصل اور مدلل بحث فرمائی ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''یہی وہ نسبت مسلسلہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطۂ مشائخ متوارث چلی آرہی ہے جس میں کوئی شک نہیں۔''

اسی کو شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جملہ طرق کا مرجع اور اس کا حاصل قرار دیا ہے۔ نیز ایک اور مقام پر اس کو غنیمت کبریٰ فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ

نسبتہائے صوفیہ غنیمتے است کبریٰ   امار سوم ایشاں ہیچ نمی ارزد

نسبت صوفیہ غنیمت کبریٰ ہے لیکن ان کے رسوم کی کوئی قیمت نہیں۔ (نسبت صوفیہ:۶۵)

دیکھئے! شاہ صاحب تو یہ فرمارہے ہیں کہ اصل شے نسبت ہے اور رسوم کی کوئی حیثیت نہیں لیکن اس زمانہ میں معاملہ بالکل برعکس ہوگیا ہے کہ رسوم ہی کو مقصود بالذات بنالیا گیا ہے اور اصل شے سے بالکل غافل ہیں۔ جیسا کہ حضرت مصلح الامت رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسی مضمون میں چند سطور بعد تحریر فرماتے ہیں:

وجہ کلی اس کی یہ ہے کہ مقصود اور غیر مقصود میں امتیاز نہیں باقی رہا، مقصود کو غیر مقصود

اور غیر مقصود کو مقصود بنالیا گیا ہے۔ چنانچہ اسی کی جزئی یہ بھی ہے کہ مشائخ کو مقصود سمجھا جاتا ہے اور ان کے پاس جو دولت ہے یعنی نسبت مسلسلہ اور نور وسکینہ، اس کے تحصیل کی فکر نہیں۔ اس زمانہ میں طریق کے اندر یہ ایک بہت بڑی بدعت داخل ہوگئی ہے جس نے طریق کو فاسد کردیا۔ (حوالہ بالا: ٦٦)

بیعت کو مقصود بالذات اور ضروری سمجھنا بدعت ہے

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں درج ہے، پھر فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ دین اپنی اصلی حالت میں آجائے مگر اکیلے میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے جو لوگ متبع سنت ہیں اور اپنی ہی جماعت کے ہیں ان کے یہاں بھی بس یہی دو چار چیزیں تو بدعت ہیں: مولد کا قیام، عرس، تیجہ، دسواں۔ اس کے علاوہ جو اور چیزیں بدعت کی ہیں، انہیں وہ بھی بدعت نہیں سمجھتے، چاہے وہ بدعت ہونے میں ان سے بھی اشد ہوں۔ مثلاً بیعت ہی کو دیکھئے، جس ہیئت اور جس عقیدے سے آج کل لوگ اس کو ضروری سمجھتے ہیں، وہ بالکل بدعت اور غلط عقیدہ ہے لیکن کسی سے کہیں تو سہی، اپنی ہی جماعت کے لوگ مخالفت پر آمادہ ہو جائیں۔

اِصلاح نفس کیلئے صرف ذکر کافی نہیں

ایسی ہی ایک دوسری غلطی ہے کہ ذکر کو اِصلاح کے لیے کافی سمجھا جاتا ہے، اس پر اپنی ہی جماعت کے ایک صاحب اجازت بزرگ سے دو گھنٹہ میری بحث رہی، وہ یہی کہتے رہے کہ صرف ذکر کافی ہے اِصلاح کے لیے۔

دیکھئے! یہ اپنی جماعت کے لوگ ہیں، انہیں کو اس مسئلہ میں اختلاف تھا، وہ اِصلاح کے لیے صرف ذکر ہی کو کافی سمجھتے تھے حالانکہ یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ محض ذکر سے اِصلاح تو کیا ہوتی؟ بعضوں کا نفس اور بگڑ جاتا ہے کیوں کہ یہ شخص اپنے آپ کو بزرگ بھی سمجھنے لگتا ہے اور کبھی اس کو اپنی اِصلاح نفس کی

طرف توجہ ہی نہیں ہوتی۔ نفس کی اِصلاح تو ایک مستقل چیز ہے جو مخالفت نفس ہی سے ہوسکتی ہے۔ (الافاضات الیومیہ: ۱۲/۱۰)

ناقل عرض کرتا ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ تو اس بات پر رنج وغم ظاہر فرما رہے ہیں کہ لوگوں نے اِصلاح نفس کے لیے ذکر کو کافی سمجھ رکھا ہے مگر اب تو یہ بھی باقی نہیں رہا بلکہ صرف بیعت ہی کو کافی سمجھا جاتا ہے، اِصلاح کا خیال عنقا ہے ہی، ذکر کا بھی اہتمام نہیں رہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ناقص کی صحبت سخت مضر ہے

مرشدی ومولائی حضرت مصلح الامت قدس اللہ سرہ شیخ کامل کی ضرورت پر کلام کرتے ہوئے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ

مشائخ کاملین جہاں کہیں صحبت شیخ کی ضرورت پر کلام فرماتے ہیں، وہیں اس کی بھی تصریح فرماتے ہیں کہ شیخ کامل کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیوں کہ شیخان ناقص کی طرف رجوع کرنے سے فائدہ نہیں ہوتا، ناقص کی صحبت سخت مضر ہے۔

بزرگانِ دین نے ہر زمانہ میں اس کو سمجھانے کی پوری کوشش کی ہے اور ہر دور میں ناقص وکامل کی بحث کو چھیڑا ہے اور ناقص کی صحبت سے پرہیز کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ

''مضر ترین چیز ہا صحبت ناقص است، وناقص دریں باب نزدِمن کسے است کہ اوراغم کمال وتاسف براحوالِ خود نیست، وآں کہ اوراغم ایں کار ست رودر کمال دارد، ہرچند کامل نباشد در صحبت وے ضرر نیست۔'' (الطرائف والظرائف: ۲۸)

سب سے زیادہ مضر شے ناقص کی صحبت ہے اور میرے نزدیک ناقص وہ ہے جسے اپنے کمال کا غم اور بدحالی پر افسوس نہ ہو اور جس کو اپنے کمال کا غم ہو ہرچند وہ کامل نہیں ہے مگر اس کا رُخ کمال کی طرف ہے اور ایسے شخص کی صحبت میں کوئی ضرر نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جسے اپنے نقصان کی خبر ہو اور اس کو دُور کرنے کی فکر ہو اس کی

صحبت مضر نہیں، اس غم کی وجہ سے کم از کم وہ دوسروں میں بھی کمال کا غم اور فکر تو پیدا کر ہی دے گا، یہ بھی کچھ کم نہیں ہے، درد نایافت بھی حاصل ہو جائے تو بہت کچھ حاصل ہو گیا، آج یہی غم ہی تو نہیں پیدا ہوتا۔

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کسی طالب کو تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اگر بعد مجاہدۂ ہزار سال حسرت درد نایافت حاصل ہو جائے تو سب کچھ حاصل ہے۔'' (معرفت حق)............نیز مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ہر کہ نقص خویش را دید وشناخت — اندر استکمال خود دواسپہ تاخت

زاں نمی پرد بسوئے ذوالجلال — کو گمانے می برد خود راکمال

علت بدتر زپندار کمال — نیست اندر جانت اے مغرور ضال

جو شخص اپنے نفس کو سمجھ گیا وہ اپنی تکمیل میں نہایت اہتمام سے سعی کرے گا اور جس کو حق تعالیٰ کی طرف سے عروجِ روحانی نہیں ہوتا تو وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اپنے کو کامل سمجھتا ہے (اس لیے تحصیل کمال میں سعی نہیں کرتا) اے دھوکہ میں پڑے ہوئے اور گمراہ انسان! تیرے اندر اپنے کو کامل سمجھنے سے بڑھ کر کوئی باطنی بیماری نہیں ہے۔

اِصلاح کیلئے شیخ کامل کی طرف رجوع ضروری ہے

مرشدی ومولائی حضرت مصلح الامت قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ

دین سیکھو بغیر سوچے سمجھے، محض کسی کے بدن پر گرنا کوئی چیز نہیں ہے، ہمارے بدن کو تبرک مت بناؤ، تعلیمات کو تبرک بناؤ، اگر تعلیمات کو تبرک بناؤ گے تو کامیاب ہو جاؤ گے، جو کہتا ہوں اس کو سنو اور عمل کرو۔

دیکھو! مشائخ کاملین کیا فرما رہے ہیں۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ''تعلیم الدین'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

کمالِ باطنی کا حاصل کرنا جب ضرور ٹھہرا اور عادت اللہ یونہی جاری ہے کہ بے

توسل پیر کے یہ راہ قطع نہیں ہوتی، اس لیے پیر (کامل) کا تلاش کرنا ضرور ٹھہرا۔ طریق اس کا یہ ہے کہ اکثر درویشوں سے جن پر احتمال کمال کا ہو، ملتا رہے اور کسی کی عیب جوئی اور انکار میں مبادرت نہ کرے مگر جلدی سے بیعت بھی نہ کرے۔

اوّل یہ دیکھے کہ شریعت پر مستقیم ہے یا نہیں؟ اگر مستقیم نہیں تو اس سے علیحدہ ہو جائے، گو خوارق وغیرہ اس سے صادر ہوتے ہوں اور اگر شرع پر مستقیم ہے تو خود اس کا نیک اور ولی ہونا تو ثابت ہو گیا مگر اس شخص کو تو ضرورت تربیت و تکمیل کی ہے، اس لیے ابھی بیعت نہ کرے بلکہ یہ بھی دیکھے کہ اس کی صحبت سے قلب میں کچھ اثر (یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت، دُنیا و معاصی سے نفرت) پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟

کیوں کہ حدیث شریف میں اولیاء اللہ کی یہی علامت آئی ہے "اذا رؤوا ذكر الله" (یعنی ان کو دیکھ کر خدا یاد آوے)۔

شیخ کی وفات کے بعد دوسری جگہ تلاش کرے

حضرت مرشدی مصلح الامت قدس اللہ سرہ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ سے نقل فرماتے ہیں کہ "اسی طرح اگر شیخ کا انتقال قبل حصول مقصود کے ہو جائے یا ملاقات کی اُمید نہ ہو جب بھی دوسری جگہ تلاش کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ قبر سے فیض لینا کافی ہے، دوسرے شیخ کی کیا ضرورت ہے؟ کیوں کہ قبر سے فیض تعلیم نہیں ہو سکتا، البتہ صاحب نسبت کو احوال کی ترقی ہوتی ہے، سو یہ شخص تو ابھی محتاج تعلیم ہے ورنہ کسی کو بھی بیعت کی ضرورت نہ ہوتی، لاکھوں قبریں کاملین، بلکہ انبیاء علیہم السلام کی موجود ہیں۔ (تعلیم الدین: ۶۳)

سبحان اللہ! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیسی وضاحت فرمادی! طریق کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس پر علماء نے کلام نہ فرمایا ہو، تمام تعلیمات کتابوں میں درج ہیں اور ہر دور میں علماء اس کو پیش فرماتے رہے ہیں، اس لیے ہم بھی پیش کر رہے ہیں۔ (معرفت حق)

شیخ کامل کی علامت

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

چوں کہ آدمی کی صورت میں بہت سے ابلیس موجود ہیں، اس لیے ہرایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے، یعنی مرید ہونے میں جلدی نہ کرنا چاہیے۔

اس کی شرح میں حضرت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ ''کلید مثنوی'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ کے شیخ ہونے کی علامات یہ ہیں:

۱....کسی کامل کی خدمت میں مدت تک مستفید ہوا ہو۔

۲....اہل علم واہل فہم اس کو اچھا سمجھتے ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہوں۔

۳....اسکی صحبت سے محبت الٰہی کی زیادتی اور محبت دُنیا کی کمی قلب میں محسوس ہوتی ہو۔

۴....اسکے پاس رہنے والوں کی حالت روز بروز درست ہوتی ہوئی معلوم ہو۔

یہ شخص اس قابل ہے کہ اس کو شیخ بناوے اور اس کو اکسیر اعظم سمجھے اور اس کی زیارت وخدمت کو کبریت احمر جانے۔

پس مجموعہ ان صفات کا جو شیخ کامل میں ہونا چاہیے، یہ ہے:

۱۔متقی وصالح ہو۔ ۲۔متبع سنت ہو۔

۳۔علم دین بقدرِ ضرورت جانتا ہو۔

۴۔کسی کامل کی خدمت میں رہ کر فائدۂ باطنی حاصل کیا ہو۔

۵۔عقلاء وعلماء اس کی طرف مائل ہوں۔ ۶۔اس کی صحبت موثر ہو۔

۷۔اس سے مریدوں کی حالت کی اِصلاح ہوتی ہو۔ (کلید مثنوی اوّل:۶۳)

سیدنا احمد کبیر رفاعی قدس اللہ سرہ کی وصیت

بزرگو! مجھے بھیک مانگنے والوں کا ڈھیڑا نہ بنانا (کہ جس طرح وہ ڈھیڑا بجا بجا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، اسی طرح تم میری تعریفیں کرکے لوگوں کو میری طرف مائل کرو) میری خانقاہ کو حرم (کی طرح زیارت گاہ) نہ بنانا، مرنے کے بعد میری قبر کو بت نہ بنانا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی ہے کہ مجھے دُنیا میں اپنی طرف یکسو کرلے، سو بحمد اللہ یہ بات جمعیت قلب کے ساتھ حاصل ہوگئی اور اُمید ہے کہ اس دُنیائے کمینہ سے الگ ہونے کے وقت بھی میں خیریت کے ساتھ اس مقصود کو پہنچ جاؤں گا اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچی دل جمعی حاصل ہوجائے تو پھر کسی چیز کی پروانہیں۔

اذا صح منه الوصل فالكل هين وكل الذى فوق التراب تراب

جب اللہ تعالیٰ سے سچ مچ وصال ہوجائے پھر اور چیزیں سب معمولی ہیں۔ مٹی کے اوپر جو کچھ بھی ہے مٹی ہی ہے۔ (البیان المشید:۹۹)

حضرت مصلحنا و مصلح الامت قدس اللہ سرہ کا وصیت نامہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میں باجازتِ بزرگانِ دین بیعت بھی کرلیا کرتا ہوں جب کہ طالبین اس کی درخواست کرتے ہیں۔ لہٰذا عرض پرداز ہوں کہ آپ حضرات کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں چاروں سلسلوں میں بیعت لیتا ہوں، یعنی چشتیہ، نقش بندیہ، قادریہ اور سہروردیہ میں کیوں کہ یہ سب حضرات اہل حق ہیں، اکابر، اولیاء اللہ، صاحب سلسلہ، نیز اکابر علماء سے ہیں۔ ان اکابر کی خصوصیات میں سے طریقت اور شریعت کی جامعیت ہے۔ چنانچہ اتباعِ سنت اور عمل بالشریعۃ میں ان حضرات کا قدم راسخ رہا ہے۔

اتباعِ سنت کی وصیت

اس لیے حالاتِ زمانہ کو دیکھتے ہوئے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ان بزرگوں کی خصوصیات کو سمجھا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت باطنی کو ان حضرات کے توسل سے حاصل کیا جائے اور ان کی عقیدت ومحبت کو حرزِ جان بنایا جائے، اس لیے کہ یہ حضرات مقبولانِ حق ہیں اور مقبول اسی لیے ہیں کہ انہوں نے اتباعِ رسول میں خود کو فنا کردیا تھا۔ لہٰذا ہم کو جب ان سے محبت ہے تو ان کے سارے اقوال و اعمال سے بھی محبت ہونی چاہیے اور ان کے حالات میں سب سے نمایاں حال جو ان حضرات کا طغرائے امتیاز تھا اور یہ حضرات ان میں سب سے ممتاز تھے، ان کا یہی اعتصام بالسنۃ

اور اتباعِ شریعت تھا۔ شیخ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''ہر یکے از اولیاء بر قدر علو درجہ خویش در متابعت سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) دمے وقدمے دارد کہ یکے بدیگرے نرسد وفہم آں اورا نبود۔''

سلاسل اربعہ کی سیرت کو پیش نظر رکھیں

چنانچہ میں ان لوگوں کو جنہوں نے مجھ سے بیعت کی ہے خصوصاً اور ہر آمد وشد رکھنے والے کو عموماً یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان مشائخ کرام کے طریق کو لازم پکڑیں اور اتباعِ سنت، نیز دیگر اعمال میں ان حضرات کی سیرت کو پیش نظر رکھیں اور جملہ صالحین کے حالات وملفوظات کو عموماً اور ان سلاسل اربعہ کے مشائخ کے ملفوظات وحالات کو خصوصاً نقل مجلس بنائیں تاکہ صحیح علم ہوتا رہے اور ان سب حضرات کی جانب سے ہماری طرف سلسلۂ فیض جاری رہے۔

میرا شجرہ

حضراتِ مشائخ کا دستور ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو شجرہ مرحمت فرمایا کرتے ہیں، پس جو لوگ کہ مجھ سے تعلق اور محبت رکھتے ہیں وہ میری اس وصیت کو بمنزلہ شجرہ ہی کے تصور کریں اور اس کو کبھی کبھی پڑھ لیا کریں تاکہ ان مشائخ سے عقیدت اور محبت تازہ ہو کر ان سے استجلابِ فیض کا ذریعہ بنے۔

بیعت کی غرض

جو لوگ مجھ سے بیعت ہوتے ہیں اور سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ انہیں کوئی دستور العمل یا نظام کار بتا دیا جائے تاکہ وہ آئندہ اس کے مطابق کام کریں تو اس کے متعلق یہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارے لیے تو دستور العمل یہی شریعت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دُنیا میں بھیجا ہے۔ اسی کا اتباع پہلے بھی ضروری تھا اور اب بیعت ہونے کے بعد بھی لازم ہے بلکہ

بیعت کی غرض اپنے کو شریعت کے مطابق بنانا ہے۔

شریعت کا اتباع تو ہر مسلمان پر فرض ہے مگر بیعت سے اس کا نیا اہتمام مقصود ہوتا ہے اور یہ سنت سے ثابت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''القول الجمیل'' میں اس پر نہایت محققانہ کلام فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سنت اللہ یونہی جاری ہے کہ اُمورِ خفیہ جو نفوس میں پوشیدہ ہیں ان کا ضبط افعال واقوالِ ظاہری سے ہو اور افعال واقوال ان اُمورِ قلبیہ کے قائم مقام ہوں۔ چنانچہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قیامت (وغیرہ) کی تصدیق امرِ مخفی ہے تو اقرار باللسان کو تصدیق قلبی کے قائم مقام کیا گیا اور جس طرح سے کہ رضامندی بائع ومشتری کی قیمت اور مبیع کے دینے میں امرِ مخفی ہے تو ایجاب وقبول کو قائم مقام رضائے مخفی کے کر دیا۔

"فکذلک التوبة والعزیمة علی ترک المعاصی والتمسک بحبل التقوی خفی مضمر، فأقیمت البیعة مقامها" اسی طرح توبہ اور ترکِ معاصی کا عزم کرنا اور تقویٰ کی رسی کو مضبوط پکڑنے کا قصد امر مخفی اور پوشیدہ ہے، تو بیعت کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ (شفاء العلیل:۱۶)

اس سے معلوم ہوا کہ بیعت کا حاصل اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کرنا اور آئندہ کے لیے ترکِ معاصی کا عزم کرنا اور تقویٰ کی رسی کو مضبوط پکڑنا ہے۔

(وصیۃ السالکین:۸)

حضرت مصلح الامت رحمہ اللہ کی ایک اہم نصیحت ووصیت

فرمایا کہ اب اتنے دنوں کے بعد اس بڑھاپے میں جب کہ کسی چیز کی تحصیل کا وقت باقی نہیں رہا، یہ بات سمجھ میں آئی کہ انسان کو کسی کمال کی تحصیل سے جو چیز مانع ہوتی ہے وہ اس کا کبر وعار ہے، کیوں کہ یہی چیز اس کو کسی کامل کے سامنے جھکنے سے منع کرتی ہے ورنہ ہر ہی زمانے میں اہل کمال رہتے ہیں جن سے کمال حاصل کیا جا سکتا

ہے مگر اسی عار و استکبار کی بناء پر ان کے سامنے جھکتے نہیں، اس لیے کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا، کورے کے کورے ہی رہ جاتے ہیں۔

آدمی جب خودی و تکبر کو چھوڑتا ہے تب کچھ حاصل ہوتا ہے۔

ہر کجا پستی است آب آنجارود

میں حضراتِ اہل علم کو خصوصاً اس جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ آج علماء وطلباء کو کوئی کمال جو نہیں حاصل ہو رہا ہے تو اس کی وجہ یہی ان کا عار و تکبر ہے، یہی ان کی راہ مارے رہتا ہے، اس کو اگر سمجھ لیں اور ہمت کر کے اس کو ترک کر دیں تو کمال کے درجہ کو پہنچ سکتے ہیں۔

چنانچہ جن لوگوں کو کچھ حاصل ہوا ہے وہ اپنے کو مٹانے اور کسی کے آگے خود کو گرانے اور اپنے کبر و عار کو ختم کرنے ہی سے حاصل ہوا ہے۔

"وما توفیقی الا باللّٰہ" (الافادات الیومیہ:۳۶۰)

تائید الحقیقہ
بالآیات العتیقہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
رأس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

تائید الحقیقة بالآیات العتیقة

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

حمدًا وسلامًا دائمین اعلم وفقنی ووفقک الله تعالٰی المعرفة الحقیقة والتحقیق بها انی لما فرغت من تالیف رسالة حقیقة الطریقة اتفق لی بعد برهة من الزمان السفر الی بها ولفورحسین مضی اربعة من شهر من سنه ۱۳۲۷ للهجرة فعثرت هناک علی کتاب سماه الکاتب فی الفهرس شواهد احکام الصوفیة من القرآن ففرحت بمطالعة لما رأیته موافقا لغرضی من الرسالة لمذکورة واستعرته من مالکه فاعارنی بارک الله فیه فعدت معه الی الوطن ورایت ان الیها بعد تلخیصه لما فیه من الطول فی بعض المطالب وخفاء الاستدلال فی بعضها وحیث مست الحاجة الی تصرف فیه سوی التلخیص من زیادة قلیله او تغییر یسیر احطته بقوسین وسمیته تائید الحقیقة بالأیٰت العتیقة فبعونه ابتداء والی المبلغ انتهائی

سورة البقره: قوله تعالی والله محیط با لکفرین وقال فی ایات اخرو کان الله بکل شیء محیطا وان ربی بما یعملون محیط وان ربک احاط بالناس واحاط بما لدیهم وهذه الایات کلها دالة علی صحة قول من یقول من العلماء الصوفیة ان الله تعالٰی بکل مکان غیر انهم لایعلمون کیفیة کون مکان الله (ای یقولون بالاحاطة الذاتیة لابمحض

الاحاطة الصفاتية كاهل الظاهر) وليس من ضرورة الاحاطة ان يكون المحيط والمحاط عليه جسما وانما تفسير الاحاطة ان لايكون المحاط عليه بعيد امن المحيط ولا المحيط بعيدا منه.

ثم ان ذلک مشهورين مشايخ الصوفية كلهم نحوجنيد والشبلی و ابن عطاء وغيرهم.

روی عن جنيد انه تكلم عنده رجل فاشار الى السماء فقال لاتشر الى السماء فانه معک فهذا دليل على انه ماخصص مكان الله تعالٰی بالعرش ولا بجهة دون جهة فافهم (ويكون الاستواء على العرش متشابها او ماولا على اختلاف المسلكين وورد فی الحديث اطلاق المكان حيث قال وارتفاع مكانی) قوله تعالٰی ادخلوا فی السلم كافه.

اعلم ان السلم فی التصوف هو موت النفس عن الصفات الذميمة وعن الدنيا والأخرة مع انه حی قائم لايتحرک ولا يسكن الا لله تعالیٰ وماهو خلاف ذلک ليس بسلم لان الخصومة قائمة بقدر مالم تمت وشرطنا ان يكون ذلک السلم حال حيوته لان هذا خطاب الاحياء فی الدنيا باقامة التكاليف دون اهل المقابر قوله تعالٰی والله يقبض ويبسط يقبض احباء ه عن كل ماسواه ويبسط هم اليه وهو الجذبة فافهم (يعنی ان الاية بعموم لفظها يشمل هذا القبض والبسط كما انها تشمل قبض الواردات وبسطها ايض.

قوله تعالٰی قال بلیٰ ولكن ليطمئن قلبی وهٰذا دليل على ان الايمان يزيد فيصير طمانينة وهو الذی يسيمه الصوفية يقينا ثم تلک الزيادة يكون بالروية والوجدان وهذه الاية داله على ان الايمان مع الشک (ای عدم حصول الاطمينان) كائن ولا ينفيه الشک وذلک فی قوله

تعالٰی فان کنت فی شک مما انزلنا الیک الآیة (وفی قوله عایه السلام نحن احق بالشک من ابراهیم قلت وهو احسن تفاسیر الشک.

سورة ال عمران: قوله تعالٰی ویحذرکم الله نفسه وهذه الایة وامثالها دالة ظاهرة علی صدق مقالة مشائخ حیث قالوا ان العارف لا یخاف الا ذاته تعالٰی ولا یخاف عذاب النار ولا فوات نعیم الجنة ولا الدنیا بجمیع ما فیها ویدل علی مثل ذلک ایضا. قول النبی صلی الله علیه وسلم اللهم انی اعوذبک منک قوله تعالٰی والی الله المصیر یعنی الی الله نفسه وذاته مصیر کل بروفاجر وکل قریب وبعید فاما الفاجر فمسیره السعیر یسجیر االغضب المصعر یحطب السخط والا ولانتقام فیه المقلب من الحق تعالٰی وکل ذلک صفات الله تعالی واما مصیر الابرار الی الله تعالٰی فی والسلام والی الدرجات العلی.

قوله تعالی قل ان کنتم تحبون الله المحبة اصلها الا رادة فتمنوا وتزد اد الی ان تصیر محبة ثم لاتزال تزداد حتی تکمل اما الشوق والعشق یعنی محبة ملتهبة والالتهاب انا یحصل عندازدیاد المحبة مع فقد الوصال فان حصل الوصال زال الا لتهاب ولا یزال یزداد لمن یزداد حتی یکمل واذ اکمل مع الوصال فهو الرضوان ولیس الشوق والالتهاب ان یکون المحبة کاملة بل ربما یکون ناقصة ومع هذا یلتهب التهابا محرقا لفقد الوصال فافهم.

قوله تعالی انی نذرت لک مافی بطنی محررا یعنی عبدا خالصا عن کل شیء سوی عبودیتک یقال طین.

حر ای خالص صاف والحریة اعلی مقامات الاولیاء فی العبودیة وغلط اهل الاباحة ظنوا بذلک حربه النفس عن عبودیة الحق

بارتفاع التكاليف عنه هذا باطل تنقوها من الشهوه والهوى فان الحرية كمال العبودية صفاءً وخلوصاً.

قوله تعالى قال يمريم انى لک هذا انه كان ذلک الرزق فاكهة لمريم صلوات الله عليها ولم تكن نبية فدل على ان ذلک كرامة لها وليس معجزة لزكريا النبى عليه السلام لان زكريا لم يعلم بذلک وتعجب ولم تقل معجزتک.

قوله تعالى حاكيا وابرى الاكمه والابرص واحيى الموتى وهٰذا يدل على صحة ما قال المشايخ ان العبد يتخلق باخلاق الله اضاف ابراء الاكمه والابرص واحياء الموتى الى عيسى عليه السلام وقيد باذن الله وهذا عند مشايخ الصوفيه غير حال ان يقدر الله من شاء من عباده عنى ذلک.

قوله تعالٰى لايتخذ بعضنا بعضًا ارباباً من دون الله هذه الاية دالة علٰى بطلان قول الحلولية من الصوفية يقولون ان الانسان الفاهم العالم العامل هو الرب القائم فى شخص الانسان اذا يرى شيئا فانما يرى الرب بالرب ويسمع الرب بالرب ويعلم الرب بالرب وهنا البت الوحد انية ومن قال بالحلول قال باكثر من واحد قوله تعالى ولكن كونوا ربانيين اى كونوا متخلقين باخلاق ربكم مبصرين ببصائر قلوبكم والربانى منسوب الى الرب تعالى بالعبودية له (فكون العبد ربا مستحيل وكونه ربانيا مطلوب جميل.

قوله تعالٰى ولا يامركم ان تتخذوا الملئكة والنبيين اربابا المشايخ قالوا ان اتخاذ الملئكة اربابا هو ذكرهم بالقلب له والالتفات اليهم بخاطر القلب وخطرات السر.

قال ابن عطاء ایاک ان تلاحظ مخلوقا وانت تجد الی ملاحظة لحق سبیلا ۔ قال الواسطی فی هذه الایه لایخطرک باسرارکم تعظیمهن ولا الفکر فی معانیهم وقلت المراد ملاحظة مقصودة والا فملاحظة الخلق بالشفقة والرحمة او من حیث ان الله تعالیٰ اوجب الایمان بالتبیین والملئکة فمطلوب فی الشرع۔

قوله تعالیٰ الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم یعنی یذکرون الله فی جمیع الاحوال دائماً ابدا لان احوال الناس لا یخرج من هذه الاحوال الثلثة وهو القیام والقعود والاضطجاع ثم لابد للانسان من النوم والاکل والشرب فعلم ان المراد منه الذکر بالروح والقلب فانه یمکن فی الاحوال کلها (ای هو اعظم فرد من المراد لا انه ینحصر فیه المراد)

سورة النساء: قوله تعالیٰ ولا تؤتو السفهاء اموالکم فالسفیه عند المشایخ هو النفس ای لا تتصرفوا فی اموالکم الا علی خلاف النفس والهوی فان مال النفس الی البذل (ای ممافیه احتمال لحظ النفس) فامسک و ان مال الیٰ الامساک فابذل ولا تتبع النفس فی هواها ولا تلتفت الیه الازجراً وردعا ولا تشاوره فانه سفیه وشاور العقل والدین واعمل مایامرانک (المقصود ممن هذا التقریر اشتراک الحکم باشتراک العلة فی السفهاء والنفس لا تفسیر السفها بالنفوس فافهم.

قوله تعالی ومن یخرج من بیته مهاجرا الی الله ورسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی الله قوله تعالیٰ من بیته ای مما سکن الیه قلب من اشیا الدنیا کالنفس والهوی والشهوات مهاجرا عن کل ماسوای الله تعالیٰ وسوی رسوله صلی الله علیه وسلم فلو مات قبل التمکن فقد وقع

اجره على الله لزم الله تعالىٰ اتمام نيته وايصاله الى مقصوده وهو الله تعالىٰ والمقصود قياس هجرة على هجرة وتسمية المريد مهاجرا واردفى الحديث والمهاجر من هجر مانهى الله عنه ورسوله.

قوله تعالىٰ ومن احسن دينا ممن اسلم وجهه اى نفسه وذاته وصفاته وشخصه وجوارحه كله لله خالصا مخلصًا ويجعل كل اعماله لله على وفق رضاء الله.

قوله تعالىٰ واتخذالله ابراهيم خليلا هو المحب المختص ببعض الامور الشريفة العظيمة من حبيبه فعلى هذا كان كل خليل حبيبا ولم يكن كل حبيب خليلا وعلى هذا كل انبياء الله تعالىٰ اخلاء ه تعالىٰ وهكذا سائر الاولياء والعرفاء وفائده تخصيصه بهذا الزكر انه لم يكن لله تعالىٰ خليل (بهذه المثابة) فى زمانه غيره.

سورة المائده: قوله تعالىٰ يهدى به الله من اتبع رضوانه سبل السلام والسبل جمع السبيل وقالوا السبل الى الله تعالىٰ كثيرة لاتحصى وهذه الاية تدل على صحة قولهم (اى الى المسئلة المعروفة الان بعنوان طرق الوصول الى الله بعدد انفاس الخلائق وهذه كلها ترجع الى طريق واحد مستقيم فاما مالم يرجع اليه.

فقال تعالىٰ فيه ولا تتبعوا السبل.

قوله تعالىٰ وعلى الله فتوكلوا (هومن) مقامات السالكين.

قوله تعالىٰ وابتغوا اليه الوسيلة قال بعضهم الوسيلة فى الاحياء الشيخ (اى هو داخل فى عمومها) وجاهدوا فى سبيله اى فى سبيل الله هذا امر بمجاهدة الصوفية (اى ان الأية عامه له.

قوله تعالىٰ ولا تشتروا باياتى ثمنا قليلا على مذاق التصوف لاتشتروا

بكراماتى وفراساتى التى ذكرت منكم بهذا وانى كرمتكم بها تقوية لكم على سيركم وارتقائكم لالوصولكم بها الى الدنيا (مالها وجاهها).

قوله تعالٰى لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا. تدل على ما تقدم من قوله تعالٰى يهدى به الله من اتبع رضوانه سبل السلام واى بطريق اثبات النظير بالنظير لابطرق ادخال الجزئى فى الكلى لان هذه الشرعة والمنهاج منها ماقد نسخ).

قوله تعالٰى يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليک من ربک ولا تبلغ ماخصصناک به من الكشف والمشاهدة فانهم لا يطيقون حمله وهذا دليل على صحة ما يقول المشايخ لاينبغى ان يحكى واقعاته للناس فان مست الضرورة يحكى على الشيخ فحسب على قولى تعالى حكاية عن اسرائيل لاتقصص رؤياک علٰى اخوتک.

قوله تعالٰى ليس على الذين امنوا وعملوا الصلحت جناح فيما طعموا اذا ما اتقوا وامنوا وعملوا الصلحت ثم اتقوا وأمنوا ثم اتقوا واحسنوا فالله اثبت الايمان على ثلث درجات فى هذه الاية ثم جعل الدرجة الرابعة احدسانا.

قوله تعالى لاتسئلوا عن اشياء ان تبدلكم تسؤكم ان السوال عن الاولياء والعرفاء (عما يختص بهم ولا يضطر اليه سبب لفتنة زائدة فانه يجيب وقت الحالة وربما لا يوافقكم الجواب وتكذيب الولى وان لم يكن كفرا فهو عظيم ايض. (قلت هذا قياس سوال علٰى سوال باشتراک العلة).

سورة الانعام: قوله تعالى فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظلمين. نهى عن القعود مع الظلمين من غير فصل بين ظالم وفاسق

و کافر لان الظالم یشملھم.

قوله تعالی فلما جن علیه اللیل الی قوله وما انامن المشرکین وھذا یکون مبادی مشاھدات العرفاء ومن رویة الانوار) فھذه الایة دلالة علی ان السالک فی طریق الله تعالی ینبغی ان یکون عاقلا کیسادرا کانا ظرا مستدلا غیر غافل عما یجوز وعمالا یجوز علی الله فی ذاته وصفاته.

قوله تعالی واجتبیناھم وھدینھم ای جذبناھم الینا من غیر السیر فی الطریقة والتصفیة بالمجاھدة وھدینا الی صراط مستقیم لیجھدوا فینا ویرتاضوا فی طریقتنا.

قوله تعالیٰ اولئک الذین ھدی الله فبھدھم اقتده فی ھذه الایة دلالة ظاھرة علی ان المرید لابدله من شیخ یقتدی به.

قوله تعالی ومن اظلم ممن افتری علی الله کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیه شیء عام فی کل مدح کذاب سواء یدعی النبوة او الولایة کیف ما کان مھما کان کاذبا دخل تحت ھذه الایة.

قوله تعالیٰ فمن یرد الله ان یھدیه یشرح صدره للاسلام وھو تسلیم النفس والقلب والدنیا والاخرة وما فیھما کلھا الی الله تعالیٰ واختیار الله وحده ویشرح صدره ای یجعل قلبه واسعا حتی یسع لخروج ما اسلم ونزول مااختار وسئل النبی صلی الله علیه وسلم عن ذلک قال نوریقذف فی القلب فیشرح به.

سورة الاعراف: قل امر ربی بالقسط ای بالعدل وھو ان لا تمیل الی شیء سوی الله تعالی.

قوله تعالیٰ وادعوه مخلصین له الدین قال بعض المشایخ الاخلاص نسیان رویة الخلق لدوام النظر الی الخالق قوله تعالیٰ کلوا

واشربوا ولا تسرفوا ای خذوا من الدنيا ستر العورة وسد الجوعة فحسب الا ان يوذيكم الحرو البرد فالبسوا ما يدفع الحر والبردولا تزيدوا على ذلک تنعمامن لين اللباس وطيب الطعام ولا تجملا ولا فخارا على الفقراء فانه اسراف.

قوله تعالیٰ والبلدالطيب يخرج نباته باذن ربه فالبلد الطيب (يدخل فی عمومه) نفس المومن (وفيه بيان لظهور مافيه استعداده بالذكر والطاعة).

قوله تعالیٰ فاذكروا الاء الله لعلكم تفلحون امرهم بذكر الاء الله لكی يودی الیٰ محبة الله فان القلوب بحبولة على حب من احسن اليها (وهو نوع من المراقبة.

قوله تعالى وما ارسلنا فی قرية من نبی الااخذنا اهلهابا لباساء والضراء لعلهم يضرعون فالله تعالیٰ يدعو عباده الى باب لطفافان ابو ا فحفا.

قوله تعالیٰ فتم ميقات ربه اربعين ليلة وقال عليه السلام من اخلص لله تعالیٰ اربعين يوما فطريقهم ماخوذ من هذه الاية والحديث قوله تعالیٰ ساصرف عن اياتی الذين يتكبرون فی الارض بغير الحق ای عن كراماتی ومشاهداتی الذين يتكبرون على عباد الله الفقراء والضعفاء والاولياء وهذه الاية دالة على كون المتكبرين بغير حق محجوبين عما للاولياء والعرفاء.ويدل ايضًا على ان التكبر نوعان بحق وبغير حق فالتكبر بالحق هو تكبر الفقراء على الاغنياء والضعفاء على الاقوياء والمومنين على الكافرين.

قال الله تعالیٰ اذلة على المومنين اعزة على الكفرين قوله تعالی فرجع موسى الى قومه غضبان وذلک دلالة على جواز ان يغضب الشيخ المربی على مريده.

قوله تعالٰی واتل علیهم نبأ الذی اتیناه اٰیاتنا ای الکرامات منافانسلخ منها.

اعلم ان الانسلاخ نوعان انسلاخ من خیرالی شر وانسلاخ من شرالی خیروذٰلک هی تبدل هٰذه الصفات وهی الحقد والحسد والکبروا ضرابها بصفات حمیدة وهو الفناء واما الانسلاخ من خیر الی شرهو انعکاس البالغ الی الابتداء بالمقامات والدرجات التی ارتقٰی فیها فینزل عنها واذا نزل الی ابتدا وهو مقام الایمان فربما یبقی علی ذلک ومنهم من لایبقی والعیاذ بالله تعالٰی حتی بتسافل ومنهم من یسقط من اعلی مقاماته بمرة. واحدة الی اسفل السافلین کاللعین ابلیس وبلعام بن باعوراء ولو شئنا لرفعناه بها الی علیین وهذا دلیل علی انه تعالٰی لم یرفعه بعد الی درجات المشاهدة (لان الواصل لایرجع والفانی لایرد) ولکنه اخلد الی الارض ای اختار الدنیا ورضی به فالله تعالٰی بین ان نزوله الی السفل انما کان بکسبه وسوء اختیاره لنفسه وهذا ایضًا دلیل علی انه کان بعد فی مقامات الکسب والطریقة (لان مابعد الکسب لیس اختیاریا فلایقدر معه علی الاخلاد الیها.

وهٰذه الایة دالة علی ان الولی لاینبغی ان یامن مادام حیا فی دار التکلیف (وبلوغه الی مابعد الکسب لایعلم به یقینا فحسی لم یبلغ)

قوله تعالٰی لهم قلوب لا یفقهون بهاولهم اعین لا یبصرون بها ولهم اٰذان لایسمعون بها اعلم ان القلوب جمع واحدها قلب وانه یستعمل لمسمیات کثیرة والاقرب الی افهام العوام قلب البدن ثم قلب النفس فی قلب البدن ثم قلب الطف فهو قلب النفس ثم فی هٰذا القلب العقل والروح الذی نسمیه سراوهٰذا السرقلب القلب الذی

له العقل ثم العقل والسرنوران روحانيان ثم الخفى بعد ذلک سر السروقلبه وعينه معطوف على العقل والروح فافهم.

فقوله تعالىٰ لهم قلوب لايفقهون بها عنى به القلب الذى هو محل السر والعقل (لان قلب البدن كانوا يفقهون به مدركاته) وقوله ولهم اعين وقوله لهم اذان انما اراد بذلک عيون القلب واذان القلب لانهم كانوا يسمعون ويبصرون بحواسهم الظاهرة اولئک كالانعام بل هم اضل لانه ليس للانعام والبهائم عيون واذان فى قلوبهم كما للانسان هذه العيون والاذان الباطنة ومع ذلک ضلوا فكانوا اضل من الانعام والبهائم (وثبت بهذا التقرير ماقالوا بوجود اللطائف فى الانسان.

قوله تعالىٰ ان وليى الله الذى نزل الكتب وهو يتولى الصٰلحين بزيادة التوفيق والعصمة والهداية الى الحق مالايتولى غير الصلحين بل يكلهم الى انفسهم قوله ان الذين اتقوا اذا مسهم طئف من الشيطان تذكروا فاذاهم مبصرون يعنى اذا مسهم الشيطان بالوسوسة والتشويش وارسال الستور وارخاء الحجاب على القلب تذكروا الله تعالىٰ وذكروا اسمه ثم اذا تذكروا يرد الله تعالىٰ عنهم ويرفع حجبه ويصر قلب الذاكرو ان ابلغ كلمة الذكر فى افادة تصفية السر انماهو كلمة لا اله الا الله وانه مجرب.

قوله تعالىٰ واذكر ربک فى نفسک اى بقلبک لان النفس باطن فالذكر فيه يكون باطنا ضرورة

سورة الانفال: قوله تعالىٰ انما المؤمنون الذين اذا ذكر الله الى قوله رزق كريم نزلت فيما يختص بالصوفية ويختص الصوفية به وهى احوال القلوب

سورة التوبه: قوله تعالیٰ اذ يقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا ای بالنصرة والعصمة لابالذات لان الله تعالیٰ مع کل مخذول ومنصور وظالم و مظلوم بالذات لكن الحزن انما ينبغی اذا علم انه تعالیٰ معه بالنصرة لا بالخذلان ولان الظاهر من حال الصديقؓ انه کان يعلم ان الله تعالیٰ قريب منهما اقرب من حبل الوريد انما کان خوف حيث لم يعلم النصرة والعصمة من انه تعالیٰ لانه ربما ينصر وربما لاينصر.

قوله تعالیٰ قاتلوا الذين يلونكم من الكفار يعنی ابدأ بنفسک ان كانت كافرة تسلم وتنقاد وتطمئن ثم قاتل سائر اعدائک الهوی والشهوات والشياطين الاقرب فالاقرب قوله تعالیٰ لقد جاء كم رسول من انفسكم عزيز عليه ماعنتم حريص عليكم بالمومنين رؤف رحيم هكذا يجب ان يكون المربی فی التصوف.

سورة يونس: قوله تعالیٰ بل كذبوا بمالم يحيطوا بعلمه هذه كلمة عامة وان نزلت بسبب تكذيبهم القرآن والغالب فی سجايا بنی آدم ان يكفروا يكذبوا علم مالم يعلموا.

ومنه قيل الناس اعداء ماجهلوا.

وقال الله تعالیٰ فی سورة الاحقاف فی هذا المعنی ايض واذلم يهتدوا به فيقولون هذا افک قديم فان كل ذلک توبيخ لكل مكذب يكذب الانبياء والاولياء فيما يعلمون منهم ويسمعون.

سورة هود عليه السلام: قوله تعالیٰ وكلا نقص عليک من انباء الرسل مانثبت به فوادک ان ذلک يدل علی ان احول الاولياء والعرفاء ولا تخلوا ايض عن مثل ذلک السلوک سيما عند اجتماع الناس علی تشكيكهم فيماهم فيه ان ذلک خيالات

رماخوليات ووسواس الشياطين وهو اجس النفوس والقاء العفاريت وامثالها وكان قصص الانبياء وحكايات المشايخ المتقدمة والتفكر في احوالهم تثبينا لفوادهم على ما هم فيه كما للانبياء ولهذا قالوا لابد للسالک من الشيخ الماهر الفاضل العارف بواقعات المشايخ واحوالهم واوقاتهم فافهم.

قوله تعالىٰ واليه يرجع الامر كله دلالة على صحة مايقوله المشايخ في السير الى الله تعالىٰ ان كل شيء في السير والرجوع الى الله دائما حتى يصل اليه فاذا وصل الى الله جل وعلافقد انتهى سيره الى الله تعالىٰ ومن هنا قال ان الى ربک المنتهى وان الصالحين يتنعمون فى صفات الالطاف والكرم وان الصالحين يحترقون بنيران القمر والتقم.

سورة يوسف عليه السلام: قوله تعالىٰ اذ قال يوسف لابيه يا ابت انى رايت احد عشر كوكبا الى اخر الايات الثلثة فيها علوم كثيرة من علوم التصوف.

الاول قوله تعالىٰ انى رايت دل على بطلان من يقول ان رويا الصوفية في وارداتهم وواقعاتهم واحوالهم خيالات لاوجودلها.

الثانى ان المريد المبتدى لابد له من شيخ ناصح يرشده الى مطلوبه ويعلم صلاحه وفساده في سيره فان يوسف عليه السلام رجع الى ابيه ثم ارشده امره باخفاء ه عن حساده.

الثالث دلت الاية على انه يجب على المريد اخفاء واقعاته عن جميع الناس غير شيخه.

الرابع دلت الاية على ان الشيطان اذارأى اثار النبوة والولاية وامثالها عند انسان فانه يقوم بافساد ذلک عليه قال ان الشيطان

للانسان عدو مبین.

الخامس قوله تعالیٰ قد جعلها ربی حقا دل فحواه ان منها مالا یجعلها الله تعالیٰ حقا وصدقا فدلت علی انه قد یکون من الرویا مایکون خیالا و اضغاث احلام.

قوله تعالیٰ ادعوا الی الله علی بصیرة انا هذا دلیل علی ان الشیخ یجب ان یکون بصیرا داعیا لما یدعوا الیه مریده.

سورة الرعد: قوله تعالیٰ ان الله لایغیر مابقوم حتی یغیروا مابانفسهم (دخل فی عمومه) لا یحجب اولیاء ه عن المشاهدة مالم یغیروا اورادهم ومعاملاتهم قوله تعالیٰ الذین اٰمنوا وتطمئن قلوبهم بذکر الله ای یذکرونه باللسان والقلوب یسبحونه ویهللونه ویطمئنون الی ذلک ویفرجون به.

سورة الحجر: قوله تعالیٰ ان فی ذلک لایات للمتوسمین روی ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله ثم قرأ ان فی ذلک لایات للمتوسمین فدلت الایة علی صحة ماللعرفاء من الفراسة وهی الامور التی لایراها عامة الناس.

قوله تعالیٰ فاصدع بما تومرو اعرض عن المشرکین ای ادالرسالة ثم ارجع الی الخلوة وراقب مشاهدة الحق تعالیٰ ومن هنا اخذ المشایخ المحافظة علی الخلوة عن الناس (بعد اداء ماعلیهم الخلق من النصح والارشاد.

سورة النحل: قوله تعالیٰ واذا قرأت القران فاستعذ بالله من الشیطان الرجیم انه لیس له سلطان علی الذین اٰمنوا وعلی ربهم یتوکلون دل الایة علی ان الاستعاذة بالله من الشیطان مقعدة للشیطان

ومانعة من وسواسه ودلت ايضا على ان ليس للشيطان قوة وقدرة على المومنين المتوكلين على الله تعالٰى قوله تعالٰى من عمل صالحا من ذكرا وانثى وهو مومن فلنحيينه حيوة طيبة هو العيش مع الله تعالٰى والفهم عن الله والاستغناء بالله لايريد بدلا ولا منه حولا.

قوله تعالٰى ادع الى سبيل ربک وذلک على الطريقة المعروفة عند الصوفية بالحكمة هى فطنة الشيخ المربى وفهمه لكل مايصلح لكل احد من للمريدين فان طاعتهم مختلفة فمنهم من يصلح له كثرة الصوم ومنهم من يصلح له كثرة الصلوٰة ومنهم من يصلح له القيام والصيام معاومنهم من لايصلح له كثرة ذلک وانما يصلح الزهد عن الدنيا ومنهم من يصلح له الكسب ومنهم من يصلح له الخدمة ومنهم من يصلح له العنف والشدة فى المجاهدة على النفس ومنهم من يصلح له الرفق والتسهيل فادراک ذلک هى الحكمة المذكورة هذا والموعظة الحسنة هى استعمالهم فى اعمال الطريقة بالمدارات والرفق والشفقة الكاملة عليهم مع اعلامهم بانه لايريد بذلک الاعلو مقاماتهم وارتفاع درجاتهم وجادلهم بالتى هى احسن اى كالمهم بعبارات لطيفة وكلمات طيبة ولن لهم ومل اليهم ولاتثقل عليهم حيث تامرو تنهى وتدعوا وتصرف فانه اوقع فى قلوبهم وانفع لهم ما كان تلک تعليما لمشايخ الصوفية.

وكذا قول الله تعالٰى فبما رحمة من الله لنت لهم الاية وكذا كل مافى القراٰن (من كيفية المصاحبة مع الاصحاب والشفقة على الامة والشفاعة لهم ودعائهم الى الله تعالٰى خطاب المشايخ الصوفية انها يجب عليهم استعمالها مع المريدين.

سورة بنی اسرائیل: قوله تعالٰی اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربهم الوسیلة ایهم اقرب ویرجون رحمته ویخافون عذابه والوسیلة الی الله تعالٰی هی التی یتوسل بهالوصال الیه جل وعلاوذلک هو المجاهدات والاذکار باللسان والقلب والمراقبات فی الخلوات وکل من کان اقرب الی الله تعالٰی یعنی من کان اوصل الیه فهوا شد طلباً للوسیله لانه مامن وصال وقرب الا وفوقه درجات الوصال بلانهایة ومن کان اقرب کان اعرف به وکان اشدطلبا للزیادة.

سورة الکهف: قوله تعالٰی وربطنا علی قلوبهم وهذا یکون حال کل مرید صادق الارادة بربط علی قلبه وسره فلا یبالی بالبلاء ولا یتحیر بالمشاق ویکون الله کافله وکافیه ویمربه فی اودیة حتی یصل الیه ویستقرلدیه هکذا وعد الله تعالٰی للسالکین فی طریقه لقوله عزوجل والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا.

قوله تعالٰی لواطلعت علیهم لولیت منهم فرارا ولملئت منهم رعبا ای مهما تقف علی ما علیهم من اثارهیبة الحق تعالٰی (الخ) وان لله تعالٰی صفة نظرا وتجلیا مختلفا واذا نظرالی عبد من عباده بصفة الجلال والهیبة هاب ذلک العبد وتاه من راه وکذا اذا نظر الی عبد بصفة اللطف والجمال صار ذلک العبد لطیفا جمیلا فی اعین الخلق من راه تاه والها وان تجلی له بتلک الصفة افادله لذة وسرور الجماله ولطفه.

قوله تعالٰی واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغداة والعشی یریدون وجهه لایریدون الا وجهی خاصة لا الدنیا ولا العقبی.

قوله تعالٰی واذ قال موسٰی لفتاه لا ابرح حتٰی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا فالأیة تقتضی ان یکون المرید فی ارادته

رتبه فی طلب الشیخ المرشد الیٰ ذلک الشان حتیٰ یجد المقصود. قوله تعالیٰ فلما جاوزا قال لفتاه اٰتنا غدائنا تدل علی ان المسافر المرید لوکان معه معلوم من الزاد جاز.

قوله تعالیٰ حتیٰ اذا اتیا اهل قریة استطعما اهلها دلت تلک الآیة علی ان المتوکل وان کان بالغا فی توکله جازله الاستطعام عن الناس ودل ذلک ایضا علی انه یجوزان یکون للمرید مرید اخرو تلمیذ. فانه کان موسی مرید خضرو یوشع مرید موسی وتلمیذه.

قوله تعالیٰ علمناه من لدنا علما هو العلم بالاشیاء المغیبة التی لاتعرف بالعقل والشرع والحواس بل بالالهام).

قوله تعالیٰ قال له موسیٰ هل اتبعک الآیة تدل علی ان المرید لایصاحب ویتبع الشیخ الاباذنه وکذلک تدل علی ان الاعلی جاز ان یتلمذ لمن هو ادنی منه فی علم یوجد عنده.

قوله تعالیٰ انک لن تستطیع معی صبرا دل علی انه یجوز للشیخ ان یصد المرید من صحبته قوله تعالیٰ قال فان اتبعتنی فلا تسالنی تدل علی انه لایعترض علی الشیخ.

قوله تعالیٰ قال لا تواخذنی الخ وقال ان سالتک ان جمیع ذلک یدل علی ان مرید الشیخ یجب ان یکون حمولا متواضعا للشیخ وان کان الشیخ یؤذیه ویستخف به.

قوله تعالیٰ سانبئک بتاویل مالم تستطع علیه صبرا دلت الایة بفحواها علی انه لاینبغی الشیخ ان یعمل عملا بحضرة المرید ظاهره منکر کیلا یقع فی الانکار فی الباطن ولواتفق له مثل ذلک یجب علیه ان یزیل انکارهم ببیان ماعمل وتاویل ماصدر منه ودلت الایة ایضا علی ان الشیخ اذا ضجر

عن المريد واراد ان يفارقه لاينبغی ان يفارقه بلاعذر ظاهر.

سوره مریم: قوله تعالیٰ وهزی الیک بجذع النخلة قیل هذه كرامة مريم.

(**سوره طٰه:** قوله تعالیٰ الرحمن على العرش استوی واستواء ه على العرش خاصة تحل خاص بصفة خاصة للعرش ومثاله على سبيل التقريب مثال الشمس على الارض يعنی شعاعه اذا شرق على الارض بلا حجاب سحاب.

قوله تعالیٰ اذا وحينا الی امک وام موسی من اولياء الله حيث كلمها الملائكة كرامة لها قوله تعالیٰ والقيت علیک محبة منی يعنی اطلعت علیک بصفة المحبة ونظرت فیک يحی لک افاد اطلاعی علیک بها وصف المحبوبية لک فاحبک كل من راک وتفسير الاطلاع هو صب الرشاش المذكور فی الحديث قوله تعالیٰ واصطنعتک لنفسی فطرتک على وجه لاتصلح الالعبادتی.

قوله تعالیٰ قل رب زدنی علما فمامن زيادة العلم الا وفوقها زوائد لا نهاية لها.

قوله تعالیٰ ومن اعرض عن ذكری فان له معيشة ضنكا لان من ليس له ذكر القلب والسر فهو فی ضنک وظلمة فی الدنيا لايشاهد الحق ولا يسمع منه ولا يلج الملكوت ولا يرتقی الی الجبروت ويبقٰی على وجه الارض كالبهائم.

سورة الانبياء: ان الذين سبقت لهم منا الحسنی ای سبقت محبتنا اياه فی الازل (وهذا هو سابقة الاستعداد التی يقال فيه ان ابتداء المحبة من المحبوب)

سورة الحج: وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذاتمنی

القی الشیطان فاذاکان حال النبی والرسول ھذا فلا یحل للولی ان یامن القاء الشیطان ولولم یکن ماھرا لاینبغی ان یعتمد علی شیء من واقعاتہ مالم یعرض علی شیخہ.

قولہ تعالٰی وجاھدوا فی اللہ ھو الذی یسمیہ المشائخ سیرا فی اللہ.

سورۃ المؤمنین: فتعالی اللہ الملک الحق عن الاوھام والظنون والافکار والعقول والعلوم.

سورۃ النور: قولہ تعالٰی قل للمؤمنین یغضوا من ابصاروسھم قال بعض المشائخ غضوا ابصارھم عن المحارم وابصار قلوبھم عن کل ما سوی اللہ.

قولہ تعالٰی لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ وھذا ھو الخلوۃ فی الملاء وذلک حال الانبیاء وکبار الاولیاء وھذا قلیل من الاولیاء ومنھم من لایتمکن من ذلک الافی خلوۃ ومنھم من لایتمکن من ذلک الا اذا غلبت الحالہ غلبہ علیہ ومنھم من لایتمکن من ذلک الا ان یکون بین النوم والیقظہ ومنھم من لایتمکن من ذلک حتی یستغرق فی نومہ وھذا ھو ادنی وانزل الواصلین.

سورۃ الفرقان: ارایت من اتخذ الھہ ھواہ اعلم ان ھذہ الایۃ حجۃ کبیرۃ علی صدق ما ذھب الیہ العرفاء ای من تعلق قلبہ بشیء غیر اللہ فھو مشرک باللہ (فی الحبہ).

سورۃ الشعراء: قولہ تعالٰی ففررت منکم من ھناقیل الفرار عما لایطاق من سنن المرسلین.

سورۃ النمل: ان الذین لایومنون با الاخرۃ زینا لھم اعمالھم واعظم عقوبۃ العاصی ان یکلہ اللہ تعالٰی الی معصیۃ فلا ینبہ ولا یوفق لہ الا فاقۃ عن غفلتہ ویرخص باعذار فاسدۃ.

قوله تعالٰی انا اٰتیک به قبل هذا قول اٰصف قال ذلک عند غلبة الحال وهو فی عین الجمع وهذا کلام الله اجراه علی لسانه کقوله سبحانی اجری علی لسان ابی یزید وقوله انا الحق علی لسان الحسین وامثالها کثیر کما قال من الشجرة یا موسی انی انا الله ثم مثل ذلک الکرامات کثیرا مایکون لاولیاء الله تعالٰی وهی طی الارض والنفاذ فی الجدار وامثالها.

سورة القصص: قوله تعالٰی ان کادت لتبدی به لولا ان ربطنا علی قلبها روی عن یوسف بن الحسین الرازی انه قال امرت ام موسی بامرین ان ارضعیه فالقیه فی الیم ونهیت بنهیین ولا تخافی ولا تحزنی وبشرت ببشارتین انا رادوه الیک وجاعلوه من المرسلین فلم ینفعها ذلک دون الربط علی القلب

سورة العنکبوت: قوله تعالٰی ولذکر الله اکبر ای اکبر فی النهی عن الفحشاء والمنکرو نفی الکبر والخیلاء ومحو الاوصاف الذمیمة وذلک مجرب عند المشایخ ولا سیما لا اله الا الله

سورة الروم: قوله تعالٰی ذلک خیر للذین یریدون وجه الله ای یریدون ذات الله (التی هی المقصودة بالذات لا الدنیا ولا الاخره)

سوره لقمٰن: قوله تعالٰی واسبغ علیکم نعمه ظاهرة وباطنة فالظاهرة الجوارح کالعین والاذن واللسان والاسنان والید والرجل وامثالها والباطنة النفس والقلب والعقل والسر والخفی (سورة الم السجده)

قوله تعالٰی یدعون ربهم خوفا وطمعا قال جعفر خوفا من ربهم وطمعا من ربهم (کما یدل علیه ذکر ربهم قبل وعدم مرذکر معمول خوفا وطمعًا بعد)

سورة الاحزاب: قوله تعالٰی یایها الذین اٰمنوا لاتکونوا کالذین اذوا موسٰی هذا نهی لعامة المومنین الذین یوذون الانبیاء والاولیاء

رالمومنین المتقین بمالا یعلمون

سورة السبا: قوله تعالٰی وما انفقتم من شئ فهو یخلفه یدل بعموم لفظ شی علی ان من بذل بالموحدة شیئًا من البدن اوالروح اوالراحة لله تعالٰی یبدله الله خیرا منه)

سوره فاطر: قوله تعالٰی وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ای لایستوی اهل الله واهل الشیطان.

سوره یٰس: قوله تعالٰی والقران الحکیم الی قوله صراط مستقیم اقسم الله تعالٰی بالقرآن ان السید صلوات الله علیه نبی مرسل کسائر المرسلین وفائدة الیمین طمانینة قلب السید فانه وان کان عالما بانه من المرسلین لکنه مفتقر الی زیادة الطمانینة

سوره والصفت: قوله تعالٰی انی ذاهب الیٰ ربی وهذا هو الذی یقول المشایخ فالسیر الی الله عزوجل فی الطریقة المشهور عندهم وان ذلک مرغوب محبوب

سورة ص: واذکر عبادنا ابراهیم واسحٰق ویعقوب اولی الایدی والابصار یعنی اولی القوة علی النفس والهوی والشیطان والا بصار یعنی بصیرة النفس والعقل والقلب والسر والخفی.

سورة الزمر: قوله تعالٰی افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علی نورمن ربه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فاما النور اذادخل جوفه انفسح لذلک صدره وانشرح قالوا یا رسول الله فهل لذلک من علامة قال نعم التجافی الحافی عن دار الغرور والا نابة الی دارالخلودو حسن استعداد الموت قبل نزوله قوله تعالٰی تقشعر منه جلود (هذا هو نوع من الوجد) .

سورة المومن: (قوله تعالٰی یعلم خائنة الاعین وما تخفی

الصدور دليل على وجوب تزكية الباطن مع الظاهر.

سوره حم السجده: قوله تعالٰى واما ينزغنک من الشيطن نزغ اى يلقى فى باطنک وظاهرک فساد كالحقد والحسد والغضب والرياء والعجب والكذب والسبب والضرب بغير حق فاستعذ بالله فانک لاتقدر بنفسک على طرد الشيطان.

سورة الشورٰى: قوله تعالٰى فان يشأ الله يختم على قلبک ان قلت علينا غير الحق روى انه قرأ امام هذه الاية والشبلى خلفه فلما سمع ذلک من الامام فى صلوته جعل يقول هكذا يخاطب الاخيار (فدل على وجوب الخوف من سلب الحال.

سورة الزخرف: قوله تعالٰى ومن يعش عن ذكر الرحمٰن نقيض له شيطانا يعنى من اعرض عن الله تعالٰى ذاته وصفاته او تكاليفه (وفيه دلالة على تسلط الشياطين على المحجوبين.

سورة الدخان: قوله تعالٰى ولقد اخترناهم على علم على العلمين وما يقترفون من الجنايات لم يوثر ذلک فى سابق حكمنا بالاجتباء والاختيار لهم (وفيه دلالة على ان المراد لايكاء الله تعالٰى الى نفسه).

سورة الجاثيه: قوله تعالٰى وله الكبرياء فى السموات والارض انه نص على ان كبرياء ه تعالٰى فى السموات والارض والكبرياء صفة الذات ولا ينفک عن الذات (فالاية تدل على احاطة ذاته تعالٰى).

سورة الفتح: قوله تعالٰى ان الذين يبايعونک انما يبايعون الله قالت الحلولية هذه الاية دلت على ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يكن هو البشر وانما كان هو الله تعالٰى وهذا غلط منهم فان قوله انما يبايعون الله فيه اثبات مبايعتهم مع الله تعالى وليس فيها نفى مبايعتهم مع النبى عليه الصلوٰة والسلام.

سورة النجم: قوله تعالیٰ وان الی ربک المنتهی ای لافکرة فی الله عزوجل.

سورة القمر: قوله تعالیٰ کذلک نجزی من شکری نجزی بنجاتهم وهلاک اعداء هم کل ولی شاکر.

سورة الواقعه: قوله تعالیٰ فاما ان کان من المقربین هذا دلیل ان لایقرب الی الله الامن قربه الله.

سورة الحدید: قولی تعالیٰ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبهم لذکر الله الایة یعنی الم یان اوان خشوع قلوب المومنین وخضوعها وانشراحها واتساعها لذکر الله ای لمشاهدته تعالیٰ ومناجاته جل وعلا.

سورة المجادله: قوله تعالیٰ استحوذ علیهم الشیطان فانساهم ذکر الله وعلامة ذلک ان لایتذکر العبد سیده وان ذکر یکره ویکره صحبة العلماء والصلحاء ویختار صحبة الحمقاء والمسافر وامثالهم یفرح بصحبتهم ویهتز بمجالستهم ویکون الحرام احب الیه من الحلال والمعصیة احب من الطاعة ویفتخر بمعاصیة ویباهی بها علی الناس ویلوم الناس علی الطاعات فهذا هو الذی استحوذ علیه الشیطان قوله تعالیٰ ایدهم بروح منه اید بالرشاش الذی رش علی النفس.

سورة الحشر: قوله تعالیٰ لو انزلنا هذا القران علی جبل لرأیته خاشعا متصدعا من خشیة الله یعنی لوتجلی صفة من صفات الله وتلک الصفة کا لعظمة والجلال قال ابن عطاء اشار الی انه لا یقوم شی لصفات ولا یقی مع تجلیه الامن قواه الله تعالیٰ علی ذلک وهو قلوب العارفین فقاموا به لابغیره فهو القائم بهم.

سورة الممتحنه: قوله تعالیٰ لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال افضل الایمان الحب فی

الله والبغض فى الله......(قوله تعالىٰ يا يها النبى اذا جاء ک المؤمنات يبايعنک الاية فيه اثبات البيعه)

سورة الدهر: قوله تعالىٰ فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا يعنى بالسبيل الى الله تعالىٰ طريقة الصوفية يعنى من شاء الله ذاته وصفاته سلک سبيله

سورة الشمس: قوله تعالىٰ ونفس وما سواها سوى النفس على وحبه صلحت لتحمل الا مانة وجعل لها وجهين وجه التقوى ووجه الفجور وذلک قوله تعالىٰ فالهمها فجورها وتقواها وجعل بين الوجهين وجه اللوم فان مالت الى الفجور والعصيان فهى امارة بالسوء. وان مالت الى التقوى فهى الطمانينة فاذا عملت سيئة ندمت سريعة فهى لوامة لامت نفسها وذمت هواها ولعنت شيطانها وغضبت شهواتها ومقتت لذاتها وتابت مما علملت من السيئة فاذا تمت التوبة نصوحا فهى الان دخلت فى عالم الطمانينة فعليها المحافظة حتى لايرجع قبل مذاق الطمانينة فاذا ذاقت كانت الاقامة عليها اسهل ومع هذالابد من المحافظة حتى يتعود ويصير الطمانينة صفة لازمة لها ويسهل عليها الحفظ ولايامن الرجوع والنكس مادام فى دار التكليف والنفس واحدة وانما لها جهات ووجوه كالبدن شخص واحد مرة صحيح ومرة مريض ومرة ميت.

سورة الناس: قوله تعالىٰ من الجنه والناس دلت على تكون الوسواس من شياطين الانس والجن وبحمدالله تم مارمته ذاالحين ولعلى اوفق بعد لاكثر من هذا فى شرح مسائل اخرى من آيات القرآن وقد فرغت من هذا التلخيص فى اربعة ايام من آخر النصف الاول من جمادى الاولى سنه ١٣٢٧ھ والحمدلله اولا وآخر اوباطنا وظاهرا والصلوة على رسوله ومن معه متوافرا متكاثرا.

تائید الحقیقة بالایات العتیقة

ترجمہ از حضرت مولانا شاہ لطف رسول صاحب رحمہ اللہ

ہم حمد کرتے ہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اور سلام بھیجتے ہیں ہمیشہ کے لئے جان تو خدا تعالیٰ مجھ کو اور تجھ کو حقیقت کے پہچاننے اور اس کے ساتھ متصف ہونے کی توفیق عنایت کرے کہ جب میں رسالہ حقیقت الطریقۃ کے لکھنے سے فارغ ہوگیا۔ تو ایک مدت کے بعد جبکہ ۱۳۲۷ ہجری کے چار مہینے گزر چکے تھے مجھ کو سفر بہاولپور کا اتفاق پڑا اور وہاں مجھ کو ایک کتاب ملی جس کا نام کاتب نے فہرست میں شواہد احکام الصوفیہ من القرآن لکھا تھا اس کو دیکھ کر میں خوش ہوا اس لئے کہ اس کو اپنی اس غرض کے موافق پایا جو رسالہ مذکورہ کے لکھنے سے تھی اور اس کو میں نے مالک صاحب سے عاریۃ طلب کیا انہوں نے مجھ کو عاریۃ دیدی اللہ تعالیٰ ان کا بھلا کرے پھر میں اس کو لے کر اپنے وطن آیا اور مناسب معلوم ہوا کہ اس کتاب کو بھی اس رسالہ میں خلاصہ کر کے شامل کردوں کیونکہ اس کے بعض مضامین میں کسی قدر طوالت تھی اور بعض میں استدلال خفی تھا (اس لئے خلاصہ کرنا پڑا) اور اگر تلخیص کے علاوہ کسی اور تصرف کی مثلاً ایک ادھ لفظ بڑھانے کی یا کچھ تغیر و تبدل کی ضرورت پیش آئی تو اسکو (امتیاز کے لئے) قوسین کے اندر محصور کردیا اور میں نے اس کا نام رکھا تائید العتیقۃ بالایات العتقیہ رکھا سو اسی کی مدد سے میری ابتداء ہے اور اسی سے وصول الی المنتہا ہے سورہ بقرہ قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ سب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے اور دوسری آیتوں میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے اور بلاشبہ آپ کے رب نے سب لوگوں کو گھیر رکھا

ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کے پاس کی چیزوں کو گھیر رکھا ہے اور یہ سب آیتیں ان لوگوں کے قول کی صحت پر دال ہیں جنہوں نے علماء صوفیہ میں سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے مگر ہم کو خدا تعالیٰ کے مکان ہونے کی کیفیت معلوم نہیں یعنی یہ حضرات احاطہ ذاتیہ کے بھی قائل ہیں اور اہل ظاہر کی طرح صرف احاطہ صفاتیہ ہی کے قائل نہیں) اور احاطہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ محیط اور محاط دونوں جسم ہوں تفسیر احاطہ کی صرف یہی ہے کہ محاط محیط سے بعید نہ ہو اور نہ محیط محاط سے بعید ہو پھر (جاننا چاہئے) کہ یہ قول جمیع مشائخ صوفیہ میں جیسے جنید اور شبلی اور ابن عطاء وغیرہ مشہور ہے جنیدؒ سے منقول ہے کہ کسی شخص نے آپ کے حضور میں اثناء گفتگو میں آسمان کی طرف اشارہ کیا آپ نے فرمایا کہ آسمان کی طرف اشارہ نہ کر کیونکہ وہ تیرے ساتھ ہے سو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت جنید نے اللہ تعالیٰ کے مکان کو عرش کے ساتھ خاص نہیں کیا اور نہ ایک جہت کے ساتھ دوسری جہت کو چھوڑ کر خاص کیا خوب سمجھ لو (اور استواء علی العرش یا تو متشابہ ہوگا یا مؤول علی حسب اختلاف المسلکین اور حدیث میں لفظ مکان کا اطلاق آیا ہے جیسا کہ فرمایا اور قسم ہے میرے مکان کی بلندی کی) قول اللہ تعالیٰ کا داخل ہو تم تسلیم میں پورے پورے جان تو کہ تسلیم تصوف میں یہ ہے کہ نفس صفات ذمیمہ اور دنیا و آخرت سے مر جائے باوجودیکہ وہ زندہ اور باقی رہے حرکت کرے تو اللہ ہی کے لئے ساکن ہو تو اللہ ہی کے لئے اور جو اس کے خلاف ہو وہ تسلیم نہیں کیونکہ جتنی کسر نفس کے مرنے میں ہے اتنی ہی منازعت باقی ہے (پس لامحالہ تسلیم کے خلاف ہے) اور ہم نے اس مسلم کے لئے حالت حیات میں ہونے کی شرط اس لئے کی کہ یہ خطاب احکام تکلیفی کے قائم رکھنے کا ان لوگوں کو ہے جو دنیا میں زندہ ہیں اہل قبور کو نہیں۔ قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ سمیٹ لیتا ہے اور پھیلا ہوتا ہے اپنے دوستوں کو ان سے ماسوی اللہ کو چھڑا کر سمیٹ لیتا ہے اور اپنی طرف کشادگی (راہ کی) عنایت فرماتا ہے اور یہی جذبہ کہلاتا ہے سو خوب سمجھ لو (یعنی آیت اپنے عموم الفاظ سے اس قبض و بسط کو شامل

ہے جس طرح یہ آیت قبض وبسط واردات کو بھی شامل ہے) قول اللہ تعالیٰ کا عرض کیا ابراہیم علیہ السلام نے (کہ میں ایمان کیوں نہ رکھتا) ولیکن (مشاہدہ واحیاء کی اس لئے درخواست کرتا ہوں) تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے۔ یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ ایمان بڑھتا ہے بڑھتے بڑھتے اطمینان بن جاتا ہے اور یہ وہی چیز ہے جس کو صوفیہ یقین سے تعبیر کرتے ہیں پھر یہ زیادتی کبھی رویت سے اور کبھی وجدان سے حاصل ہوتی ہے اور یہ آیت دال ہے اس پر کہ ایمان شک کے ساتھ (یعنی عدم حصول اطمینان کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے اور شک (بالمعنی المذکور) سے اس کی نفی نہیں ہوتی اور یہی معنی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں تو اگر آپ کو اس چیز میں جس کو ہم نے آپ پر اتارا ہے کچھ شک ہو آخر آیت تک اور اسی طرح قول نبی علیہ السلام میں بھی کہ ہم شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں بہ نسبت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں تک کہ شک کی تفسیروں میں یہ تفسیر سب سے اچھی ہے۔

سورہ ال عمران قول اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور جو ان کے متقدمین مشائخ کے اس مقولہ کے صدق پر کھلی دلالت کر رہی ہیں جہاں حضرات نے فرمایا ہے کہ عارف بجز ذات خدائی برتر کے کسی چیز سے نہیں ڈرتا اور نہ عذاب دوزخ سے ڈرتا ہے اور نہ نعیم جنت کے فوت ہونے سے اور نہ تمام دنیا کے فوت ہونے سے اور ایسے ہی مضمون پر قول نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی دلالت کرتا ہے اے اللہ میں تیرے میں پناہ مانگتا ہوں آپ کی آپ سے۔

قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے یعنی اللہ کی ذات کی طرف ہر نیکوکار اور ہر بدکردار اور ہر قرب والے اور ہر بعد والے کا لوٹنا ہے سو بدکردار کو لوٹنا تو دوزخ کی طرف ہوگا جو غضب کی لکڑیوں سے روشن کی گئی ہے اور حق تعالیٰ کے غصہ اور انتقام اور ناخوشی کے ایندھن سے بھڑکائی کی گئی ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں اور نیکوکاروں کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف دار السلام ہیں اور بلند درجوں کی طرف ہوگا۔

قول اللہ تعالیٰ کا آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو محبت کی بنیاد ارادہ ہے پھر وہ ترقی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ محبت ہو جاتی ہے اور پھر محبت بڑھتی رہتی ہے حتیٰ کہ کامل ہو جاتی ہے لیکن شوق اور عشق سو وہ محبت مشتعلہ کو کہتے ہیں اور اشتعال اس وقت ہوتا ہے جب محبت ترقی پر ہو اور وصال مفقود ہو پھر اگر وصال حاصل ہو گیا تو اشتعال جاتا رہتا ہے اور وہ محبت ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے جس کی بڑھتی ہو یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جاتی ہے اور جب محبت وصال کے ساتھ کامل ہو جاتی ہے تو اس کا نام رضا ہے اور شوق اور اشتعال کے لئے کمال محبت لازم نہیں بلکہ بسا اوقات محبت ناقص ہوتی ہے اور باوجود اس کے وصال مفقود ہونے کی وجہ سے اس میں سخت اشتعال زندہ ہوتا ہے خوب سمجھ لو۔

قول اللہ تعالیٰ کا جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں نے اس کو تیرے نام پر خالص کر دینے کی نذر کی یعنی بجز آپ کی بندگی کے اور سب چیزوں سے اس کو خالص کر دیا چنانچہ کہا جاتا ہے طین حری یعنی خالص اور صاف مٹی اور حریۃ اولیاء اللہ کے اعلیٰ مقامات عبودیت سے ہے اور اہل اباحت نے غلطی کی کہ اس سے یہ سمجھ گئے کہ تکالیف شرعی مرتفع ہو کر نفس خدا کی بندگی سے آباء ہو جائے اور محض باطل ہے جس کو انہوں نے محض شہوت اور خواہش نفسانی کی وجہ سے اختیار کیا ہے کیونکہ حریۃ تو یہ ہے کہ بندگی میں اعلیٰ درجہ کی صفائی اور خلوص ہو جائے قول اللہ تعالیٰ کا فرمایا زکریا علیہ السلام نے یہ کہاں سے تم کو ملا آخر آیت تک یہ رزق مریم علیہا السلام کے لئے ایک میوہ تھا اور آپ پیغمبر نہ تھیں جو اس سے ثابت ہوا کہ یہ آپ کی کرامت حق اور زکریا علیہ السلام کا معجزہ نہ تھا کیونکہ اول تو زکریا علیہ السلام کو اس کی خبر نہیں ہوئی اور آپ نے تعجب ظاہر فرمایا دوسرے مریم علیہا السلام نے یہ نہیں کہا کہ یہ آپ کا معجزہ ہے قول اللہ تعالیٰ کا بطور حکایت کے عیسیٰ علیہ السلام سے اور میں خدا کے حکم سے اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور جذامی کو اور زندہ کر دیتا ہوں مردوں کو یہ مضمون مشائخ صوفیہ کے اس قول

کی صحت پر دلالت کرتا ہے کہ بندہ اخلاق خداوندی سے متصف ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ نے مادرزاد اندھے زندہ کرنے کو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب فرمایا اور اذن الٰہی کی قید لگادی اور یہ مشائخ صوفیہ کے نزدیک محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس پر قادر کردے قول اللہ تعالیٰ کا ہم خدا کو چھوڑ کر باہم ایک دوسرے کو رب نہ بنادیں یہ آیت ان لوگوں کے قول کے بطلان پر دلالت کرتی ہے جو صوفیہ میں سے حلول کے قائل ہیں وہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان سمجھ دار باعلم وعمل ہے جو انسان کی صورت میں قائم ہے جب وہ کسی چیز کو دیکھتا ہے تو گویا رب بذریعہ رب کے دیکھتا ہے اور رب بذریعہ رب کے سنتا ہے اور رب بذریعہ رب کے علم رکھتا ہے حالانکہ اس مقام پر وحدانیت کو ثابت فرمایا ہے اور جو لوگ حلول کے قائل ہیں وہ واحد سے زیادہ کے قائل ہیں پس ان کا قول منافی آیت کے ہوا قول اللہ تعالیٰ کا ولیکن ہوجاؤ تم رب والے یعنی تم اپنے پروردگار کے اخلاق کے ساتھ متصف ہوجاؤ اپنے قلوب کی بصیرت سے مبصر ہوجاؤ اور ربانی منسوب ہے رب برتر کی طرف بندگی کے طور پر (تو بندہ کا رب ہونا محال ہے اور اس کا ربانی ہونا امر مطلوب وخوبی ہے۔ قول اللہ تعالیٰ کا اور نہ وہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ فرشتوں کو رب بنانا یہ ہے کہ ان کا دل سے ذکر کرے اور ان کی طرف خطرہ قلبی اور خطرات سری سے التفات کرے ابن عطاء نے فرمایا ہے) کہ مخلوق کی طرف التفات کرنے سے بچے رہو جبکہ التفات الی الحق کے اسباب میسر ہیں۔

واسطیؒ نے اس آیت میں فرمایا کہ تمہاری باطن میں ان کی تعظیم کا خطرہ نہ واقع ہو اور نہ ان کے اوصاف میں غور کرنے کا خطرہ واقع ہو میں کہتا ہوں مراد یہ ہے کہ مقصودیت کے طور پر یہ التفات نہ ہو ورنہ شفقت اور رحمت کے ساتھ خلق کی طرف التفات کرنا یا اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور فرشتوں کے ساتھ ایمان لانے کو واجب کہا ہے خود شریعت میں مطلوب ہے۔ قول اللہ تعالیٰ کا وہ اہل عقل ایسے ہیں کہ اللہ

کا ذکر کرتے ہیں کھڑے بیٹھے لیٹے یعنی اللہ کا ذکر سب حالتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کیا کرتے ہیں کیونکہ آدمیوں کے حالات ان احوال ثلثہ سے باہر نہیں ہوتے اور وہ کھڑا ہوتا ہے اور بیٹھتا ہے اور لیٹتا ہے پھر انسان کے لئے سونا اور کھانا اور پینا بھی ضرور ہے تو معلوم ہوا کہ مراد اس سے ذکر روحی اور قلبی ہے کیونکہ وہ جمیع احوال میں ممکن ہے (یعنی وہ مراد کی فرد اعظم ہے نہ یہ کہ مراد اسی میں منحصر ہے)

سورۃ نساء قول اللہ تعالیٰ کا اور تم بے وقوفوں کو اپنا مال مت دو۔ سو بے وقوف کا مصداق مشائخ کے نزدیک نفس ہے یعنی اپنے مالوں میں وہی تصرف کرو جو نفس اور خواہش کے خلاف ہو تو اگر نفس خرچ کرنے کی طرف مائل ہو (یعنی جس خرچ میں کچھ احتمال حظ نفس کا ہو تو رک جاؤ اور اگر بخل کی طرف مائل ہو تو خرچ کرو اور نفس کا اتباع اس کی خواہش میں مت کرو اور نہ اس کی طرف بجز اس پر زجر و توبیخ رکھنے کے التفات کرو اور نہ اس سے مشورہ لو کیونکہ وہ بے وقوف ہے اور عقل اور دین سے مشورہ لو اور جو کچھ یہ دونوں کہیں اس پر عمل کرو (مقصود اس تقریر سے سفہاء اور نفس کے حکم کا مشترک ہونا ہے بوجہ اشتراک علۃ کے نہ کہ سفہاء کی تفسیر کرنا نفوس کے ساتھ خوب سمجھ لو۔

قول اللہ تعالیٰ کا اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کے واسطے ہجرت کرنے کی غرض سے نکلے پھر اس کو موت آجائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا یہ جو ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے گھر سے یعنی ان اشیاء دنیویہ سے جس کے ساتھ اس کو دلچسپی جیسے نفس اور خواہش اور شہوات اور مہاجر سے مراد یہ کہ جو چیز اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہو اس کو چھوڑ دینے والا ہو تو ایسا شخص اگر قبل حصول مراد کے مر گیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت رہے گا اس کی نیت کو پورا کرنا اور اس کو مقصود تک کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے پہنچا دینا اللہ کے ذمہ ہو گا (اور مقصود آیت کی تفسیر نہیں ہے بلکہ ایک ہجرت کا دوسری ہجرت پر قیاس کرنا ہے اور مرید کو مہاجر فرمانا خود حدیث میں وارد ہے کہ بڑا مہاجر وہ شخص ہے جو اس کو چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے)

قول اللہ تعالیٰ کا اور اس سے زیادہ اچھا دین میں کون شخص ہے جو اپنے رخ کو مطیع کر دے یعنی اپنے نفس کو اور اپنی ذات کو اور اپنی صفات کو اور اپنے جسم کو اور اپنے اعضاء کو سب کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص مخلص کر دے اور اپنے سب کاموں کو اللہ کے لئے اس کی رضا مندی کے موافق کر دے قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنالیا خلیل وہ محب ہے جو محبوب کی جانب سے بعض معاملات شریفہ عظیمہ کے ساتھ مخصوص ہو تو اس بنا پر خلیل حبیب ہے اور ہر حبیب خلیل نہیں اور اس بناء پر اللہ تعالیٰ کے سب نبی اس کے خلیل ہیں اور اسی طرح تمام اولیاء اور عارفین بھی اور فائدہ ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص ذکری کا یہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں کوئی دوسرا (اس مرتبہ کا) اللہ کا خلیل نہ تھا۔

سورہ مائدہ قول اللہ تعالیٰ کا اللہ تعالیٰ اس قرآن سے اس شخص کو سلامتی کے رستے دکھلاتا ہے جو اس کی رضا مندی کا اتباع کرے۔ سبل جمع ہے سبیل کی اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ رستے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے بہت ہیں جن کا شمار نہیں اور یہ آیت ان کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے (یعنی اس مسئلہ پر جواب اس عنوان سے مشہور ہے کہ طرق وصول الی اللہ کے باندازۂ انفاس خلائق ہیں اور ان سب طریقوں کا مرجع ایک ہی مستقیم طریق ہے اور جس طریقہ کا مرجع یہ مستقیم طریق نہ ہو۔ اس کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دوسرے رستوں کا اتباع مت کرو قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ ہی پر توکل کرو (یہ منجملہ مقامات سالکین کے ہے) قول اللہ تعالیٰ کا اور تم تلاش کرو اللہ کی طرف ذریعہ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ زندوں میں ذریعہ شیخ ہے (یعنی وہ اس کے عموم میں داخل ہے) اور اس کے رستہ میں مجاہدہ کرو یعنی اللہ کے رستہ میں یہ صوفیہ کے مجاہدہ کا حکم ہے (یعنی آیت اس کو بھی عام ہے۔

قول اللہ تعالیٰ کا اور مت خرید و میری آیتوں کے عوض میں متاع قلیل کو مذاق تصوف پر یہ معنی ہیں نہ خرید و متاع قلیل میری ان کرامتوں اور فراستوں کے عوض میں جو

کہ تجھ سے مشہور ہوئیں حالانکہ میں نے تم کو نہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے تم دنیا (کا مال وجاہ) وصول کرو۔ قول اللہ تعالیٰ کا تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شرع اور ایک طریق مقرر کیا یہ آیت ماتقدم پر دلالت کرتی ہے یعنی اس آیت کے مضمون پر یھدی به الله من اتبع الخ یعنی بطریق اثبات ایک نظیر کے دوسری نظیر سے نہ بطریق داخل کرے جزئی کے تحت میں کلی کے کیونکہ اس شرع اور طریق میں بعضے منسوخ ہیں قول اللہ تعالیٰ کا اے رسول پہنچا دیجئے جو کچھ آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے اتارا گیا ہے یعنی اور اس کشف و مشاہدہ کو نہ پہنچائے جس کے ساتھ ہم نے آپ کو خاص کیا ہے (اور تبلیغ کا امر نہیں کیا) کیونکہ یہ لوگ اس کے برداشت کی قوت نہیں رکھتے ہیں۔ اور یہ مضمون مشائخؒ کے اس مقولہ کی صحت پر دال ہے کہ مناسب نہیں کہ اپنے واقعات لوگوں سے بیان کرے اور اگر ضرورت پڑے تو صرف شیخ سے کہے اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد اس پر کافی دلیل ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے کہ اے میرے بیٹے تم اپنے خواب کو اپنے بھائیوں سے مت بیان کرنا۔

قول اللہ تعالیٰ کا جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں ان لوگوں کو اس میں کچھ گناہ نہیں جو انہوں نے کھالیا بشرطیکہ ڈرتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں اور نیک عمل کریں پھر ڈرتے رہیں اور ایمان پر رہیں پھر ڈرتے رہیں اور احسان یعنی اخلاص اختیار کریں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان کے تین درجے قائم کئے پھر چوتھے درجے کو احسان بنا دیا (جو عبارت ہے تصوف سے)

قول اللہ تعالیٰ کا اور ایسی چیزوں سے سوال مت کرو کہ اگر تسے بیان کر دی جائیں تو تم کو نا گوار ہو اولیاء اور عارفین سے (ایسی چیز کا جوان کے ساتھ خاص ہے اور اسکے پوچھنے کی شدید ضرورت بھی نہیں .... کرنا پڑے گا............ کیونکہ وہ غلبہ حالت کے وقت ضرور جواب دیں گے اور بسا اوقات وہ جواب تمہاری فہم کے موافق نہ ہوگا اور تکذیب ولی کی اگرچہ کفر نہیں پھر بھی وہ خطرناک امر ہے (میں کہتا

ہوں کہ یہ قیاس ہے ایک سوال کا دوسرے سوال پر بوجہ اشتراک علت کے۔

سورۃ الانعام قول اللہ تعالیٰ کا سو بعد نصیحت کے ظالموں کے ساتھ مت بیٹھنا اس میں ظالمین کی مجالست سے ممانعت فرمائی بدون فرق کے ظالم اور فاسق اور کافر ہیں کیونکہ ظالم سب کو شامل ہے (پس مطلقاً صحبت بد سے بچنا ثابت ہوا)

قول اللہ تعالیٰ کا پھر جب ان کو (یعنی ابراہیم علیہ السلام کو رات نے ڈھانک لیا ان کے اس قول تک اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں اور یہ مشاہدات عارفین کی ابتدائی چیزیں ہیں (یعنی انوار دیکھنا بعض احوال میں) تو یہ آیۃ اس امر پر دالت کرتی ہے کہ سالک راہ حق کو چاہئے کہ عاقل ہو دانا ہو بڑا سمجھ دار ہو۔ صاحب نظر وفکر ہو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں جو اعتقاد جائز ہے اور جو جائز نہیں اس سے غافل نہ ہو۔

قول اللہ تعالیٰ کا اور ہم نے ان کو کھینچ لیا اور ان کو رستہ بتایا یعنی ہم نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا اور سیدھے رستہ کی ہدایت فرمائی تاکہ ہمارے لئے مجاہدہ کریں اور راستہ میں ریاضت کریں۔

قول اللہ تعالیٰ کا یہ ایسے حضرات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی ہے تو آپ ان کے طریقہ کی پیروی کیجئے۔ اس آیت میں اس بات پر کھلی ہوئی دلالت ہے کہ مرید کے لئے ایک شیخ ایسا ہونا ضرور ہے جس کی وہ پیروی کرے۔

قول اللہ تعالیٰ کا اور اس شخص سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کی تہمت لگائے یا یہ کہے کہ میرے پاس وحی آئی ہے حالانکہ اس کی طرف وحی نہ بھیجی گئی ہو۔ یہ ہر جھوٹے مدعی کو عام ہے خواہ نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی قسم کی ولایت کا جب جھوٹا ہوگا تو اس آیت میں داخل ہوگا۔

قول اللہ تعالیٰ کا سو جس شخص کے لئے اللہ چاہتا ہے کہ اس کو ہدایت کرے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے ہدایت یہ ہے کہ نفس اور قلب اور دنیا اور آخرت کو اور جو ان کے درمیان میں ہے سب کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور صرف اللہ ہی کو

اختیار کرے اور کھول دیتا ہے اس کے سینہ کو یعنی اس کے قلب کو وسیع کر دیتا ہے یہاں تک کہ جس چیز کو ترک اور سپرد کیا ہے اس کے نکل جانے کی اور جس چیز کو اختیار کیا ہے اس کے آ جانے کی اس میں گزارش...... اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ وہ ایک نور ہے جو دل میں ڈال دیا جاتا ہے پھر وہ اس کی وجہ سے کشادہ ہو جاتا ہے۔

سورہ اعراف آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھ کو عدل کا حکم کیا ہے اور عدل یہ ہے کہ تو کسی چیز کی طرف بجز اللہ کے مائل نہ ہو۔

قول اللہ تعالیٰ کا اور اس کی عبادت کرو اسی کے لئے دین کو خالص کر کے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ خالق پر علی الدوام نظر رکھنے کی وجہ سے خلق پر نظر کرنے کو فراموش کر دے۔

قول اللہ تعالیٰ کا کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی مت کرو۔ یعنی دنیا سے بقدر ستر ڈھاکنے کے اور بھوک روکنے کے لو اور بس مگر یہ کہ تم کو گرمی اور سردی تکلیف دے تو اس قدر اور پہن لو جو گرمی اور سردی کو دفع کر دے اور اس پر زیادتی مت کرو تنعم کے طور پر جیسے نرم لباسی اور خوش خوراکی اور نہ آرائش کے طور پر اور نہ غریبوں کے مقابلہ میں تفاخر کے طور پر کیونکہ یہ اسراف ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور پاکیزہ شہر سے اس کی کھیتی نکلتی ہے خدا کے حکم سے تو پاکیزہ شہر (کے عموم میں داخل ہے) نفس مومن (اور اس آیت میں نفس مومن کے اندر جو استعداد ذکر وطاعۃ کی ہے اس کے ظہور کا بیان ہے) قول اللہ تعالیٰ کا سو یاد کرو تم اللہ کی نعمتوں کو تاکہ تم کو فلاح ہو اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمتوں کے یاد کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ وہ یاد کرنا محبت الٰہی کا سبب بن جائے کیونکہ اپنے محسن کی محبت قلوب کا امر جبلی ہے (اور یہ ایک قسم کا مراقبہ ہے) قول اللہ تعالیٰ کا اور ہم نے کسی بستی میں نبی نہیں بھیجا۔ مگر اس کے رہنے والوں کو سختی اور مصیبت کے ساتھ پکڑا تاکہ وہ عاجزی کریں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی درگاہ کی طرف لطف سے بلاتا ہے

پھر اگر وہ انکار کرتے ہیں تو سختی سے بلاتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی مدت مقررہ پوری رکدی چالیس رات اور فرمایا نبی علیہ السلام نے جو شخص اللہ کی چالیس دن اخلاص سے عبادت کرے تو ان حضرات کا طریقہ (چلہ نشینی) اس آیت اور حدیث سے ماخوذ ہے۔ قول اللہ تعالیٰ کا عنقریب میں پھیلاؤں گا اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں یعنی اپنی کرامتوں اور اپنے مشاہدوں سے ان لوگوں کو (دور رکھتا ہوں) جو خدا کے بندوں یعنی فقیروں اور کمزوروں اور ولیوں پر تکبر کرتے ہیں اور یہ آیت دال ہے ناحق تکبر کرنے والوں کے محجوب ہونے پر کمالات اولیاء وعارفین سے اور اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ تکبر دو قسم پر ہے بحق اور ناحق سو تکبر بحق غریبوں کا تکبر ہے امیروں پر اور کمزوروں کا زور مستعاد پر اولیاؤں کا کافروں پر فرمایا اللہ تعالیٰ نرم ہیں مسلمانوں کے مقابلہ میں سخت ہیں کافروں کے مقابلہ میں (پس مراد صورت تکبر ہی قول اللہ تعالیٰ کا لوٹے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے اور یہ ایت دال ہے اس پر کہ شیخ مربی کو اپنے مرید پر غصہ کرنا جائز ہے (جب کوئی داعی ہو)

قول اللہ تعالیٰ کا اور آپ ان کافروں کو اس شخص کی حکایت پڑھ کر سنائے جس کو ہم نے اپنی نشانیاں دی ہیں یعنی کراہتیں پھر وہ ان سے نکل بھاگا جاننا چاہئے کہ انسلاخ دو قسم پر ہے ایک خیر سے نکلنا شر کی طرف اور ایک شر سے نکلنا خیر کی طرف اور یہ دوسری قسم بدل جانا ان صفات کا یعنی کینہ اور حسد اور تکبر اور ان کے امثال کا صفات حمیدہ کے ساتھ اور فنا یہی ہے اور خیر سے شر کی طرف نکلنا یہ ہے کہ جو شخص مقامات اور درجات تک جس میں وہ ترقی کرر ہا ہے...... ہو پھر ابتدا کی طرف لوٹ آئے اور ان مقامات سے اتر آئے اور جب ابتداء کی طرف سالک اترتا ہے اور وہ مقام ہے ایمان کا تو اکثر اوقات اسی حالت پر باقی رہتا ہے اور بعضے اس پر بھی نہیں ٹھہرتے یہاں تک کہ نعوذ باللہ اسفل السافلین (یعنی کفر) تک گر جاتے ہیں اور ان میں سے بعضے دفعۃً

ہی اسفل السافلین تک گر جاتے ہیں جیسے ابلیس لعین اور بلعم بن باعوراء ور اگر ہم چاہتے ہیں اس کو ان نشانیوں کے ساتھ بلند کر دیتے علیین تک اور یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو درجات مشاہد تک ہنوز نہیں بلند کیا تھا کیونکہ اصل راجع نہیں ہوتا اور فانی واپس نہیں ہوتا) ولیکن وہ مائل ہو گیا مین کی طرف یعنی دنیا کو اختیار کر لیا اور اس کے ساتھ راضی ہو گیا سو اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ اس کا نیچے اترنا اس کے عمل اور اس کے سوء اختیار سے تھا جو اس نے اپنے نفس کے لئے تجویز کیا تھا اور یہ اس کی بھی دلیل ہے کہ وہ ہنوز مقامات کسب اور رستہ میں تھا (کیونکہ جو کسب کے بعد حاصل ہوتا ہے اختیاری نہیں تو اس کے ساتھ زمین کی طرف مائل نہیں ہو سکتا) اور یہ آیت اس پر دال ہے کہ ولی کو مامون ہونا مناسب نہیں جب تک وہ دار التکلیف میں زندہ ہے (اور مابعد الکسب تک پہنچنا یقیناً معلوم ہو نہیں سکتا تو کیا عجب کہ ہنوز پہنچا نہ ہو۔

قول اللہ تعالیٰ کا ان کے ایسے دل ہیں جس سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کے ایسی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں اور ان کے ایسے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں نہیں جاننا چاہئے کہ قلوب جمع ہے اس کا واحد قلب ہے اور قلب بہت معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور قرفہم عوام کے قلب بدن ہے پھر قلب بدنی میں قلب نفس ہے پھر ایک اور قلب ہے جو قلب نفس ہے بھی زیادہ لطیف ہے تو وہ قلب نفس کے اندر ہے پھر اس قلب میں عقل اور روح ہے جس کو ہم سر کہتے ہیں اور یہ سر اس قلب کا قلب ہے جس میں عقل ہے پھر عقل اور سر یہ دونوں روحانی نور ہیں پھر خفی ہے بعد اس کے جو سر السر ہے اور (اسی طرح اس کا دل اور اس کی آنکھ ہے خوب سمجھ لو۔ تو قول اللہ تعالیٰ کا ان کے ایسے دل میں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور اس سے وہ قلب ہے جو محل سر و عقل ہے (اس لئے کہ قلب بدن سے تو وہ اس کے مدرکات کو سمجھتے تھے) اور قول اللہ تعالیٰ کا اور ان کی ایسی انکھیں ہیں اور ول اللہ تعالیٰ کا ان کے ایسے کان ہیں مراد ان سے قلب کی آنکھیں اور قلب کے کان ہیں وجہ اس کی یہ کہ وہ جو اس ظاہرہ سے تو سنتے دیکھتے تھے یہ لوگ چوپایوں کے

مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں کیونکہ چوپائے اور جانوروں کے دلوں میں آنکھیں اور کان نہیں جیسا کہ انسان میں یہ آنکھ اور کان باطنی ہیں اور پھر باوجود اس کے یہ لوگ بے راہ ہوگئے تو چوپایوں اور جانوروں سے بھی زیادہ بے راہ ٹھہرے (اور اس تقریر سے وہ ثابت ہوگیا جس کے یہ حضرات قائل ہیں یعنی وجود لطائف کا انسان میں) قول اللہ تعالیٰ کا میرا تو کارساز اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہی نیکوں کی کارسازی کرتا ہے زیادہ توفیق دے کر اور حفاظت فرما کر اور ہدایت الی الحق فرما کر کہ اتنی ان لوگوں کی کارسازی نہیں کرتا جو نیک نہیں ہیں بلکہ ان کو ان کے نفوس کے حوالہ کردیتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا جو لوگ ڈرتے ہیں جب ان کو کوئی گشت کرنے والا شیطانی اثر چھو لیتا ہے تو وہ ذکر کرتے ہیں پھر وہ دفعتہً دیکھنے لگتے ہیں یعنی جب ان کو شیطان چھوتا ہے وسوسہ ڈال کر اور پریشان کرکے اور پردے اور حجاب قلب پر ڈال کر تو وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کا نام لیتے ہیں پھر جب وہ ذکر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے وہ پردے دور کردیتا ہے اور اٹھا دیتا ہے اور قلب ذاکر کو بینا کردیتا ہے اور کلمات ذکر میں سب سے زیادہ مفید تصفیۂ سر میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور یہ مجرب ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور اپنے رب کو اپنے نفس میں یاد کر یعنی اپنے دل سے کیونکہ نفس باطن ہے پس جو ذکر اس میں ہوگا وہ بھی ظاہر بات کے باطن ہوگا۔

سورۂ انفال قول اللہ تعالیٰ کا پس مومن تو وہی لوگ ہیں کہ جب اس کا ذکر کیا جاتا ہے اس ول تک روزی عزت کی ہے یہ آیت ان چیزوں کے ذکر میں نازل ہوئی جو صوفیہ کے ساتھ خاص ہیں اور صوفیہ ان کے ساتھ خاص ہیں اور وہ احوال قلب ہیں۔ (سورہ توبہ)

قول اللہ تعالیٰ کا جبکہ آپ اپنے ساتھی سے کہتے تھے کہ غم نہ کرو بالیقین اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے یعنی مدد اور حفاظت سے نہ ذات سے کیونکہ ذات سے تو اللہ تعالیٰ پر مخذول اور منصور اور ظالم اور مظلوم کے ساتھ ہے لیکن غم جب ہی دور ہوتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی معیت نصرت کے ساتھ ہے فذلان کے ساتھ نہیں اور اس نے

ظاہر حضرت صدیقؓ کے حال سے یہ ہے کہ ان کو یہ تو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ دونوں سے قربت میں رگ گردن سے بھی قریب ہے صرف خوف اس وجہ سے تھا کہ آپکو اللہ کی طرف سے مدد اور حفاظت کا ہونا یقیناً معلوم تھا کیونکہ کبھی اللہ تعالیٰ مدد کرتے ہیں اور کبھی مدد نہیں بھی کرتے کیونکہ وہ ان کا اختیاری فعل ہے) قول اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں سے قتال کرو جو کافروں میں سے تمہارے قریب ہوں یعنی ابتدا اپنے نفس سے کرا گروہ کافر ہو کہ وہ مطیع اور فرمانبردار اور...... ہو جائے گا پھر اپنے باقی دشمنوں یعنی بنوائے نفسانی اور شہوات اور شیاطین سے مقابلہ کرنا جو سب سے اقرب ہو پھر اس کے بعد جو اقرب ہو۔

قول اللہ تعالیٰ کا یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایسے رسول تشریف لائے ہیں کہ ان پر شاق ہے تمہارا مشقت میں پڑنا تمہاری بھلائی پر حریص ہیں مسلمانوں کے ساتھ شفقت کرنے والے مہربان ہیں ایسا ہی تصوف کی تربیت کرنے والے کو ہونا واجب ہے۔

سورہ یونس قول اللہ تعالیٰ کا بلکہ ان لوگوں نے جھٹلایا اس چیز کو جس کے علم کا احاطہ بھی نہیں کیا یہ کلمہ عام ہے گو سبب نزول اس کا صرف ان کا قرآن کو جھٹلانا ہے اور اکثر آدمیوں میں غالب خصلت یہ ہے کہ جس کو وہ نہیں جانتے اس کی تکذیب اور انکار کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ لوگ جس کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے سورہ احقاف میں اسی مضمون کو ارشاد فرمایا ہے اور جبکہ یہ کفار قرآن نہیں سمجھ سکے تو اب یہی کہیں گے کہ یہ قدیمی جھوٹی باتیں ہیں تو یہ سب ہر ایسے شخص کی توبیخ کے لئے ہے جو ایسے امر کا انکار کرے جس کو انبیاء اولیاء سے معلوم کرے اور سنے (سورۂ ہود علیہ السلام) قول اللہ تعالیٰ کا اور اخبار انبیا میں سے ہم ایسے خبریں آپ سے بیان کرتے ہیں جس سے آپ کے قلب کو ہم مضبوط کر دیں یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ احوال اولیاء اور عارفین کے بھی اس قسم کے سلوک سے خالی نہیں ہوتے (یعنی اثنا سلوک میں ایسے احوال پیش آتے ہیں کہ ان کے تدبر کے لئے اکابر کے حالات یاد دلانے کی ضرورت ہوتی ہے بالخصوص جب لوگ ان کے

واردات میں شک ڈالنے پر جمع ہوں کہ یہ خیالات اور مالیخولیا اور وسوسہ شیطانی اور خطرات نفسانی اور القاء شیطانی ہیں اور اس قسم کی باتیں کہتے ہیں اور انبیاء کے قصے اور مشائخ متقدمین کی حکایتیں اور ان حضرات کے حالات میں غور کرنا یہ سب ان کی واردات و حالات موجودہ پر ان کی ثبات قلب کا سبب ہو جاتے ہیں جس طرح انبیاء کے لئے تھا اور اسی لئے مشائخ نے فرمایا ہے کہ سالک کے لئے ایسا شیخ ضرور ہونا چاہئے جو ماہر ہو فاضل ہو واقعات مشائخ کو اور ان کے حالات اور اوقات کو خوب جانتا ہو خوب سمجھ لو۔ قول اللہ تعالیٰ کا اور اسی کی طرف ہر امر لوٹتا ہے اس میں مشائخ کے اس مقولہ کی صحت پر دلالت ہے جو انہوں نے سیر الی اللہ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ ہر شے اللہ کی طرف سیر اور رجوع میں ہمیشہ رہتی ہے یہاں تک کہ امہ تک پہنچ جائے پھر جب وہ اللہ تک پہنچ جاتی ہے تو اس کی سیر الی اللہ ختم ہو جاتی ہے اور اسی مقام سے فرمایا ہے بے شک تیرے رب ہی کی طرف انتہا ہے اور (بعد منتہی ہونے کے) نیک لوگ صفات لطاف و کرم سے عیش حاصل کرتے ہیں اور بد بخت قہر و غضب کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ (سورہ یوسف علیہ السلام) قول اللہ تعالیٰ کا جبکہ کہا یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہ اے میرے باپ میں نے دیکھے گیارہ ستارے آخر آیات، اللہ تک ان آیتوں میں علوم تصوف میں سے بہت سے علوم ہیں اول قول اللہ تعالیٰ کا ......

ان لوگوں کے قول کے بطلان پر دلالت کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ صوفیہ کے خواب ان کی واردات اور واقعات اور احوال کے بارہ میں خیالات ہیں جن کا واقعی وجود نہیں دوسرے یہ کہ مبتدی مرید کے لئے ایک ایسا شیخ خیر خواہ ہونا ضرور ہے کہ اس کو اس کے مقصود کی ہدایت کر سکے اور اس کے صلاح و فساد کو جان سکے کیونکہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کی طرف رجوع کیا پھر انہوں نے ان کو مصلحت کی بات بتلائی اور ان کو وہ خواب حاسدوں سے چھپانے کا حکم فرمایا۔ تیسری آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے واقعات بجز شیخ کے ادب نے چوتھے آیت دلالت کرتی

ہے اس پر کہ شیطان جب کسی میں نبوت اور دین کے یا اور اس طرح کے آچار دیکھتا ہے تو وہ اس حالت کے بگاڑنے کے لئے مستعد ہو جاتا ہے چنانچہ فرمایا کہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے پانچویں قول اللہ تعالیٰ کا قد جعلہا ربی حقا یعنی میرے پروردگار نے اس خواب کو سچ کر دیا اس کا مضمون اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بعضے خواب ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو سچ اور مطابق واقع کا .... آیت ان پر دلالت کرتی ہے کہ بعضے خواب خیال اور پریشان خواب ہوتے ہیں۔

قول اللہ تعالیٰ کا بلاتا ہوں اللہ کی طرف اس طور پر کہ میں بصیرت پر ہوں یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ کو صاحب بصیرت صاحب دعوت ہونا ضرور ہے اس امر میں جس کی طرف مرید کو بلاتا ہے۔ (سورہ رعد) قول اللہ تعالیٰ کا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت نہ بدلے ان کے کنایہ بھی داخل ہے) کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو مشاہدہ سے محجوب نہیں کرتا جب تک وہ اپنے اوراد اور معاملات کو نہ بدلیں۔ قول اللہ تعالیٰ کا جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کے مطمئن ہوتے ہیں اللہ کی یاد سے یعنی زبان اور دل سے اس کا ذکر کرتے ہیں اور تسبیح و تہلیل کرتے ہیں اور اس سے مطمئن ہوتے ہیں اور اس سے خوش ہوتے ہیں (سورۃ الحجر) قول اللہ تعالیٰ کا بیشک اس قصہ میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو فراست رکھتے ہیں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فراست مومن سے ڈرو کیونکہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ان فی ذلک لایات للمتوسمین پس یہ آیت فراست عارفین کے صحیح ہونے پر دال ہے اور فراست ایسے امور کا نام ہے جن کو عام لوگ نہیں دیکھتے قول اللہ تعالیٰ کا سو آپ کو جو حکم ہے اس کو ظاہر کر دیجئے اور مشرکوں سے الگ ہو جائیے یعنی پیغام حق ادا کر دیجئے پھر خلوت کی طرف رجوع کیجئے اور مشاہدہ حق تعالیٰ کا مراقبہ کیجئے اور اسی مقام سے مشائخ نے خلوت پر محافظت رکھنے کو اخذ کیا ہے (یعنی خلائق کا جو ان پر حق ہے نصیحت اور ہدایت کرنا اس

کے ادا کرنے کے بعد یہ ہونا چاہئے) سورہ نحل قول اللہ تعالیٰ کا اور جب آپ قرآن پڑھنے لگتے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے شیطان مردود سے کیونکہ اسکو غلبہ ان لوگوں پر نہیں ہوتا جو ایمان رہتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں آیت دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگنا شیطان سے شیطان کو عاجز کر دینے والا ہے اور اس کے وسوسوں سے مانع ہوا اور اس پر یہی دلالت ہے کہ شیطان کو قوت اور قدرت ان مسلمانوں پر نہیں جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں قول اللہ تعالیٰ کا جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو تو ہم اسکو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آرام پانا اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ کو سمجھنے لگنا اور اللہ کے ساتھ مستغنی ہو جانا ہے پس یہ حالت نہ تبدیل کو مقتضی ہے اور نہ تحویل کو قول اللہ تعالیٰ کا آپ اپنے رب کے رستہ کی طرف بلائیے اور یہ رستہ ہی ہے جو طریقت کے نام سے صوفیہ کے نزدیک مشہور حکمت کے ساتھ مراد اس سے دانا ہونا ہے شیخ تربیت کنندہ کا اور اس کا ان تمام امور کو سمجھنا جو ہر ایک مرید کے لئے مناسب ہو کیونکہ مریدوں کی طاعتیں مختلف ہوتی ہیں سو انہیں سے بعضے تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے کثرت صوم مناسب ہوتا ہے اور بعضے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ تکثیر نماز ان کے لئے مناسب ہوتی ہے اور بعضے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے نماز اور روزہ دونوں بہتر ہوتے ہیں اور بعضے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے الی امور کی کثرت مناسب نہیں ہوتی صرف زہد عن الدنیا ہی نہیں ہوتا۔ بعض ان میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے کسب مناسب ہوتا ہے اور بعضے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے خدمت کرنا مناسب ہوتا ہے اور بعضے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے نفس پیر مجاہدہ کرنے میں سختی اور تشدد...... ہوتا ہے اور بعضے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے نرمی اور آسانی کرنا لایق ہوتا ہے تو ان امور کا سمجھنا حکمت مذکورہ ہے اس کو یاد رکھو اور اچھی نصیحت کے ساتھ مراد ان سے کام لینا ہے اعمال طریقہ میں ماراۃ اور

نرمی اور پوری شفقت کے ساتھ اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی بتلادی کہ اس سے اس کا بجز اس کے اور کچھ مطلب نہیں کہ ان کے مقامات بلند ہوں اور ان کے درجے بلند ہوں اور ان سے گفتگو ایسے طریق سے کیجئے کہ وہ بہتر ہو۔

یعنی ان سے گفتگو کیجئے لطیف عبارت سے اور اچھے لفظوں سے اور ان کے ساتھ نرم رہئے اور ان کی طرف متوجہ رہئے اور جب ان کو امر و نہی کیلئے اور ان کو بلایئے اور کسی امر سے ہٹایئے تو ان پر بوجھ نہ ڈالئے کیونکہ یہ طریق ان کے دلوں میں زیادہ اثر کرنے والا ہے اور ان کے لئے زیادہ نافع ہے اور اس میں تعلیم ہے مشائخ صوفیہ کی اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اللہ ہی کی رحمت سے آپ ان کے لئے نرم ہو گئے اخیر آیت تک اور اسی طرح قرآن میں جو کیفیت اپنے ساتھیوں کے ساتھ رہنے کی اور امت پر شفقت کرنے اور ان کے لئے سفارش کرنے کی اور انکو اللہ کی طرف بلانے کی مذکور ہے وہ سب مشائخ صوفیہ کو بھی اسب بات کا خطاب ہے کہ ان امور کو مریدوں کے ساتھ عمل میں لانا ان پر واجب ہے۔

(سورۂ بنی اسرائیل) قول اللہ تعالیٰ کا یہ لوگ جن کو پکرتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کی طرف ذریعہ تلاش کرتے ہیں جو ان میں زیادہ صاحب قرب ہے اور وہ اللہ کی رحمت کے ساتھ اور امیدوار اس کے عذاب سے خائف رہتے ہیں اور اللہ کی طرف ذریعہ سے مراد وہ چیز ہے جو خدائے بزرگ و برتر کے وصال کا ذریعہ بنائی جائے اور وہ مجاہدات اور اذکار لسانی و قلبی اور خلوت کے مراقبات ہیں اور جس شخص کو اللہ کا قرب زیادہ ہوگا یعنی جو شخص واصل زیادہ ہوگا اور ذریعہ کا زیادہ طالب ہوگا کیونکہ کوئی وصال اور قرب ایسا نہیں جس سے اوپر وصال کے اور بے انتہا مراتب نہ ہوں اور جس کو قرب یادہ ہوگا وہ اللہ کا پہچاننے والا بھی زائد ہوگا اور زیادتی کا طلب کرنے والا بھی بہت ہوگا۔

سورہ کہف قول اللہ تعالیٰ کا اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا اور یہی حال ہوتا ہے مرید صادق الارادۃ کا کہ اس کے قلب اور سر کو مضبوط کر دیا جاتا ہے پھر

وہ بلا کی پروا نہیں کرتا اور مصیبتوں سے متحیر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کا خبر گیران اور کفایت کرنے والا ہو جاتا ہے اور (سلوک کی) وادیوں میں اس کو گزارتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے پاس اس کو قرار ہو جاتا ہے ایسا ہی وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رستہ میں چلنے والوں سے۔

لقولہ عز وجل اور جو لوگ ہمارے لئے کوشش کریں گے ہم ان کو اپنے رستے بتلا دیں گے قول اللہ تعالیٰ کا اے مخاطب اگر تو ان کو جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور رعب سے بھر جائے یعنی ان پر جو آچار ہیبت حق تعالیٰ کے ہیں جب تو ان پر واقف ہو (الخ) اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یعنی نظر اور تجلی مختلف ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کی طرف صفۃ جلال وہیبت سے نظر فرماتا ہے تو یہ بندہ بھی خوف زدہ ہو جاتا ہے اور جو شخص اس کو دیکھتا ہے وہ بھی شوریدہ عقل ہو جاتا ہے اور اسی طرح جب اپنے بندہ کی طرف صفت لطف و جمال سے نظر کرتا ہے تو یہ بندہ خلقت کی آنکھوں میں لطیف اور جمیل ہو جاتا ہے جو شخص اس کو دیکھتا ہے فریفتہ ہو کر شوریدہ عقل ہو جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس صفت سے اس پر تجلی فرماتا ہے تو خود اس کو جمال سے لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے۔

قول اللہ تعالیٰ کا اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ روک کر رکھئے جو اپنے پروردگار کو صبح شام پکارتے ہیں اس کی ذات کا ارادہ رکھتے ہیں۔ نہیں چاہتے ہیں مگر خاص میری ہی ذات کو یعنی نہ دنیا کو نہ عقبیٰ کو۔ قول اللہ تعالیٰ کا اور جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان سے فرمایا کہ میں جب تک .... کے ملنے کی جگہ تک نہ پہنچ لوں گا سفر سے نہ رکوں گا یا برسوں تک چلتا ہی رہوں گا۔ آیت کا مقتضایہ ہے کہ مرید کا ارادہ اور نیت شیخ کی طلب میں اس شان کا ہونا چاہئے یہاں تک کہ مقصود پالے۔

قول اللہ تعالیٰ کا پھر جب دونوں آگے بڑھے تو موسیٰ نے اپنے جوان سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ۔ اس بات پر دلالت ہے کہ مرید مسافر کے ساتھ اگر توشہ معین ہو تو

جائز ہے۔قول اللہ تعالیٰ کا یہاں تک کہ جب دونوں ایک بستی کے لوگوں کے پاس پہنچے تو اس بستی کے لوگوں سے کھانا مانگا یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ متوکل کو گو کہ اپنے توکل میں کمال کو پہنچا ہو لوگوں سے کھانا مانگنا جائز ہے اور یہ اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ مرید کے لئے دوسرا مرید اور شاگرد ہونا جائز ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر کے طالب تھے اور یوشع موسیٰ علیہ السلام کے مرید اور شاگرد تھے۔قول اللہ تعالیٰ کا ہم نے ان کو اپنے پاس سے علم دیا تھا وہ ایسے پوشیدہ چیزوں کا علم ہے جو عقل اور شریعت اور حواس سے معلوم نہ ہوسکیں (بلکہ الہام سے معلوم ہوں) قولی اللہ تعالیٰ کا حضرت خضر سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا میں تمہارے ساتھ رہوں یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مرید اپنے شیخ کی رفاقت اور ہیبت بدون اس کے حکم کے نہ کرے اور اسی طرح اس پر دلالت کرتی ہے کہ افضل کو ایسے شخص کی شاگردی کرنا جو کم درجہ کا ہو کسی ایسے علم میں جو اس کے پاس ہو جائز ہے۔قول اللہ تعالیٰ کا حضرت خضر نے کہا کہ تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکو گے۔دلالت اس پر ہے کہ شیخ کو جائز ہے کہ مرید کو اپنے پاس رہنے سے روک دے قول اللہ تعالیٰ کا کہ اخضر نے سو اگر تم میرے ساتھ رہو تو مجھ سے سوال نہ کرنا اس پر دلالت ہے کہ شیخ پر اعتراض نہ کرنا چاہئے۔قول اللہ تعالیٰ کا مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے الخ اور فرمایا اگر پوچھوں میں الخ یہ سب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شیخ کے مرید کو واجب ہے کہ متحمل ہو شیخ کے روبرو بست رہے۔...............

قول اللہ تعالیٰ کا ابھی تم کو اس کا مطلب بتادوں گا جس پر تم صبر نہیں کرسکتے مضمون آیت اس پر دلالت کرتا ہے کہ شیخ کو مرید کے سامنے ایسا کوئی کام کرنا مناسب نہیں جس کا ظاہر برا ہوتا کہ وہ باطن میں مبتلا ہے ان کا رد ہو جائے اور اگر اس کو ایسا اتفاق ہو تو اس پر واجب ہے کہ ان کے انکار کو اپنے عمل کی حقیقت بیان کرکے اور اپنے اس فعل کی تاویل کرکے زائل کردے۔اور آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ شیخ جب مرید سے تنگ ہو جائے اور اس کو چھوڑ دینے کا ارادہ کرے تو اس کو مناسب نہیں کہ مرید سے بدون

ظاہری عذر کے مفارقت کرے (سورہ مریم) قول اللہ تعالیٰ اور اپنی طرف درخت کھجور کی ڈالی ہلاؤ بعضوں نے کہا کہ مریم علیہا السلام کی کرامت ہے۔ (سورطٰہٰ) قول اللہ تعالیٰ کا عرش پر رحمان جلوہ گر ہوا اور اللہ تعالیٰ کا خاص عرش پر مستوی ہونا ایک خاص...... ہے عرش پر ایک خاص صفت کے ساتھ اور مثال اس کی بطور تفہیم کے آفتاب کی مثال ہے زمین پر یعنی اس کی شعائیں جب بدون حجاب ابر کے زمین پر چمکیں (کہ قات شمس الارض پر مرقت نہیں مگر شعاع کے واسطہ سے ارض کے ساتھ اس کو ایک.............

قول اللہ تعالیٰ کا جبکہ جس نے تمہاری ماں سے پوشیدہ کہا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اولیاء اللہ سے تھیں کیونکہ ان سے فرشتوں نے بطور ان کی کرامت کے کلام کیا تھا۔ قول اللہ تعالیٰ کا ادبین نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی یعنی صفت محبت کے ساتھ میں لئے تم پر تجلی کی اور اپنی محبت سے جو کہ تمہارے ساتھ متعلق ہے میں نے تم میں نظر کی تو صفت محبت کے ساتھ تم پر میری تجلی کرنے سے صفت محبوبیت کی تم کو حاصل ہوگئی تو جس شخص نے تم کو دیکھا تم سے محبت کرنے لگا اور تفسیر.......... وہ پھوہار ڈالنا ہے جو کہ حدیث میں مذکور ہے (کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا رشاش ارواح پر فائض فرمایا) قول اللہ تعالیٰ کا اور پسند کرلیا میں نے تم کو اپنی ذات کے لئے یعنی میں نے تم کو ایسی حالت پر پیدا کیا کہ بجز میری عبادت کے تم میں کسی دل پسند) چیز سے مناسبت نہیں ہوئی۔ قول اللہ تعالیٰ کا آپ کہئے کہ اے میرے رب میرے علم میں زیادتی کیجئے کیونکہ کوئی زیادتی علم کی ایسی نہیں جس کے اوپر بہت سی بے انتہا زیادتیاں نہ ہوں قول اللہ تعالیٰ کا اور جو شخص میری یاد سے روگردانی کرے گا تو اس کے لئے زندگی تنگ ہے کیونکہ جس شخص کو ذکر قلبی وسری میسر نہیں ہے وہ تنگی اور تاریکی میں ہے نہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے وہ کچھ کہہ سکتا ہے اور نہ ملکوت میں داخل ہوتا ہے اور نہ جبروت تک اس کو ترقی ہوتی ہے اور زمین پر جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔

سورہ انبیاء جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے نیکی سابق ہوئی یعنی ہماری

محبت ان کی ساتھ ازل میں سابق ہوئی (اور یہی سابقہ) استعداد ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ محبت کی ابتداء المحبوب کی جانب سے ہے۔ (سورہ حج)

اور ہم نے کوئی رسول اور کوئی نبی آپ سے پیشتر نہیں بھیجا مگر جب وہ کوئی خیال کرتا تھا تو شیطان اس کے خیال میں کچھ ڈال دیتا تھا تو جب نبی اور رسول کا یہ حال ہے تو ولی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ القاء شیطانی سے مامون رہے اور اگر ماہر (یعنی اس بات کا سمجھنے والا کہ اس میں کیا اصل ہے اور کیا القاء ہے) نہ ہو تو اس کو اپنے کسی واقعہ پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے تاوقتیکہ اپنے شیخ کے روبرو پیش نہ کرے۔

قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ کے بارہ میں جہاد کرو۔ یہ وہی ہے جس کا مشائخ سیر فی اللہ نام رکھتے ہیں۔ (سورہ مومنین) پس برتر ہے اللہ جو سچا بادشاہ ہے یعنی وہموں سے اور گمانوں سے اور فکروں سے اور......اور علموں سے (سورہ نور) قول اللہ تعالیٰ کا آپ مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اپنے سر کی آنکھیں نیچی رکھیں نامحرم عورتوں سے اور گلوب کی تخصیص جمیع اسوی اللہ ہے۔ قول اللہ تعالیٰ .... غافل کرتی ہے ان کو تجارت اور .... اللہ کی یاد سے اور اور یہی خلوت در انجمن ہے اور یہ حال نبیوں اور بڑے بڑے ولیوں کا ہے اور ایسے اولیاء کم ہوتے ہیں اور بعضے ان میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ اس پر صرف خلوت میں قادر ہوتے ہیں اور بعضے جب ان پر حالت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس وقت اس پر قادر ہوتے ہیں اور بعضے جب سونے اور جاگنے کے درمیان ہوتے ہیں تو صرف اس وقت اس پر قادر ہوتے ہیں اور بعضے اس وقت اس پر قادر ہوتے ہیں جب غرق ہو کر سو جائیں اور یہ شخص واصلین میں سب سے ادنیٰ اور کم رتبہ کا ہے۔

(سورہ فرقان) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جاننا چاہئے کہ یہ آیت بڑی حجت ہے اس قول کے صادق ہونے کی جس کی طرف عارفین گئے ہیں یعنی جس شخص کا قلب اللہ کے سوا کسی اور چیز سے متعلق

ہو وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا ہے (محبت میں) (سورۃ الشعراء) قول اللہ تعالیٰ کا سو میں تم لوگوں سے بھاگ گیا اسی مقام سے کہا گیا ہے کہ جس امر کی برداشت نہ ہو سکے اس سے علیحدہ ہو جانا پیغمبروں کو طریقہ ہے (سورہ نمل) قول اللہ تعالیٰ کا بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ہم نے ان کے اعمال کو ان کے لئے مرغوب کر دیا ہے۔ بڑی سزا عاصی کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی معصیت پر چھوڑ دے پھر نہ اس کو متنبہ کرے اور نہ غفلت سے ہوش میں آنے کی توفیق دے اور وہ لغو عذر دل سے گنجائش حاصل کرتا ہے۔ قول اللہ تعالیٰ کا میں اس تخفف کو آپ کے پاس لائے دیتا ہوں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ آصف کا قول ہو یہ بات غلبہ حال میں جبکہ وہ عین جمع میں تھے کہہ دی کہدی اور یہ کلام اس کا تھا کہ اس کو ان کی زبان پر جاری کر دیا تھا جیسے قول سبحانی کو بایزید کی زبان پر جاری کر دیا تھا اور انا الحق کو منصور کی زبان پر اور اس قسم کے واقعات بہت ہیں درخت سے آواز دی کہ اے موسیٰ میں اللہ ہوں پھر دوسری بات یہ ہے کہ ایسی کرامتیں اولیاء اللہ سے بہت ہوا کرتی ہیں اور وہ مسافت بعیدہ کا زمانہ قصیرہ میں قطع کرتا ہے اور دیوار سے پار ہو جاتا اور اسی کے مثل اور بھی ہے (سورہ قصص) قول اللہ تعالیٰ کا قریب تھا کہ وہ اس کو ظاہر کر دیں اگر ہم ان کے دل کو مضبوط نہ رکھتے۔ یوسف بن حسین رازی سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دو باتوں کا حکم ہوا ان کو دودھ پلاؤ پھر ان کو دریا میں ڈال دو۔ اور دو باتوں سے ممانعت کی گئی۔ اور نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو۔ اور دو باتوں کی بشارت دی گئی ہم ان کو تمہارے پاس لوٹانے والے ہیں اور ان کو رسولوں میں سے کرنے والے ہیں سو مگر بدون ربط قلب کے یہ سب پورے طور سے نافع نہ ہوا۔ (سورہ عنکبوت) قول اللہ تعالیٰ کا اور البتہ ذکر اللہ کا بہت بڑا ہے .... سے روکتے ہیں بڑائی اور شیخی کے دور کرتے .... اور صفات ذمیمہ کے لٹائے ہیں اور شیخ کے نزدیک یہ مجرب ہے خاص کر لا الہ الا اللہ کا ذکر۔ (سورہ روم) قول اللہ تعالیٰ کا یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو وجہ

اور کے طالب ہیں یعنی ذات الٰہی کے طالب ہیں (جوکہ وہی مقصود بالذات ہے نہ دنیا نہ آخرت)

(سورہ لقمان) قول اللہ تعالیٰ اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کیں سو ظاہری نعمتیں تو اعضاء ہیں جیسے آنکھ اور کان اور زبان اور دانت اور ہاتھ اور پیر اور ان کی مانند اور باطنی نعمتیں نفس اور قلب اور عقل اور سر اور خفی ہیں سورہ الم السجدہ قول اللہ تعالیٰ کا پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو ہم ولید کے ساتھ کہا جعفر نے اپنے پروردگار سے ڈر کر اور اپنے پروردگار سے امید رکھ کر (جیسا کہ ربہم کا پہلے ذکر کرنا اور معمول خوفا وطمعا کو ذکر نہ کرنا اس پر دال ہے)

(سورہ احزاب) قول اللہ تعالیٰ کا اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تھی یہ عام مسلمانوں کو ممانعت ہے جو انبیاء اور اولیاء اور مومنین متقین کو ایسے امور (کی تہمت) سے تکلیف پہنچاتے ہیں جن کی ان کو خبر بھی نہیں۔ (سورہ سبا قول اللہ تعالیٰ کا اور جو چیز تم خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ جس کا بدلہ دے گا یہ آیت عموم لفظ شی سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اپنے بدن اور روح اور راحت میں سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے لئے صرف کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے اچھا اس کو بدلہ دے گا۔

(سورہ فاطر) قول اللہ تعالیٰ کا اور زندے اور مردے برابر نہیں یعنی اللہ والے اور شیطان والے برابر نہیں۔ (سورہ یٰس) قول اللہ تعالیٰ کا اور قسم ہے قرآن حکمت والے کی صراط مستقیم تک اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم کھائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے ہوئے نبی ہیں جیسے اور تمام اور فائدہ قسم کا آپ کے قلب کا مطمئن کرنا ہے کیونکہ آپ کو جانتے تھے کہ آپ رسولوں میں سے ہیں ولیکن مزید اطمینان کی احتیاج آپ کو بھی ہو سکتی ہے (سورہ والصفت) قول اللہ تعالیٰ کا میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں یہ وہی ہے جس کو مشائخ کہتے ہیں یعنی ان کی طریقہ مشہور ہیں سیر اللہ کی طرف ہوتی ہے اور یہ کہ سیر مرغوب اور محبوب ہے (سورہ ص) اور ہمارے بندوں

ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو صاحب قوۃ اور صاحب بصیرت تھے یعنی صاحب قوت تھے۔ نفس اور نفسانی خواہشوں اور شیطان پر اور صاحب بصیرت یعنی بصیرت نفس اور عقل اور قلب اور سر اور خفی کی۔ (سورہ زمر) قول اللہ تعالیٰ کا تو کیا جس شخص کے سینہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہو۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیکن نور پس جب داخل ہوتا ہے اس شخص کے باطن میں تو اس کی وجہ سے سینہ اس کا کشادہ ہو جاتا ہے اور کھل جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ تو کیا اس کی کوئی علامت ہے فرمایا ہاں دھوکہ کے گھر سے دور ہونا اور ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت کے لئے قبل اس کے آنے کے اچھی طرح آمادہ ہو جانا۔ قول اللہ تعالیٰ کا کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے کھالوں کے بال (یہ ایک قسم ہے وجد کی) (سورہ مومن) قول اللہ تعالیٰ کا وہ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور جو دل پوشیدہ رکھتے ہیں یہ ایت دلیل ہے اس پر کہ تزکیہ ظاہر کے ساتھ تزکیہ بطن بھی واجب ہے

(سورہ حم السجدہ) قول اللہ تعالیٰ کا اور اگر اثر کرے تیرے اندر شیطان کی طرف سے کوئی اثر یعنی تیرے طاہر اور باطن میں کوئی فساد ڈال دے جیسے کینہ اور حسد اور غصہ اور ریا اور عجب اور کذب اور گالی اور مارنا ناحق تو اللہ کی پناہ مانگ کیونکہ تو خود شیطان کے دفع کرنے پر قادر نہیں۔ سورہ شوریٰ قول اللہ تعالیٰ کا سو اگر اللہ ارادہ کرے تو تیرے دل پر مہر لگا دے اگر تو ہم پر سچ کے علاوہ کوئی اور بات کہے مروی ہے کہ ایک امام نے یہ آیت پڑھی اور شبلیؒ اس کے پیچھے تھے سو جب انہوں نے یہ آیت اپنی نماز میں امام سے سنی تو فرمانے لگے کہ (اللہ اکبر) اس طرح تو اچھے لوگوں سے خطاب ہے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ سلب حال سے خوف کرنا واجب ہے)

(سورہ زخرف) قول اللہ تعالیٰ کا اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بنا رہے اس کے لئے ہم ایک شیطان مقرر کر دیں گے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی

صفات اور اس کے احکام سے اعراض کرے (اور اس میں دلالت ہے کہ محجوبین پر شیاطین مسلط ہوتے ہیں) (سورہ دخان) قول اللہ تعالیٰ کا اور ہم نے ان کو پسند کرلیا علم سے تمام جہان کے لوگوں پر اور جو خطائیں ان سے سرزد ہوتی ہیں اس کا اثر ہمارے حکم ازلی اجتباء اور اختیار میں نہیں ہوتا (اور اس میں دلالت ہے اس پر کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نفس کے حوالہ نہیں کرتا (سورہ جاثیہ) قول اللہ تعالیٰ کا اور اسی کے لئے ہے بڑائی آسمانوں اور وہ اللہ ہی سے بیعت کررہے ہیں۔ قائلین حلول نے کہا ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آدمی نہ تھے بس آپ خدا ہی تھے اور یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ اس قول میں کہ وہ اللہ ہی سے بیعت کررہے ہیں اللہ تعالیٰ سے ان کے بیعت کرنے کا اثبات ہے اور اس میں نبی علیہ السلام سے ان کے بیعت کرنے کی نفی نہیں ہے (سورہ نجم) قول اللہ تعالیٰ کا اور آپ کے رب کی طرف منتہی ہے یعنی اللہ عزوجل کی ذات میں فکر نہیں چلتا (کیونکہ سب چیزوں کہ ان میں فکر بھی ہے منتہا الی الرب فرماتا ہے پس فکر فی الرب منفی ہوا (سورہ قمر) قول اللہ تعالیٰ کا ایسی ہی جزادیتے ہیں ہم شکر کرنے والے کو یعنی ہم ہر دل شاکر کو جزادیتے ہیں اس طرح کہ ان کو نجات دیتے ہیں اور ان کے اعداء ہلاک ہوتے ہیں۔

(سورہ واقعہ) قول اللہ تعالیٰ کا پس اگر ہوگا ان لوگوں سے جو مقرب کئے گئے ہیں یہ دلیل ہے اسکی کہ اللہ کا مقرب وہی ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ مقرب بنالے (سورہ الحدید) قول اللہ تعالیٰ کا کیا وہ وقت مسلمانوں کے لئے نہیں آیا ہے کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے جھک جائیں آخر آیت تک یعنی کیا اللہ کی یاد کے لئے مسلمانوں کے دلوں کو جھکنے اور پست ہوجانے اور کھل جانے اور وسیع ہوجانے کا وقت نہیں آیا یعنی اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ اور اس کے ساتھ مناجات کے لئے (سورہ مجادلہ) قول اللہ تعالیٰ کا مسلط ہوگیا ان پر شیطان تو اس نے ان کو غافل کردیا اللہ کے ذکر سے۔ اور اس کی یہ ہے کہ بندہ اپنے آقا کا ذکر نہ کرے اور اگر کوئی ذکر کرے تو اس کو برا معلوم ہو اور

ناگوار ہو صحبت علماء اور صلحاء کی اور پسند کرے احمقوں اور مسخروں اور اس قسم کے لوگوں کی صحبت کو اور خوش ہو ان کی صحبت سے اور محظوظ ہوتا ہو ان کی مجالست سے اور حرام اس کو زیادہ پسند ہو حلال سے اور معصیت زیادہ محبوب ہو طاعت سے اور اپنے گناہوں پر فخر کرے اور لوگوں کے سامنے گناہوں پر شیخی بگھارے اور لوگوں کو طاعت پر ملامت کرے تو یہ ایسا شخص ہے جس پر شیطان مسلط ہو گیا۔

قول اللہ تعالیٰ کا قوت دی ان کو ایک روح سے اپنی طرف سے یعنی قوت دی اس رشاش نور سے جو نفس پر ہیز کا گیا۔ (سورہ الحشر) قول اللہ تعالیٰ کا اگر اتارتے ہم اس قرآن کو پہاڑ پر تو اس کو بھی تو دیکھتا کہ پست رزہ ریزہ ہو گیا ہے خدا کے خوف سے یعنی اگر کوئی بھی صفت صفات خداوندی سے تجلی کرتی اور یہ صفت جیسے عظمت اور جلال ہے ابن عطا نے فرمایا کہ اشارہ اس امر کی طرف کیا ہے کہ اسکی صفات کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی اور اس کی تجلی کے سامنے بجز اس کے جس کو اللہ تعالیٰ ہی قوت دے دے کوئی باقی نہیں رہ سکتا اور وہ عارفوں کے قلب ہیں تو وہ اللہ کے ساتھ قائم ہیں نہ اس کے غیر کے ساتھ تو اللہ یعنی اس کی تجلی قائم ہے ان کے ساتھ۔

(سورہ ممتحنہ) قول اللہ تعالیٰ کا نہ بناؤ تم میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ افضل الایمان یہ ہے کہ اللہ ہی کے لئے محبت کرے اور اللہ ہی کے لئے عداوت کرے (قول اللہ تعالیٰ کا اے نبی جب آپ کی خدمت میں مسمان عورتیں بیعت کی غرض سے حاضر ہوں آخر آیت تک اس میں بشارت ہے معیت کا) (سورہ دہر) قول اللہ تعالیٰ کا سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرے۔ مراد سبیل الی اللہ سے صوفیہ کا طریق ہے یعنی جو شخص اللہ کے ذات وصفات کو چاہے اس کے رستہ پر چلے۔ (سورہ شمس) قول اللہ تعالیٰ کا اور قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی کہ جس نے درست کیا اس کو نفس کو اسطور سے درست کیا کہ وہ بار امانت اٹھانے کے لائق ہو گیا اور اس کے لئے دو جہتیں بنائیں ایک

جہت تقویٰ کی اور ایک جہت نافرمانی کی اور یہی مراد ہے قول اللہ تعالیٰ میں پھر اس کے دل میں ڈال دیا اس کی نافرمانی اور پرہیز گاری کو اور ان دونوں جہتوں کے درمیان ایک جہت بالستہ کی بنائی سو اگر نفس نافرمانی اور گناہ کی طرف مائل ہو تو اس کا نام امارہ بالسور ہے اور اگر پرہیز گاری کی طرف مائل ہوا تو اس کو طماعیہ کہتے ہیں پھر جب وہ گناہ کر کے جلد پشیمان ہو تو اس کا نام لوامہ ہے کہ اپنے نفس کو مالمت کرتا ہے اور خواہشوں کی ذمہ کرتا ہے اور اپنے شیطان پر لعنت کرتا ہے اور اپنی شہوت پر غصہ کرتا ہے۔ اور اپنی لذتوں کو مبغوض رکھتا ہے اور جو گناہ اس نے کیا اس سے توبہ کر لیتا ہے پھر جب اس کی خالص توبہ کامل ہو جاتی ہے تو وہ اب عالم اطمینان میں داخل ہو جاتا ہے سو اس کو اپنی محافظت ضروری ہے تا کہ قبل حصول مذاق اطمینان پھر واپس نہ ہو جائے پھر جب اس کو یہ ذوق نصیب ہو جاتا ہے تو اطمینان پر قائم رہنا سہل ہو جاتا ہے مگر پھر بھی ضروری ہے کہ محافظت رکھے جب تک کہ خوگر نہ ہو جائے اور اطمینان اس کی عذر لازمہ نہ ہو جائے اور محافظت اس پر آسان نہ ہو جائے اور جب تک دار التکلیف میں ہے رجوع اور واپسی سے امن نہیں ہو سکتا اور نفس ایک ہی ہے اس کی صورتیں اور جہتیں مختلف ہیں جیسے میں ایک جسم ہے کبھی صحیح ہے کبھی مریض ہے کبھی مردہ ہے۔

(سورہ ناس) قول اللہ تعالیٰ کا جن اور آدمیوں سے دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ وسوسہ شیاطین انس اور شیاطین جن دونوں کی طرف سے ہونے دیں اور شکر خدا کا کہ اس وقت جس کا میں نے قصد کیا تھا تمام ہوا اور شاید بعد میں کسی وقت اس سے زائد بعضے دوسرے مسائل کی جو آیات قرآن سے چابت ہیں شرع کرنے کی مجھ کو توفیق دی جائے۔ اور میں جمادی الاولے ۱۳۲۷ھ کے نصف اول کے چار روز میں اس تلخیص سے فارغ ہوا۔ اور اللہ ہی کے لئے تعریف ہے اول میں بھی اور آخر میں بھی اور باطن میں بھی ظاہر میں بھی اور رحمت نازل ہو اس کے رسول پر اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان پر بسیار در بسیار۔ (ماخوذ از التکشف صفحہ 394)

قَصدُ السَّبِیل
اِلَی المَولیٰ الجَلِیل

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار التی منہا والتی اعنی بہ

مَولانا مُحَمَّد اَشرَف عَلی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ الذی ھو المولی الجلیل وعلیه منتھٰی قصد السبیل والصلٰوۃ والسلام علی سیّدنا محمّدٍ نبیّه الذی لیس له فی الکمال عدیل. وھو لتلک السبیل خیر دلیل. وعلٰی اٰله واصحابه الباذلین انفسھم واموالھم فی اللّٰہ من کل کثیر و قلیل المبلغین للاٰیات والروایات بعز عزیز و ذل ذلیل.

امابعد! یہ چند ہدایات ہیں جن میں مختصر مختصر مگر بہت ضروری کچھ مضامین سلوک کے مذکور ہیں جن کے قلم بند کرنے کی وجہ صرف یہ ہوئی کہ اکثر لوگوں کی طبیعت میں اس کا مذاق پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بعضے تو ناواقفی طریق سے اغلاط و ضلالات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بعض گو اغلاط سے محفوظ ہیں مگر عدم معرفت مقصود سے ان اشعار کا مصداق بن جاتے ہیں۔

یک سبد پرنان ترا برفرق سر　　　تو ہمی جوئی لب نان دربدر
تابزانوئی میانِ جوئے آب　　　وزعطش وزجوع گشتستی خراب

(ایک ٹوکرا روٹیوں سے بھرا ہوا تیرے سر پر ہے اور تیرا حال یہ ہے کہ ایک ٹکڑا روٹی کا دربدر مانگتا پھرتا ہے۔ گھٹنے تک تو پانی کی نہر میں کھڑا ہے مگر تیرا حال یہ ہے کہ پیاس اور بھوک سے تباہ ہو رہا ہے)

اس لیے طریق و مقصود دونوں کی توضیح و تعیین باسہل واخصر وجوہ ضروری سمجھی گئی۔ اس کے قبل ایک وقت میں بعض صاحبوں نے اس کی فرمائش بھی کی تھی مگر اس وقت یہ ہیئت ذہن میں نہ آئی تھی اس لیے عذر کر دیا گیا تھا۔

اب اس کا وقت آ گیا، مآ خذان مضامین کا یہ چیزیں ہیں گو ہر مضمون میں تصریح دلیل و توجیہ استدلال بوجہ طول کے ترک کر دی گئی۔ کتاب اللہ جل وعلا شانہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تحقیقات ائمہ، فن ملفوظات اپنے شیوخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے علوم موہوبہ حق تعالیٰ کے اللہ تعالیٰ اس کو اس کے نام کی طرح اہل سلوک کے لیے مقصود حقیقی تک پہنچنے کا مختصر اور موصل طریق بنادیں اور مجھ آوارہ کو اچھے ٹھکانے لگادیں۔ ”وما ذلک علی اللّٰہ بعزیز“

ہدایت اوّل

سلوک جس کو عرف میں تصوف کہتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے تعمیر الظاہر والباطن یعنی اپنے ظاہر و باطن کو آراستہ و معمور کرنا ظاہر کو اعمال جوارح ضروریہ سے اور باطن کو عقائد حقہ و اخلاق باطنہ مثل اخلاص و شکر و صبر و زہد و تواضع وغیرہا سے اس کا ایک مرتبہ تو یہ ہے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ مرتبۂ اولیٰ کے ساتھ ظاہر کو طاعات غیر ضروریہ میں اور باطن کو دوام ذکر میں بھی مشغول کرنا مرتبۂ اولیٰ کی تحصیل ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور اُس کے لیے دو چیزوں کی حاجت ہوگی اس لیے اُن کا اہتمام بھی ضرور ہوگا۔ ایک بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنا خواہ پڑھ کر خواہ علماء سے پوچھ پوچھ کر اور پڑھنا بھی خواہ عربی میں ہو یا فارسی میں خواہ اُردو میں احقر نے ایک بہشتی زیور شائع کرایا ہے، وہ اور رسالۂ صفائی معاملات اور تیسرا باب مفتاح الجنۃ کا یہ ضروریاتِ روزمرہ کے لیے کافی ہیں۔ دوسرے علم پر عمل کرنے کی ہمت قوی رکھنا کہ تقاضائے نفس یا ملامت خلق سنگ راہ نہ ہو یہ تو مرتبۂ اولیٰ کا بیان ہوا اور دوسرا مرتبہ مندوب ہے اور اکثر عرف میں آج کل اسی کو تصوف اور درویشی کہتے ہیں لیکن اگر دوسرے مرتبہ میں مشغول ہونے سے کوئی ضروری طاعت مرتبۂ اولیٰ کی فوت یا خلل پذیر ہو جاوے تو پھر اس میں مشغول ہونا ممنوع و غیر مشروع ہو جاوے گا۔ جیسا بعضے نادان کرتے ہیں کہ بیوی بچوں کو بھوکا ننگا چھوڑ کر درویشی کا دم بھرتے ہیں۔

ہدایت دوم

صحیح ترتیب وسلوک مرتبۂ دوم کی یہ ہے کہ اوّل گناہوں سے توبہ خالصہ کرے اور اگر کچھ عبادات واجبہ نماز وغیرہ اس کی فوت ہوئی ہوں تو ان کو قضا (ہر پنج وقت فرض کے بعدان فوت شدہ نمازوں کے پڑھنے کا انتظام کرے۔۱۲) کرنا شروع کردے اور اگر اس کے ذمے کچھ حقوق العباد ہوں تو اُن کے ادا کرنے کے بندوبست میں لگ جاوے یا اہل حقوق سے معاف کرائے۔

کیونکہ بدون اس کے کہ ان سے سبکدوشی حاصل کرنے کی کوشش کرے، اگر عمر بھر بھی ریاضت مجاہدہ کرے گا ہرگز مقصود حقیقی تک رسائی نصیب نہ ہوگی اور توبہ کے ساتھ آئندہ کے لیے بھی قوی عزم رکھے کہ اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گو نفس کو کتنی ہی ناگواری ہو اور گو مال کا یا جان کا کتنا ہی بڑا ضرر ہو اور کوئی نفسانی دنیوی مصلحت کیسی ہی فوت ہوتی ہو اور گو خلق کتنی ملامت کرے، سب برداشت کریں گے اور اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو ہاتھ سے نہ دیں گے۔ اگر اتنی ہمت نہیں ہے تو وہ طالب حق نہیں ہے، کیوں کہ طالب کی تو یہ شان ہوتی ہے۔

رباعی

اے دل آن بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی بے زر و گنج بصد حشمت قارون باشی

در رہِ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجان شرطِ اوّل قدم آنست کہ مجنون باشی

(اے دل یہ بہتر ہے کہ شرابِ محبت پی کر بے خود ہو جائے بغیر سونے اور خزانے کے قارون کی طرح ہو کر رہے۔ محبوب کی راہ جس میں جان کو بڑے خطرے ہیں اس میں قدم رکھنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ تو دیوانہ ہو جائے)۔

جب توبہ وعزم دونوں ٹھیک ہو گئے تو علم دین بقدرِ ضرورت حاصل کرے۔ جیسا ہدایت اوّل میں اس کا طریقہ بیان کیا گیا پھر شیخ کامل کی تلاش میں لگے جس کی پہچان آگے آتی ہے۔

ہدایت سوم

شیخ کامل وہ ہے جس میں یہ علامات ہوں:

(۱) بقدرِ ضرورت علم دین رکھتا ہو۔ (۲) عقائد و اعمال و اخلاق میں شرع کا پابند ہو۔ (۳) دُنیا کی حرص نہ رکھتا ہو، کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبۂ دُنیا ہے۔

(۴) کسی شیخ کامل کی صحبت میں چندے رہا ہو۔

(۵) اُس زمانے کے منصف علماء و مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں۔ (۶) بہ نسبت عوام کے خواص یعنی فہیم دیندار لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔ (۷) جو لوگ اس کے مرید ہیں، اُن میں اکثر کی حالت باعتبار اتباع شرع و قلت حرص دُنیا کے اچھی ہو۔

(۸) وہ شیخ تعلیم و تلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور اُن کی کوئی بری بات سن کر یا دیکھ کر ان کو روک ٹوک کرتا ہو، یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔ (۹) اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دُنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو۔ (۱۰) خود بھی وہ ذاکر شاغل ہو کہ بدون عمل یا عزم عمل تعلیم میں برکت نہیں ہوتی جس شخص میں یہ علامات ہوں پھر یہ نہ دیکھے کہ اس سے کوئی کرامت بھی صادر ہوتی ہے یا نہیں یا اس کو کشف بھی ہوتا ہے یا نہیں یا یہ جو دُعا کرتا ہے وہ قبول ہو جاتی ہے یا نہیں یا یہ صاحب تصرفات ہے یا نہیں کیونکہ یہ امور لوازمِ مشیخت یا ولایت میں سے نہیں۔

اسی طرح یہ نہ دیکھے کہ اسی کی توجہ سے لوگ مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں یا نہیں کیونکہ یہ بھی لوازمِ بزرگی سے نہیں اصل میں یہ ایک نفسانی تصرف ہے جو مشق سے بڑھ جاتا ہے۔ غیر متقی بلکہ غیر مسلم بھی کر سکتا ہے اور اس سے چنداں نفع بھی نہیں کیونکہ اس کے اثر کو بقاء نہیں ہوتی صرف مرید غبی کے لیے جو ذکر سے اصلاً متاثر نہیں ہوتا ہے چند روز تک شیخ کے اس عمل کرنے سے اُس میں ایک گونہ تاثر و انفعال قبول آثار ذکر کا پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ خواہ مخواہ لوٹ پوٹ ہی ہو جاوے۔

ہدایت چہارم

جب شیخ کامل میسر ہو جاوے اور اس سے بیعت کا ارادہ کرے تو اوّل یہ سمجھ لے کہ بیعت سے غرض کیا ہے کیونکہ اس میں لوگوں کی مختلف غرضیں ہوتی ہیں، بعضے تو صاحب کشف وکرامت بننا چاہتے ہیں۔ سو ہدایت سوم میں ابھی گزر چکا ہے کہ کشف وکرامت خود شیخ میں ہونا ضرور نہیں تو بیچارہ مرید تو اس کی کیا ہوس کرے۔ بعضے یہ سمجھتے ہیں کہ سلسلہ میں داخل ہونے سے پیر بخشش کے ذمہ دار ہو جائیں گے، قیامت میں دوزخ میں نہ جانے دیں گے خواہ کیسے ہی عمل کرتے رہو، یہ بھی محض غلط ہے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا ہے **"یا فاطمة انقذی نفسک من النار"** (ترجمہ: اے فاطمہ بچا اپنے نفس کو (اعمال صالحہ کی وجہ سے) آگ سے۔۱۲) بعضے یہ جانتے ہیں کہ پیر صاحب ایک نظر میں کامل کر دیں گے ہم کو نہ محنت کرنا پڑے گی نہ معاصی کے ترک کا قصد کرنا پڑے گا۔ اگر اس طریق سے کام بن جاتا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کچھ بھی نہ کرنا پڑتا۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون کامل النظر ہوگا، کہیں بطور خرقِ عادت ایسا بھی ہو گیا ہے لیکن خوارق میں دوام اور لزوم نہیں ہوتا اس بھروسہ پر رہنا بڑی غلطی کی بات ہے۔ بعضے یہ چاہتے ہیں کہ خوب جوش وخروش وشورش ومستی پیدا ہو، خوب نعرے لگایا کریں، گناہ آپ سے آپ چھوٹ جاویں، خواہش ہی مٹ جاوے، نیک کاموں میں ارادہ بھی نہ کرنا پڑے۔ آپ سے آپ ہو جایا کریں۔ وساوس وخطرات سب فنا ہو جاویں، بس ایک عالم محویت کا رہا کرے۔ یہ خیال پہلے سب خیالوں سے پاکیزہ سمجھا جاتا ہے لیکن منشا اس کا بھی ناواقفی ہے۔ یہ اُمور من جملہ کیفیات واحوال کے ہیں جو اختیار سے خارج ہیں اور گو محمود ہیں مگر مقصود نہیں، غور وفکر کرنے سے معلوم ہوا کہ ایسی خواہشوں میں نفس کا ایک خفی کید ہوتا ہے، وہ یہ کہ نفس طالب ہے راحت اور لذت اور شہرت کا ان کیفیات میں یہ سب اُمور حاصل ہیں طالب رضا کو جس کا مقصود ہونا

عنقریب آتا ہے، ان خواہشوں سے کیا علاقہ وہ تو بزبانِ حال یہ کہتا ہے:

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب ۔۔۔ کہ حیف باشد از وغیر او تمنائے

دیگر روزہا گر رفت گور و باک نیست ۔۔۔ تو بمان اے آنکہ چوں تو پاک نیست

دیگر بس زبون وسوسہ باشی دلا ۔۔۔ گر طرب را باز دانے از بلا

(جدائی اور ملاپ کیا چیز ہے، دوست کی رضا طلب کرنی چاہیے دوست سے اس کی رضا کے علاوہ کوئی چیز چاہنا بے انصافی ہے۔ دن (یعنی کیفیات) اگر چلے گئے ہیں تو کہہ دو چلے جائیں کچھ اندیشہ نہیں، اے وہ ذات کہ تیرے سوا کوئی پاک نہیں تو ہمارے ساتھ ہے۔ اے دل تو برے خیال میں مبتلا ہے اگر راحت کو مصیبت سے جدا سمجھے)

پھر یہ کہ ایسا شخص دو قسم کی خرابیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ یہ کیفیات یا حاصل ہوں گی یا نہ ہوں گی۔ اگر حاصل ہو گئیں تب تو بوجہ اس کے کہ یہ شخص اس کو غایت اور ثمرہ سمجھتا تھا اپنے کو صاحب کمال سمجھنے لگتا ہے اور ان ہی کیفیات پر قناعت کر کے تقویٰ وطاعات سے بے فکر اور مستغنی ہو جاتا ہے یا کم از کم طاعات کو حقیر ضرور سمجھنے لگتا ہے اور اگر حاصل نہ ہوئیں تو غم میں مرنے گھلنے لگتا ہے اور جو شخص غیر اختیاری اُمور کا طالب ہوگا ہمیشہ مبتلائے غم و پریشانی رہے گا۔ بعضے یہ سمجھتے ہیں کہ پیر صاحب کے عملیات بڑے مجرب ہیں، ضرورت کے وقت اُن سے تعویذ گنڈے لے لیا کریں گے یا پیر صاحب بڑے مقبول الدعوات ہیں مقدمات وغیرہ میں ان سے دُعا کرایا کریں گے اور سب کام اپنی مرضی کے موافق ہو جایا کریں گے۔

گویا ساری خدائی پیر صاحب کے قبضہ میں ہے یا ہم خود ان سے ایسی چیز سیکھ لیں گے کہ ہم بھی بابرکت ہو جاویں گے کہ ہمارے دم کر دینے سے یا ہاتھ پھیر دینے سے مریض اچھے ہو جاویں گے بلکہ ایسے لوگ تمام تر بزرگی کا خلاصہ ان ہی عملیات کو اور اُن کے آثار کو سمجھتے ہیں چونکہ اس کو بزرگی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ نیت محض دُنیا کی طلب ہے اس لیے بالکل فاسد در فاسد ہے۔ بعضے یہ سمجھتے ہیں کہ ذکر و شغل کرنے سے

یہ فائدہ ہے کہ کچھ انوار نظر آیا کریں گے یا کچھ آوازیں سنائی دیں گی، یہ بھی محض ہوس اور نافہمی ہے کیونکہ اوّل تو ذکر و شغل پر ان آثار کا مرتب ہونا ضروری نہیں اور نہ ذکر و شغل سے یہ مقصود ہے۔ دوسرے یہ انوار و الوان و اصوات بعض اوقات اُسی کے دماغ کا تصرف ہوتا ہے۔ عالم غیب کے اشیاء میں سے نہیں ہوتیں۔

تیسرے اگر بالفرض اسی عالم کی چیزیں منکشف ہوگئیں تو اس کو کیا فائدہ۔ کسی عالم کے منکشف ہونے سے قرب نہیں بڑھ جاتا قرب کے لیے تو طاعات موضوع ہیں۔ بعض اوقات شیاطین کو ملائکہ نظر آجاتے ہیں مگر وہ شیطان کے شیطان ہی رہتے ہیں۔ پھر مرنے کے بعد ظاہر ہے کہ سب کفار کو اس عالم کے بہت سے حقائق کا انکشاف ہو جاوے گا تو جو امر کفار میں بھی مشترک ہو اس میں کیا کمال ہوا چونکہ اُمور مذکورہ میں سے صحیح غرض کوئی نہیں، اس لیے ان سب کو دل سے نکال کر اصلی غرض اور مقصود سلوک کا رضائے حق کو سمجھے جس کا طریق احکامِ شرعیہ کا بجالانا اور ذکر پر مداومت کرنا ہے۔ شیخ اسی کی تعلیم و تلقین کرتا ہے اور مرید اس پر کاربند ہوتا ہے۔ اگرچہ کوئی کیفیت معلوم نہ ہو اور نہ کوئی کمال اس کے زعم میں حاصل ہو تب بھی آخرت میں اس کا ثمرہ کہ رضا ہے ظاہر ہوگا اور رضا سے دخول جنت و بقاء حق اور دوزخ سے نجات میسر ہوگی اور شیخ کی طرف سے اسی کی تلقین کا وعدہ اور مرید کی طرف سے اتباع کا عہد یہی حقیقت ہے پیری مریدی کی اور گو یہ تعلیم و عمل بدوں بیعت متعارفہ بھی ممکن ہے لیکن خاص طور پر بیعت کرنے میں طبعاً یہ خاصہ ہے کہ شیخ کو توجہ زیادہ ہو جاتی ہے اور مرید کو پاس فرمانبرداری زیادہ ہو جاتا ہے اور یہی حکمت ہے شیخ کی تعیین اور وحدۃ میں بھی کہ اس سے جانبین کو خصوصیت بڑھ جاتی ہے اور باقی ہاتھ میں ہاتھ لینا یا کوئی کپڑا وغیرہ عورت کو پکڑا دینا جبکہ وہ پاس ہو۔ یہ محض ایک عادت صالحہ مستحسنہ ہے، اُسی معاہدہ کے تاکد کے لیے اور معاہدہ کا جز نہیں، اسی وجہ سے غائب کے لیے اُس کی رسم نہیں اور استحسان اس کا سنت میں بھی وارد ہے۔ چنانچہ مردوں کے لیے ہاتھ میں ہاتھ پکڑنا منقول ہے اور کپڑا وغیرہ ہاتھ میں دینا یہ اخذ ید کے قائم مقام ہے۔

ہدایت پنجم

جب سلوک کا طریق کہ بجا آوری احکام ہے اور اس کا ثمرہ کے حصول رضائے حق ہے۔ معلوم ہوگیا تو اس سے یہ بھی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ یہ طریق مخالف شریعت کے نہیں۔ پس بعض جُہال کا یہ کہنا کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے بایں معنی کہ ایک دوسرے کے مخالف ہے باطل محض وضلالت خالصہ ہے اور اگر کسی مستند عبارت سے اس کا ایہام وشبہ ہوتا ہو تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ تغائر یعنی اور ہونے کے دو معنے ہیں۔ ایک تعدد دوسرے تخالف و تنافی مثلاً اسلام اور کفر میں تغائر بمعنی تنافی ہے۔ یعنی ایک چیز کو قانونِ اسلام حرام بتلاتا ہے اور قانونِ کفر اس کو حلال کہتا ہے اور بالعکس بھی بخلاف احکام متعددۂ اسلامیہ کے کہ باہم دگر اس معنی کے متغائر نہیں لیکن متعدد ہیں۔ مثلاً کتاب الصلوٰۃ کے مسائل اور ہیں کتاب الزکوٰۃ کے اور ہیں لیکن یہ نہیں کہ ایک امر کو کتاب الصلوٰۃ میں ناجائز لکھا ہو اور کتاب الزکوٰۃ میں جائز لکھا ہو یا بالعکس پس شریعت اور طریقت میں تغائر بمعنی تنافی کا دعویٰ واعتقاد تو الحاد و بددینی ہے جیسے جہلا سمجھتے ہیں کہ فلاں بات گو شریعت میں ناجائز ہے مگر فقیری میں جائز ہے "نعوذ باللّٰہ منہ" البتہ تعدد کا قائل ہونا اُس وقت صحیح ہوسکتا ہے جب شریعت کو افعال جوارح کے ساتھ خاص کرلیا جاوے اور طریقت کو اعمال قلبیہ کے ساتھ مخصوص کہا جاوے تو یہ ایک اصطلاح ہوگی اور اصطلاح میں کچھ مناقشہ نہیں، اُس وقت کنز و ہدایہ وغیرہ کتب فقہیہ کو مسائل شریعت اور احیاء و عوارف وغیرہ کتب اخلاق وسلوک کو مسائل طریقت کہنا صحیح ہوگا اور ان میں باہم وہی نسبت ہوگی جو کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الزکوٰۃ میں ہے سو اس طور سے تعدد کا کسی کو انکار نہیں اور اگر شریعت کو سب احکام کے لیے جامع کہا جاوے جیسا فقہ کی تعریف میں **معرفتہ النفس مالھا و ما علیھا** کہا گیا ہے اور طریقت کو مرادف تصوف کہا جاوے جس کا عام ہونا تمام احکام ظاہر و باطن کے لیے ہدایت

اوّل میں گزر چکا ہے تو پھر تعدد کے قائل ہونے کی بھی گنجائش نہیں محض تفاوت عنوان ہی کا ہوگا اور جس شخص نے کہا ہے۔

در کنز و ہدایہ نتواں یافت خدارا

(کنز اور ہدایہ میں خدا نہیں ملتا)

وہ مبنی ہے اصطلاح اوّل پر یعنی احکام خدارا کہ متعلق بہ اصلاح باطن ہستند۔

ہدایت ششم

جب حسب ہدایت چہارم و پنجم غرض اور نیت دُرست ہو جائے تو اب بعد بیعت کے اگر وقت اور مہلت میسر ہو تو چندے اس کی خدمت میں رہے اور اگر اس کی نوبت نہ آوے تو غائبانہ ہی اس کی تعلیم پر کاربند ہو بلکہ اگر بیعت کے لیے بھی حاضر نہ ہو سکے تو غائبانہ بذریعہ خط یا کسی معتبر آدمی کے بیعت ہو جاتی ہے طرزِ تعلیم ہر شیخ کا جدا ہے اس کی تفصیل اس رسالہ میں لکھنا ضروری نہیں لیکن ایک مختصر دستور العمل جو کہ غایت نافع ہونے کے اعتبار سے میرے نزدیک عطر تصوف کہنے کے قابل ہے جو بہت سی خاک بیزی کے بعد ہاتھ آیا ہے اور اصل محرک اس رسالہ کی تحریر کا اسی کا مضمون ہے جس کو عام طالبین کے لیے عموماً اپنے شیخ کی خدمت میں پہنچنے تک کے واسطے اور اپنے دوستوں کے لیے خصوصاً ہمیشہ کے لیے عمل کرنے کے واسطے ضبط کیے دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے قوی اُمید کرتا ہوں کہ اس کے موافق عمل کرنے والا محروم نہ رہے گا۔ پھر اگر کسی کا شیخ اسی کو منظور و جائز رکھے تب تو قصہ سہل ہوا اور اگر اوراد و اذکار و اشغال کے متعلق کچھ اور تجویز کرے تو اس کے موافق کرنا چاہیے۔ البتہ اس میں جتنے اُمور شرعاً ضروری ہیں ان میں تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں ہے وہ بحالہ رہیں گے۔ پس خلاصہ اس دستور العمل کا یہ ہے کہ طالب یا عامی ہے یا عالم اور ہر ایک ان میں سے یا فکر معاش و حقوق عباد سے فارغ ہے یا مشغول۔ یہ کل چار قسمیں طالب کی ہوئیں۔ ایک عامی فارغ دوسرا عامی مشغول تیسرا عالم فارغ چوتھا عالم مشغول۔ اُن میں ہر ایک کے لیے ایک ایک دستور العمل خاص ہے۔............پس

عامی مشغول کا خاص دستور العمل

یہ ہے کہ وہ اوّل عقائد و مسائل ضرور سیکھے اور بہت اہتمام سے اس کا پابند رہے اور جونئی بات اس کو پیش آوے اس کو علماء سے پوچھے اور اگر پیر اس کا عالم ہے تو وہ سب سے بہتر ہے اور اگر ممکن ہو تو تہجد اخیر شب میں پڑھے ورنہ عشاء کے بعد ہی وتر سے پہلے کچھ نفلیں بجائے تہجد کے پڑھ لے اور بعد پانچوں نمازوں کے یا جن نمازوں کے بعد فرصت ہو سبحان اللہ سو بار اور لا الٰہ الا اللہ سو بار اور اللہ اکبر سو بار اور سوتے وقت استغفار سو بار پڑھا کرے اور ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے دُرود شریف زبان سے جاری رکھے۔ اس میں وضو اور کسی عدد کی قید نہیں لیکن ہر وقت تسبیح ہاتھ میں لیے نہ پھرے اور اگر قرآن پڑھا ہوا ہو تو روزانہ کسی قدر قرآن کی تلاوت بھی کرلیا کرے اور اس رسالہ کے اخیر میں جو مردوں اور عورتوں کو نصیحتیں لکھی ہیں اُن کو کبھی کبھی دیکھ لیا کرے یا سن لیا کرے اور اُن پر عمل کرتا رہے اور کبھی کبھی اپنے پیر کے پاس یا اور کوئی خوش عقیدہ متقی بزرگ جو موجود ہو اُس کے پاس جا بیٹھا کرے لیکن پیر کے پاس جانے میں اس کی پابندی نہ کرے کہ کچھ نہ کچھ لے کر ہی جانا چاہیے کیونکہ یہ تکلف خلاف ہے اخلاص کے اور باقی اوقات میں بال بچوں کے لیے کسب حلال میں مشغول رہنا بھی عبادت ہے اور اگر یہ عامی عورت ہے تو ان باقی اوقات میں گھر کا کاروبار خصوص شوہر کی خدمت اس کے لیے عبادت ہے اور یہ بدونِ اذن شوہر کے پیر کے یہاں نہ جاوے اور ایام حیض میں بھی وظیفوں کے وقت میں وضو کر کے وظیفے پڑھ لیا کرے بجز قرآن مجید کے کہ اس کا پڑھنا اس حالت میں درست نہیں.............اور

عامی فارغ کا خاص دستور العمل

بھی وہی ہے جو عامی مشغول کے لیے بیان کیا گیا مگر اتنے اُمور اور زائد ہیں وہ یہ کہ اگر ممکن ہو تو پیر کی خدمت میں جا پڑے لیکن اپنے کھانے پینے کا انتظام ایسے طور پر کر لے کہ کسی دوسرے پر اس کا بار نہ پڑے اور اگر کوئی انتظام و سامان ظاہری نہ ہو تو

بتہ ضرور ہے کہ دوسرے کے بھروسے پر نہ رہے یا تو کچھ محنت مزدوری کر لے اور اگر ہمت ہو تو اللہ پر توکل کرے، مل جاوے کھا لے نہ ملے صبر کر لے اور اگر پیر کے پاس نہ رہ سکے تو اپنے وطن ہی میں رہے خواہ گھر میں یا کسی مسجد میں مگر جہاں تک ہو سکے خلق سے علیحدہ رہے، کسی کے پاس زیادہ آمد و رفت نہ رکھے، جب تک کوئی دُنیا یا دین کی ضرورت نہ ہو مخلطت نہ کرے اور جب کسی ضرورت سے ملنا ہو تو زبان کا بہت خیال رکھے، کوئی کلمہ خلاف شرع مثل غیبت وغیرہ کے منہ سے نہ نکل جاوے لیکن نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور تنہائی میں جو اوقات اپنی ضروری حاجت و آرام سے بچیں اس میں خواہ قرآن کی تلاوت مع مناجات مقبول خواہ نوافل خواہ دُرود شریف خواہ استغفار میں مشغول رہے اور اگر کچھ خواندہ ہو تو تھوڑے وقت دین کی کتابیں بھی جو اُردو فارسی میں ہیں کسی معتبر عالم کو دکھا کر مطالعہ کیا کرے لیکن جہاں شبہ رہے اپنی رائے سے مطلب نہ ٹھہرائے کسی محقق عالم سے پوچھ لے اور اگر اس بستی میں کہیں طالب علم یا اللہ اللہ کرنے والے موجود ہوں تو ان کی خدمت گزاری میں اپنے وقت کا ایک بڑا حصہ خرچ کرے، اس سے قلب میں برکت بھی پیدا ہوتی ہے اور خود بینی سے حفاظت رہتی ہے اور کبھی کبھی نفل روزہ بھی رکھ لیا کرے، باقی دونوں قسم کے عامی کو اشغال کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیے کہ اس میں طرح طرح کے خطرات ہیں جن کا تحمل عامی سے نہیں ہو سکتا، البتہ اگر اپنے میں شوق و استعداد دیکھے تو اسم ذات تین ہزار سے چھ ہزار تک تنہائی میں بیٹھ کر پڑھ لیا کرے مگر بدون ضرب و بدون جہر کے۔ اس سے زیادہ مناسب نہیں باقی دوسرے اوراد و نوافل جس قدر جی چاہے پڑھے۔ البتہ اگر کوئی عامی صحبت علماء سے مثل علماء کے خوش فہم ہو گیا ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے.........اور

عالم مشغول کا خاص دستور العمل

یہ ہے کہ اوقاتِ فراغ میں کوئی وقت ایسا جس میں قلب افکار و تشویشات سے کسی قدر خالی ہو اور معدہ نہ پُر ہو نہ بھوک کا تقاضا ہو معین کر کے اس میں بارہ ہزار سے

چوبیس ہزار تک جس قدر ممکن ہو خلوت میں بیٹھ کر اسم ذات یعنی اللہ اللہ باوضو خفیف جہر وضرب کے ساتھ قلب کو متوجہ کر کے پڑھا کریں اور تہجد کی پابندی کریں اور کسی وقت میں قرآن شریف کی تلاوت اور مناجات مقبول کی اصل عربی کی ایک منزل کا التزام رکھیں اور اگر مدرس ہیں فبہا ورنہ ایک معتد بہ وقت تدریس طلبہ علم دین میں ضرور صرف کیا کریں اور گاہ گاہ جب ضرورت دیکھی جاوے یا سامعین رغبت کریں ضروری احکام کا وعظ کہہ دیا کریں مگر وعظ میں غیر ضروری مضامین بیان نہ کریں اور جو ضروری مضمون ہو مگر عوام کی طبیعت کے خلاف ہو اس کو نہ تو مبہم طور سے کہیں اور نہ خشونت و درشتی سے کہیں بلکہ صاف اور نرم زبان سے کہیں اور وعظ پر اُجرت نہ لیں اور نہ عوام کے زیادہ درپے ہوں نہ اُن کو سخت کہیں کہ اس سے خواہ مخواہ عداوت پیدا ہوتی ہے اور احیاء العلوم وغیرہ مطالعہ میں رکھیں لیکن شیخ سے دُور رہ کر شغل نہ کریں، البتہ چندے شیخ کے حضور میں اگر یہ کام کیا ہو اور وہ اب بھی تجویز کرے تو مضائقہ نہیں گو برائے چندے ہی فارغ ہو جس کی مدت اقل درجہ چھ ماہ ہیں۔

عالم فارغ کا خاص دستور العمل

یہ ہے کہ چندروز جس قدر موقع میسر ہو شیخ کی خدمت میں رہ کر مشغول ذکر رہے ہو اس کے لیے اذکار میں سے اس قدر کافی ہے کہ بعد تہجد کے بارہ تسبیح پڑھے یعنی لا الٰہ الا اللہ دو سو بار اور الا اللہ چار سو بار اور اللہ اللہ بضم ہائے اوّل وسکون ہائے ثانی چھ سو بار اور صرف اللہ سو بار یہ تیرہ تسبیح ہیں مگر اصطلاح میں بارہ کہلاتی ہیں۔ ان میں خفیف سا جہر اور معتدل ضرب قلب پر کرے مگر جہر مقصود بالذات اور قربت فی نفسہا نہیں ایسا اعتقاد کرنا بدعت ہے اور حدیث میں جو وارد ہے "**اربعوا علی انفسکم انکم لا تدعون اصم ولا غائبا**" میرے نزدیک اسی اعتقاد کی نہی پر محمول ہے اور بعض نے جہر مفرط کو اس کا محمل بنایا ہے جس سے دوسرے لوگ متاذی ہوں۔ مثلاً نائمین کو تشویش ہو اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے منع فرمانے کے بھی یہی توجیہات ہیں ورنہ جہر فی نفسہ جائز ہے۔ جیسا بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رفع الصوت بالتکبیر کا

علامت انصراف عن الصلوٰۃ ہونا عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور سنن میں وتر کے بعد "سبحان الملک القدوس" میں رفع صوت مروی ہے اور جو حکمت جہر میں یہ سمجھی گئی ہے کہ اس میں وساوس وخطرات کم آتے ہیں کیونکہ اپنی آواز جو کان میں آتی رہتی ہے قلب آسانی سے اُدھر متوجہ رہ سکتا ہے۔

سو یہ فائدہ خفیف جہر سے بھی حاصل ہے۔ اسی طرح ضرب بھی قربت نہیں ہے اس میں بھی ایسی ہی حکمت طبیہ ہے، وہ یہ ہے کہ ایک سخت جھٹکے سے حرارت پیدا ہوتی ہے اور حرارت سے رقت اور رقت سے تاثر اور تاثر معین ہوتا ہے اطاعت اور محبت میں اور وہ مقاصد میں سے ہے۔ پس ضرب ذریعہ مقصود ہونے سے مقصود بالغیر بن جاتا ہے لیکن زیادہ ضرب سے قلب میں خفقان پیدا ہونے کا ڈر ہے۔ لہٰذا اعتدال سے تجاوز نہ کرے یہ تو اس کے متعلق تحقیق علمی ہے اور ایک امر عملی اس میں قابل تنبیہ ہے، وہ یہ کہ اکثر کتب فن میں اس ذکر کے ساتھ گردن کو داہنے اور بائیں لے جانے اور لانے کو لکھا ہے۔ سو جان لینا چاہیے کہ پہلے لوگوں کے مزاج اور دماغ قوی تھے۔ اس کے متحمل ہوتے تھے بلکہ بوجہ قوت مزاج کے وہ بدون اس کے متاثر نہ ہوتے تھے اس لیے اُن کو اس کی ضرورت تھی، اب خود ضعف غالب ہے، تھوڑے فاعل سے قلب متاثر ہوسکتا ہے اس لیے ایسا نہ کیا جاوے ورنہ دماغ کے ماؤف ہونے کا اندیشہ ہے صرف اسی قدر کافی ہے کہ لا الٰہ کے ساتھ سارے بدن کو تدریجاً داہنی طرف ذرا حرکت دے دیں اور الا اللہ کے ساتھ بائیں طرف لے آئیں اور یہ بھی محض اس لیے ہے کہ بدن کو ایک حالت پر قائم رکھنے میں تکلف اور تقیید ہے۔ اس حرکت سے قدرے سہولت ہو جاتی ہے ورنہ اس کی بھی حاجت نہیں اور ضرب کے وقت بھی گردن کو جھٹکا دینے کی ضرورت نہیں صرف مخرج پر آواز کا زور ڈال دینا کافی ہے قرب مکانی کے سبب سینہ پر اُس کا اثر پہنچ جاوے گا۔ علیٰ ہذا القیاس بقیہ اذکار میں بھی ضرب تو اسی طور پر کرلے اور تحریک بدن اس سے بھی کم کافی ہے۔ یہ کلام تمام تر دوازدہ تسبیح کے

متعلق تھا، اس کے ذکر کے بعد اگر نیند کا تقاضا ہو تو ذرا سو جاوے ورنہ خواہ ان اذکار میں سے کسی خاص ذکر کو اور زیادہ کرلے یا یوں ہی فارغ رہے۔ پھر بعد نماز صبح تلاوت قرآن اور ایک منزل مناجات مقبول پڑھنے کے بعد بارہ ہزار سے چوبیس ہزار تک جس قدر سہل ہو اسم ذات خفیف جہر اور معتدل ضرب سے خلوت میں بیٹھ کر کرے اور دوپہر کو قیلولہ کرے۔ پھر بعد ظہر اسی طرح بارہ ہزار سے چوبیس ہزار تک سہولت کے ساتھ کہ عصر کے قبل قبل ہو جاوے اسم ذات کا ورد کرے اور عصر کے بعد اگر شیخ فارغ ہو تو مغرب تک شیخ کی خدمت میں حاضر رہے اور اگر فارغ نہ ہو یا وہاں موجود ہی نہ ہو یا اس کے قلب میں زیادہ اشتیاق نہ ہو تو جنگل باغ نہر ندی وغیرہ کی سیر کو چلا جاوے۔ اگر شیخ موجود ہو تو اس سے اجازت لے کر جاوے اور اسی وقت میں کبھی کبھی مقابر عامۂ مسلمین ومزارات اولیائے کرام پر ہو آیا کرے۔

پھر بعد مغرب گھنٹہ آدھ گھنٹہ جب تک دلچسپی ہو خلوت میں بیٹھ کر مراقبۂ موت و مابعد الموت الی الحساب کا کرے کہ یہ واقعات اس اس طرح ہوں گے بلکہ ان وقائع کو کل حاضر فرض کرلے کثرت ذکر اللہ سے، اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس مراقبہ سے دُنیا کی نفرت پیدا ہوگی۔ یہی حب وبغض اس کا کام بنا دینے کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہوں گے اور بقیہ اوقات میں چلتے پھرتے اور اُٹھتے بیٹھتے دُرود شریف پڑھتا رہے یا اور جس ذکر سے دلچسپی ہو اور پاس انفاس کی حقیقت بھی یہی ہے کہ کوئی دم غفلت میں نہ گزرے، خواہ کوئی بھی ذکر معمول کرلے، مشہور معنی اس کی حقیقت نہیں بلکہ وہ بھی ایک طریق ہے، من جملہ اس کے طرق کے پھر اگر اس ذکر کے وقت قلب میں جمعیت و خشوع معلوم ہو اور وہ روزانہ بڑھتی جاوے اور وساوس وخطرات میں کمی ہونے لگے اور دل لگا کرے تب تو میرے نزدیک اشغال کی حاجت نہیں۔ ملازمت (لزوم) تقویٰ اور یہ ذکر اور یہ مراقبہ بس ہے عمر بھر اس پر مداومت رکھے۔

آخرت میں تو ثمرہ یقینی ہے اور اصل وعدہ عطائے ثمرات کا آخرت ہی میں ہے

لیکن دنیا میں بھی اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو اس کے قلب پر علوم عجیبہ و معارف جن کے باب میں مولانا کا ارشاد ہے:

بینی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معید و اوستا

(تو اپنے اندر انبیاء علیہم السلام کے علوم کو دیکھے گا اور یہ سب کچھ بغیر کتاب اور بغیر کہلانے والے کے اور بغیر اُستاد کے ہوگا)۔

اور واردات غریبہ و مواجید مثل ذوق شوق و محبت و انس و ہیبت و انکشاف اسرار احکام و حسن معاملہ "فیما بینہ و بین اللّٰہ" اور تنبیہ "علیٰ ما یصلح للتنبیہ و یصلح لہ" وارد ہوں گے جن کی لذت کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت گرد ہے اور یہ اُمور حالات کہلاتے ہیں چونکہ اوّل تو ہر شخص کو جدا جدا حالات پیش آتے ہیں، ان کا احاطہ اور ضبط مشکل ہے، دوسرے بعض حالات یا ان کے متعلق کچھ معالجات از بس نازک ہیں، اس لیے وہ تحریر میں نہیں آسکتے، ایسے وقت شیخ کا قریب ہونا مناسب ہے، وہی ان کی تفسیر یا اگر حاجت ہوئی تو معمولات میں کچھ تغیر کرتا رہے گا اور من جملہ فوائد صحبت شیخ کے ایک فائدہ یہ بھی ہے اور دوسرے اور فوائد بھی ہیں جو اس ہدایت کے ختم پر مذکور ہوں گے۔ یہی علوم کشف الٰہی کہلاتے ہیں۔ کشف کونی نہ لذت میں اس کی گرد کو پہنچتا ہے نہ قرب میں اس کو اس کا سا دخل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کشف الٰہی میں زیادہ تھے اور خضر علیہ السلام کشف کونی میں پھر ظاہر ہے کس کا رُتبہ اعلیٰ ہے۔ رہا یہ کہ ان کو اُن کے پاس کیوں بھیجا گیا سو اس میں مقصود اس امر کی تعلیم تھی کہ بولنے میں دقائق کلام کی رعایت و احتیاط رکھا کریں کیونکہ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں "انا اعلم" فرما دیا تھا جو واقع میں علوم مقصودہ کے اعتبار سے صحیح بھی تھا لیکن لفظ کے اطلاق سے ایہام عموم ہوتا تھا، اس لیے یہ بات دکھلا دی کہ کشف کونی میں خضر علیہ السلام زائد ہیں، گو وہ کشف الٰہی کے برابر کمال نہ ہو مگر عموم تو منتفی ہے۔ اس لیے یہ نفی مدلول کلام بھی ہونا چاہیے تھا اور اس کشف الٰہی والے کے متعلق

اگر ارشاد و مشیخت و روحانی تربیت خلق کی ہو جاوے تو وہ قطب الارشاد کہلاتا ہے اور کشف کونی والے کے متعلق اگر دنیوی تربیت خلق کی ہو جاوے وہ قطب التکوین کہلاتا ہے اور اگر ایک مدت تک ذکر کرنے سے قلب میں یکسوئی و خشوع نہ ہو تو مناسب ہے کہ کوئی شغل بھی کر لیا جاوے اشغال بہت ہیں۔

میرے نزدیک انفع اور اسہل شغل الحد ہے اور اچھا وقت اس کا آخر شب ہے۔ بعد بارہ تسبیح کے لیکن حبس نہ کرے آج کل اکثر اس سے قلب و دماغ دونوں ماؤف ہو جاتے ہیں، صرف آنکھیں ویسے ہی بند کر لے اور کانوں کو انگشت شہادت سے ذرا زور سے بند کر لے، اس سے کان میں ایک صوت "لَا تَقِفُ عِنْدَ حَدِّ" پیدا ہوگی اور غالباً یہی اس کی وجہ تسمیہ بھی ہے کیونکہ ان لغت ہندیہ میں کلمہ نفی کا ہے۔ یعنی بے حد اور اس آواز کی طرف قلب کو متوجہ رکھے اور زبان سے یا قلب سے اسم ذات کا وِرد رکھے تا کہ اتنا وقت غفلت میں نہ گزرے کیونکہ اس صوت میں مشغول ہونا ذکر نہیں کیونکہ یہ صوت نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی صفت تو ہے نہیں جیسا بعض کو دھوکا ہو گیا ہے بلکہ عالم غیب میں سے کسی مخلوق کی بھی نہیں، صرف اسی کے دماغ میں ہوا بند ہو کر متموج ہونے لگتی ہے۔ باوجود اس کے پھر اس کی طرف مشغول کرنا صرف اس لیے تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ صوت محسوس ہے اور لذیذ ہے بلکہ بعض اوقات اس کے اندر نہایت دلربا و دلفریب آوازیں پیدا ہوتی ہیں کہ شاغل کو محو کر دیتی ہیں اور محسوس ولذیذ چیز کی طرف متوجہ ہونے سے طبعاً دوسرے خطرات کم ہو جاتے ہیں تو اس سے ذہن کو عادت ہوتی ہے ایک طرف توجہ تام کرنے کی۔ پھر شغل چھڑا کر اس توجہ کو مقصودِ حقیقی کی طرف منصرف کر دیتے ہیں جس کی طرف اولاً متوجہ ہونا بوجہ اُس کے غائب عن الحواس ہونے کے احیاناً محتاج تکلف تھا۔

الحاصل اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ شغل خود ذکر نہیں البتہ معین ذکر ہے جیسا گزرا اسی لیے اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے کہ مامور بہ کا ذریعہ ہے بلکہ عندالتامل سنت سے بھی اس کی کچھ اصل نکل سکتی ہے۔ چنانچہ نماز میں موضع سجود پر نگاہ رکھنا مسنون ہے

اور اس میں حکمت بھی نفی خواطر و اجتماع قلب معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم۔ اور جس طرح اس آواز کا محل دماغ ہے اسی طرح کبھی دوسرے اشغال میں اور کبھی اذکار میں بھی مختلف الوان کے انوار جو نظر آنے لگتے ہیں وہ بھی اکثر صور دماغیہ ہوتے ہیں۔

چنانچہ نماز میں موضع سجود پر نگاہ رکھنا مسنون ہے اور اس میں حکمت بھی نفی خواطر و اجتماع قلب معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم۔ اور جس طرح اس آواز کا محل دماغ ہے اسی طرح کبھی دوسرے اشغال میں اور کبھی اذکار میں بھی مختلف الوان کے انوار جو نظر آنے لگتے ہیں وہ بھی اکثر صور دماغیہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ غیر شاغل بھی اگر اسی طرح آنکھیں بند کر کے دیکھتا ہے تو بعض اوقات اس کو بھی مختلف رنگ نظر آیا کرتے ہیں۔ اس سے کبھی دھوکہ نہ کھاوے اور نہ ان اشیاء کی طرف کبھی ملتفت ہو بلکہ اگر اس سے زیادہ واقعی غائبات کا بھی کشف ہونے لگے۔ چنانچہ بعض اوقات بوجہ یکسوئی کے ایسا بھی ہو جاتا ہے تب بھی اصلاً اُدھر متوجہ نہ ہو نہ اس سے لذت حاصل کرے خواہ وہ مکشوفات ناسوت کے ہوں یا ملکوت کے لیکن ہیں تو غیر مطلوب بلکہ حسب ارشاد حضرت مرشد علیہ الرحمۃ حجاب ظلمانی سے حجاب نورانی زیادہ اشد ہے۔ طالب کو سب کی نفی کرنا چاہیے اور اس مضمون پر نظر رکھنی چاہیے ؎

عشق آں شعلہ ست کو چوں بر فروخت   ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند   در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت   مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

(عشق وہ شعلہ ہے جب وہ بھڑک اُٹھتا ہے تو جو شئ معشوق کے علاوہ ہو سب جل جاتی ہے۔ لا کی تلوار کو غیر اللہ کے قتل کرنے کے لیے چلا پھر دیکھ کہ لا کے بعد کیا رہا ہے۔ صرف اللہ کی ذات رہ گئی باقی سب رُخصت ہو گئے۔ اے عشق جو شرکت کو ختم کرنے والا ہے تجھ کو خوش آمدید ہو)۔

اور اگر شیخ کامل کوئی اور مراقبہ یا شغل مناسب تجویز کرے اس کا اتباع کرے

لیکن اشغال میں شغل رابطہ وتصور شیخ اور مراقبات میں مراقبۂ وحدۃ الوجود بوجہ اس کے کہ اکثر خواص کو بھی مضر ہوتا ہے متروک ہے "**کما قال اللّٰہ تعالٰی فی الخمر والمیسر اذ کانا حلالین المهما اکبر من نفعهما**" اور ان اذکار واشغال سے جو وقت بچے اُس میں کچھ نہ کچھ ذکر زبان سے توجہ قلب کے ساتھ جاری رکھے، خواہ دُرود شریف اور میرے نزدیک یہ سب سے بہتر ہے خواہ استغفار خواہ کلمہ طیبہ خواہ اور کچھ جس سے دلچسپی ہو اور ان اوقات میں صرف ذکر قلبی پر اکتفا نہ کرے کیونکہ اس میں اکثر یہ دھوکا ہو جاتا ہے کہ ذہول کی اطلاع نہیں ہوتی یا اس سے بڑھ کر یہ کہ ذہول کو بھی استغراق ومحویت سمجھ جاتا ہے اور دو چیزوں سے بچنے کا ہر وقت خیال رکھے۔

ایک غفلت جس کا علاج ذکر ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوا، دوسرے معصیت صغیرہ ہو یا کبیرہ قلب سے ہو یا زبان سے یا ہاتھ پاؤں، آنکھ کان سے، غفلت سے قلب کی نورانیت برباد ہو جاتی ہے اور معصیت سے علاوہ نورِ قلب فوت ہونے کے مقبولیت عنداللہ بھی زائل ہو جاتی ہے اور یہ بڑا خسارہ ہے اور اگر احیاناً غفلت سے یا نفس کی شرارت سے کوئی معصیت قولی یا فعلی سرزد ہو جاوے، فوراً نہایت ندامت اور عاجزی سے استغفار اور توبہ کرے۔ بالخصوص بعض معاصی خصوصیات کے ساتھ زیادہ مضر ہیں، اُن سے بچنے کا اور زیادہ اہتمام رکھے، ایک ریا دوسرے کبر اور اسی سے گاہے تفاخر وعجب پیدا ہو جاتا ہے خواہ کمال دنیوی پر ہو یا کمال دینی پر، تیسرے زبان سے کسی کی غیبت یا شکایت یا کسی پر طعن واعتراض کرنا بلکہ اکثر فضول کلام بھی نورانیت قلب کو مضر ہوتا ہے اور اسی لیے طالب حق کو لوگوں سے زیادہ میل جول کرنا نہ چاہیے مگر بضرورت چوتھے محل نامشروع میں رغبت شہوت سے کسی کی طرف توجہ کرنا خود آنکھ سے یا دل کے خیال سے پانچویں بے جا یا اعتدال سے زیادہ غصہ کرنا یا بد خلقی وسختی کے ساتھ کسی سے پیش آنا۔

اسی طرح بعضی غفلت بھی خصوصیت کے ساتھ زیادہ مضر ہے یعنی وہ غفلت جس کا سبب دنیوی تعلقات ہوں کیونکہ ایسی غفلت تجدید ذکر سے بھی ختم نہیں ہوگی، بار بار

قلب اُدھر کشش کرے گا اور من جملہ اس دستور العمل کے ایک امر یہ بھی ہے کہ جب تک ایسے شخص کو جس میں کلام ہو رہا ہے کسی قدر رسوخ واستحکام کے ساتھ نسبت باطنی نصیب نہ ہو جاوے اس وقت تک نہ تو افادۂ ظاہری میں مشغول ہو نہ افادۂ باطنی پر اقدام کرے یعنی نہ طلبہ کو پڑھاوے نہ عوام میں وعظ کہے نہ مطب کرے نہ تعویذ گنڈہ لکھے نہ پیری مریدی کرنے لگے بالکل زاویہ خمول میں پڑا رہے۔

"الا ان یضطر الی شیء من ذلک" اور علامت حصول نسبت باطنی کے دو امر ہیں، ایک یہ کہ ذکر اور یادداشت کا ایسا ملکہ ہو جاوے کہ کسی وقت غفلت اور ذہول نہ ہو اور اس میں زیادہ تکلف نہ کرنا پڑے۔ دوسرے یہ کہ اطاعت حق یعنی اتباع احکام شرعیہ کی عبادۃً ومعاملۃً وخلقاً واقوالاً وافعالاً اس کو ایسی رغبت اور منہیات ومحالفات سے ایسی نفرت ہو جاوے جیسی مرغوبات ومکروہات طبعیہ کی ہوتی ہے اور حرص دُنیا کی قلب سے نکل جاوے "کان خلقه القران" اس کی شان بن جاوے۔ البتہ کسل عارضی یا وسوسہ جس کے مقتضاء پر عمل نہ ہو اس رغبت ونفرت کے منافی نہیں اور یہی درجہ یادداشت اور فرمانبرداری کا ہے جو علامت ہے نسبت باطنی کی حاصل ہے محبت حق کا اور اگر حصول نسبت کے ساتھ کچھ علوم واسرار بھی قلب پر وارد ہونے لگیں تو یہ شخص عارف بھی کہلاوے گا۔ اب بعد حصول نسبت کے درس و وعظ یا تصنیف وتالیف کا مضائقہ نہیں بلکہ یہ خدمت علم دین افضل العبادات ہے اور اگر شیخ تعلیم وتلقین اذکار اور بیعت کرنے کی بھی اجازت دے دے تو بندگانِ خدا سے یہ افادہ بھی دریغ نہ کرے لیکن ہمیشہ اپنے کو خادم خلق سمجھے مخدوم نہ سمجھے اور اگر وہ اجازت نہ دے تو ہرگز ایسی جرأت نہ کرے اور نہ از خود درخواست اجازت کی کرے کہ ہوس محض ہے ایسی رعایتی اجازت معتد بہ نہیں بلکہ بڑے ہونے سے چھوٹا رہنا بدرجہا اسلم ہے۔ البتہ حکم ہو جانے پر خلاف مناسب نہیں ورنہ سلسلہ ہی نہ چلتا لیکن مریدوں سے خطرہ وتوقع حصول مال کا نہ رہے بلکہ اگر وہ کچھ نذرانہ بھی دیں تو بیعت

کے وقت تو اصلاً قبول نہ کرے کہ یہ صورت معاوضہ ومبادلہ کی ہے اور دوسرے وقت اگر بطیب خاطر حلال مال سے اپنی گنجائش کے موافق دیں جس سے ان پر کوئی تعب یا بار نہ پڑے تو ایسی صورت میں ہدیہ قبول کر لینا مسنون ہے اور انکار کرنا موجب دل شکنی مسلم و ناشکری حق تعالیٰ ہے۔ گو وہ قلیل ہی ہو اور گو وہ مجمع میں دے جب بھی عار وننگ نہ کرے کہ یہ شعبہ تکبر کا ہے۔

یہاں تک دستور العمل مذکور تمام ہوا اور اس دستور العمل کی عبارت اس وجہ سے ذرا مطول ہو گئی ہے کہ اس کے مخاطب اہل علم ہیں، ان کو بدون اس قدر تفصیل کے نہ اطمینان ہوتا نہ حظ آتا ورنہ اصل حاصل اس کا مختصر ہے جس کا ملخص اس لیے مکرر لکھے دیتا ہوں کہ اس کے اجزاء تقریر مذکور میں متفرق و منتشر ہو گئے ہیں۔ اس ملخص کی یہ فہرست ہے، تہجد تہجد کے بعد بارہ تسبیح بعد نمازِ فجر تلاوت قرآن مجید و منزل مناجات مقبول تلاوت کے بعد اسم ذات بارہ ہزار سے چوبیس ہزار تک دوپہر کا قیلولہ بعد ظہر اسم ذات بشمار مذکور بعد عصر حاضری خدمت شیخ یا سیر صحرا و مقابر بعد مغرب مراقبۂ موت بقیہ اوقات میں دُرود شریف بلا تعداد اگر حاجت ہو شغل الخ ملازمت تقویٰ مداومت ذکر اجتناب معاصی و غفلت خصوص، ریا و کبر و دعویٰ و تفاخر و عجب و غیبت و اعتراض و فضول کلام و کثرت مخالطت خلق و رغبت شہوت حرام و غضب و بدخلقی و تکثیر تعلقات دنیویہ اور جو اُمور مثل ان کے ہوں نسبت باطنی کے حصول تک وعظ و درس وغیرہ کی تقلیل بدون اجازت شیخ کے تلقین طریقت کی جرأت نہ کرنا غرض میزانِ کل اور خلاصہ طریق الی اللہ کا کل دو چیزیں ہیں طاعت اور ذکر، معصیت سے طاعت فوت ہو جاتی ہے اور غفلت سے ذکر مختل ہو جاتا ہے اس لیے اپنا اصلی کام طاعت و ذکر و دوام رکھنے کو اور معصیت و غفلت سے بچنے کو سمجھے۔

اگر ایک مدت تک اس پر استقامت و استدامت رہے گی تو ان شاء اللہ تعالیٰ محروم نہ رہے گا اور یوں فائدہ تو اوّل ہی سے ہونے لگتا ہے لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک

وقت ایسا آوے گا کہ یہ بھی سمجھنے لگے گا لیکن نہ گھبراوے نہ جلدی کرے نہ سستی کرے نہ کمی کرے کیونکہ نہ اس کی کوئی میعاد معین نہ کوئی ذمہ دار ہو سکتا ہے۔ البتہ اس قدر اُمید وار کر سکتے ہیں کہ ؎

اندریں رہ مے تراش و مے خراش تادمِ آخر دمے فارغ مباش

تادمِ آخر دمے آخر بود کہ عنایت باتو صاحب سر بود

(اس راہ میں کانٹ چھانٹ لگائے رہو اور آخری سانس تک فارغ نہ بیٹھو تا کہ جب تیرا آخری سانس ہو تو حق تعالیٰ کی عنایت تیسرا ساتھی بن چکی ہو)۔

اور اگر باوجود اس کے ابتداء میں ذرا زیادہ اور اس کے بعد کبھی کبھی شیخ کی صحبت بھی نصیب ہو جائے تو نورٌ علی نور ہے اس کی صحبت کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اخلاق و عادات میں اس کا اتباع کرے گا، اذکار و عبادات میں نشاط اور ہمت کو قوت ہوگی جو حال غریب پیش آوے گا اس باب میں اس سے تشفی ہو جاوے گی اور بہت سے فوائد ہیں جن کا خود مشاہدہ ہوتا ہے موٹی بات ہے کہ مریض کا طبیب کے پاس ہونا اور دُور رہنا دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ خوب کہا گیا ہے ؎

مقام امن و مئے بےغش و رفیق شفیق گرت مدام میسر شود زہے توفیق

(امن کی جگہ اور محبت کی شراب خالص اور مہربان دوست اگر تجھے مل جائے تو بہت بڑی توفیق ہے)۔ واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

ہدایت ہفتم

ذاکر کو چاہیے کہ جمیع اسباب مشوشہ قلب سے بچے کیونکہ جمعیت قلب کی بڑی دولت ہے اور یہ اسباب متعدد ہیں۔ ایک اپنی بے عنوانی سے صحت خراب کر لینا۔ اس لیے صحت کی بہت حفاظت کرے، دماغ کی ترطیب (تروتازہ رکھنا) اور قلب کی تفریح و تقویت ہمیشہ غذاءً و دواءً کرتا رہے، غذا میں نہ اتنی کمی کرے کہ ضعف و یبوست (خشکی) ہو جاوے نہ اس قدر افراط کرے کہ ہضم میں فتور آ جاوے کہ اس سے

بھی صحت خراب ہوتی ہے، جماع کی کثرت نہ کرے کہ اس سے بھی اعضاء رئیسہ خصوص قلب و دماغ ماؤف ہو جاتے ہیں جب تک صادق رغبت نہ ہو کھانا نہ کھاوے، آدھا ایک لقمہ کے اشتیاق باقی رہنے پر چھوڑ دے اور جب تک طبیعت میں سخت تقاضا نہ ہو صحبت نہ کرے، اسی طرح سونے میں اعتدال رکھے نہ بہت زیادہ سووے کہ کسل ہو نہ بہت کمی کرے کہ یبوست (خشکی) ہو جاوے۔ دوسرا امر مشوش قلب بلاضرورت عمدہ لذیذ غذاؤں کے اہتمام میں لگا رہنا ہے۔ تیسرا امر ہر وقت اپنے بدن کی آرائشگی اور لباس کی نفاست میں مشغول رہنا کہ اسی باب میں کہا گیا ہے ؎

ایں تن آرائی و ایں تن پروری عاقبت سازد ترا از دین بری

(انجام کار تجھے یہ بدن کی آرائش اور پیٹ پالنا دین سے دُور کر دے گا)۔

اے از کمال دین البتہ بالکل میلا کچیلا بھی نہ رہے کہ اس سے بھی قلب مکدر ہوتا ہے۔ سادہ اور صاف رہے البتہ بدون اہتمام اگر خوراک پوشاک عمدہ میسر ہو اور نفس میں کسی رذیلہ کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو خدا تعالیٰ کی نعمت ہے، استعمال کرے اور شکر بجا لاوے۔ چوتھا امر مال کی حرص اور اس کے جمع کرنے کی فکر میں رہنا یا یہ کہ موجودہ ذخیرہ کو اسراف کر کے اُڑا ڈالنا کہ دونوں کا انجام تشویش قلب ہے، حریص تو ہر وقت اسی دُھن میں رہے گا اور مسرف ذخیرہ ختم ہونے کے بعد آخر پریشانی میں مبتلا ہوگا یا پرائے مال پر نگاہ کرے گا۔ پانچواں امر کسی سے دوستی یا دُشمنی باندھ لینا ہے، دوست تو اس پر ہجوم کر کے اس کے وقت کو مشوش کریں گے اور دُشمن اس کو ایذائیں پہنچا کر پریشانی میں ڈالیں گے۔ اسی طرح جو اُمور موجب تشویش قلب ہوں اور فی نفسہٖ ضروری نہ ہوں ان سے حتی الامکان بہت احتراز رکھے۔ البتہ اگر کوئی تشویش بلا اس کے اکتساب و ارتکاب کے پیش آ جاوے یا اس نے کسی شرعی ضرورت سے کوئی فعل کیا تھا اور اس میں کوئی تشویش پیش آ گئی۔ مثلاً کسی سود خور کے ہدیہ لینے سے انکار کیا وہ اس کا دُشمن ہو گیا تو وہ مضر نہیں۔ پس اس میں مضطرب نہ ہو حق تعالیٰ پر نظر،

توکل رکھے وہ مدد فرماویں گے اگر کچھ تکلیف بھی پہنچے تو اس کو مقتضائے حکمت الٰہیہ سمجھ کر اس پر راضی رہے، وہ اس کے لیے زیادہ موجب قرب ہے۔

ہدایت ہشتم

جو اُمور اختیاری ہیں ان میں تو خلل نہ ڈالے اور جو اُمور اختیار سے خارج ہیں اگر وہ مرغوب ہیں تو ان کے حصول کے درپے نہ ہو اور اگر وہ نامرغوب ہیں تو اُن کے دفع میں تن دہی نہ کرے۔ مثلاً نماز کے اور تلاوت یا ذکر کے اندر یہ تو اختیار میں ہے کہ اپنے قلب کو گو تکلیف ہو حاضر رکھے جس کے کئی طریق ہیں۔ مثلاً حق تعالیٰ کی ذات کا تصور کرنا یا معانی الفاظ کی طرف توجہ کرنا یا خود الفاظ کی طرف خیال رکھنا اس طرح کہ ہر ہر لفظ کو مستقل ارادہ سے زبان سے ادا کرے۔ پس اس میں تو کمی نہ کرے اور نماز کے اندر یا تلاوت کے وقت جی نہ لگنا یا لذت نہ ہونا یا وساوس وخطرات کا ہجوم کرنا خواہ وہ کتنے ہی ناپاک ہوں یہ امر غیر اختیاری ہے اس کی فکر نہ کرے اپنا اختیاری کام کیے جائے اسی سے بالخاصہ ان کی اصلاح ہو جاتی ہے بالخصوص وساوس کی طرف تو اصلاً التفات نہ کرے نہ اُس پر مغموم ہو کہ اس سے ان کو دونی ترقی ہوتی ہے۔ پھر سخت پریشانی میں مبتلا ہونا پڑتا ہے اس کا عمدہ علاج یہی ہے کہ اپنے ذکر وغیرہ کی طرف توجہ پھر تازہ کر دے اور اس وسوسہ سے بالکل بے پروائی اختیار کرلے۔ اس سے وہ از خود مندفع ہو جاتا ہے اور مثلاً طاعت اختیاری ہے اُس میں سستی نہ کرے اور یہ اُمور خارج از اختیار ہیں، اچھا خواب قبولِ دعا وجد ورقت وغیرہ ان کا طالب نہ ہو یا مثلاً معصیت اختیاری ہے اس کے پاس نہ جاوے اور یہ چیزیں غیر اختیاری ہیں۔

برا خواب طبیعت کا انقباض رزق کی کمی ذکر میں کسی چیز کا نظر نہ آنا یا کوئی اثر محسوس نہ ہونا بیمار ہو جانا وغیرہ ان سے مغموم نہ ہو یا مثلاً کسی کے ساتھ بلا قصد تعشق ہو جانا غیر اختیاری ہے، اس میں کوئی معصیت ومضرت نہیں، گو تکلیف ہے لیکن یہ اُمور اختیار میں ہیں اس کو دیکھنا اس سے باتیں کرنا قصداً اس کی آواز سننا، اس کے پاس آنا جانا،

اس کا خیال دل میں لانا، اس کو سوچ سوچ کر دل سے لذت لینا، ان سے بچنا واجب ہے اور اکثر اس تدبیر سے وہ عشق بھی مضمحل ہو جاتا ہے اور اگر اس میں کوتاہی کرے گا گنہگار ہوگا اور قلب تاریک ہو جاوے گا یا مثلاً کسی معصیت کی طرف بار بار طبیعت کا مائل اور راغب ہونا غیر اختیاری ہے اس کی فکر میں نہ پڑے البتہ معصیت اختیاری ہے اس سے بچے اس میلان پر عمل نہ کرے جو شخص غیر اختیاری چیزوں کی تحصیل یا دفع کی فکر میں رہتا ہے تمام عمر اس کی تشویش اور تنگی میں گزرتی ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے ان وجوہ سے اپنے کو مردود سمجھ لیا ہے۔ پھر بعضوں نے تو خودکشی کرلی ہے اور بعضوں نے ذکر و طاعت کو چھوڑ دیا ہے۔ غرض ایمان کا نقصان کیا یا جان کا بھی۔ اصل یہ ہے کہ اُمور غیر اختیاریہ میں جو مرغوب ہیں گاہے اُن کا حصول سالک کے لیے موجب فتنہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً اپنے کو صاحب کمال سمجھنے لگا، عجب و دعویٰ یا شہرت میں مبتلا ہو گیا اور اسی طرح عدم حصول کبھی موجب نفع ہوتا ہے مثلاً اپنے کو ناکارہ و حقیر سمجھنے لگا اور جو اُمور نا مرغوب ہیں کبھی ان کا ہونا اس کے لیے نافع ہوتا ہے۔ مثلاً اس میں مشقت ہوتی ہے جو ایک قسم کا مجاہدہ ہے، تنگی ہوتی ہے، غم ہوتا ہے جس سے تصفیہ باطن کا ہوتا ہے ایسے ہی مواقع کے لیے ارشاد ہے **"عسٰی ان تکرھوا شیئًا وھو خیر لکم وعسٰی ان تحبوا شیئًا وھو شر لکم"** البتہ اُمور مرغوبہ اگر خود حاصل ہو جاویں نعمت سمجھ کر شکر کرے۔ جیسا کہ عدم حصول کو بھی ایک اعتبار سے جیسا مذکور ہوا نعمت سمجھے اور شکر کرے خوب سمجھ لو۔

ہدایت نہم

آج کل اکثر درویشوں میں بعض رسوم متعارف ہیں، سو بعض تو محض خلاف شرع ہیں جیسے قبر کا طواف اور اس پر بوسہ اور اس پر غلاف ڈالنا یا اُن کی نذر ماننا یا ان سے کچھ مانگنا اور بعض انضمام مفاسد سے نامشروع ہو گئی ہیں جیسے عرس یا سماع یا قل پنج آیت یا مجلس مولد کہ عوام ان اُمور کے منع یا ترک کو درویشی کے خلاف سمجھتے ہیں ان کے مفاسد کی تحقیق اور بحث مفصل احقر نے اصلاح الرسوم و حق السماع و تعلیم الدین

کے حصہ پنجم و حفظ الایمان میں لکھ دی ہے اور بعض اُمور ایسے ہیں کہ اگر ان کو داخل بزرگی و موجب زیادت قرب سمجھے تو بدعت قبیحہ ہے اور اگر اعتقاد میں کوئی فساد نہ ہو تب بھی محض دُنیا ہے جیسے عملیات یا ترکِ حیوانات اور بعضے اُمور فی نفسہٖ نیک ہیں، اگر اس میں فسادِ عقیدہ نہ ہو۔ مثلاً شجرہ پڑھنا کہ حقیقت اس کی مقبولان الٰہی کے ساتھ توسل ہے دُعا میں جو سنت سے ثابت ہے لیکن اگر اس میں یہ سمجھا جاوے کہ ان حضرات کے نام پڑھنے سے وہ ہمارے حال پر متوجہ رہیں گے تو محض بے سند غلط عقیدہ ہے جو حسب آیت "ولا تقف ما لیس لک بہٖ علم" ممنوع ہے اور مثلاً مطالعہ کتب تصوف کا اگر کوئی عالم جامع منقول و معقول اور عارفین کا صحبت یافتہ ہو اس کے لیے مضائقہ نہیں ورنہ برہم زن دین و ایمان ہے اس لیے اس قسم کی کتابیں ہرگز نہ دیکھی جاویں جیسے مثنوی مولوی رومی دیوان حافظ یا دوسرے بزرگوں کے ملفوظات و مکتوبات جن میں تحقیقات اسرار یا اُن کے مواجید و احوال ہیں بلکہ اِن حضرات کی حکایات بھی نہ دیکھیں، یہ سب عام افہام سے خارج ہیں۔

ہدایت دہم

چونکہ بعض آدمی خواہ مرد ہوں یا عورت، مرید ہو کر بھی اپنی حالت اور عادت کی کچھ اصلاح نہیں کرتے، اس لیے اس کے متعلق بھی کچھ کچھ ضروری اُمور لکھتا ہوں۔ باقی مفصل احکام کتب دینیہ میں مذکور ہیں۔

عام مردوں کو نصیحت

علماء سے بکثرت ملتے رہو، اُن سے مسائل پوچھتے رہو، اگر پڑھے ہوئے ہو تو بہشتی زیور اور صفائی معاملات اور تیسرا باب مفتاح الجنۃ کا یا بہشتی گوہر جو من تصنیفات احقر ہے۔ بجائے صفائی معاملات و مفتاح الجنۃ کے اسی کو دیکھتے رہو اور اُس پر عمل رکھو۔ لباس خلاف شرع مت پہنو جیسے ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا کوٹ

پتلون یا ریشمی یا زر دوزی کا کپڑا یا چار اُنگل سے چوڑی لیس دار ٹوپی یا اُتنے ہی کام کا سچا کامدار جوتا، داڑھی مت کٹاؤ نہ اُس کو منڈاؤ، البتہ ایک مٹھی سے جتنی زائد ہو اس کا اختیار ہے جتنی رسمیں سنت کے خلاف رائج ہو رہی ہیں سب کو چھوڑ دو، خواہ وہ دُنیا کے رنگ میں ہوں، خواہ دین کے رنگ میں جیسے مولد فاتحہ، عرس، شادی میں ساچق اور بارات اور مہمانداری یا نام کے لیے کھانا پکوانا کھلانا یا شہرت و ناموری کے لیے دینا دلانا، عقیقہ و ختنہ و بسم اللہ کے مکتب میں جمع ہونا یہ سب ترک کر دو نہ اپنے گھر کرو نہ دُوسرے کے یہاں شریک ہو یا غمی میں تیجا، دسواں، چالیسواں وغیرہ، شب برأت کا حلوہ یا محرم کو تیوہار منانا نہ خود کرو نہ دوسرے کے یہاں جا کر ان کاموں میں شریک ہو، میلوں ٹھیلوں میں مت جاؤ نہ اپنے بچوں کو جانے دو اور ان کو ایسی بیہودہ باتوں کے لیے پیسے بھی مت دو جیسے کنکوا، آتش بازی، تصویر دار کھلونے وغیرہ، زبان کو غیبت اور گالی گلوچ سے بچاؤ، جماعت کے ساتھ پانچوں وقت کی نماز پڑھو، کسی عورت یا لڑکے کی طرف بری نگاہ سے مت دیکھو، گانا بجانا مت سنو، پیر سے ہر کام کے لیے تعویذ گنڈے مت مانگا کرو بلکہ اُس سے دین سیکھو۔

البتہ دُعا کرانے کا مضائقہ نہیں، ایسا مت سمجھو کہ اگر نذرانہ موجود نہ ہو تو پیر کے پاس کیا جاویں یہ مت سمجھو کہ پیر کو سب خبر رہتی ہے، ان سے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ تصوف کی کتابیں مت دیکھو اور نہ ایسی باتیں پوچھو تقدیر کے مسئلہ میں کبھی گفتگو مت کرو، پیر نے جو بتلا دیا وہ کیے جاؤ، رشوت اور سود مت لو، رہن کی آمدنی بھی سود ہے، اس سے بھی بچو اور جتنے لین دین خلاف شرع ہیں سب سے بچو، خواب پر بدون مسئلہ پوچھے عمل مت کرو، اگر پیر کے پاس جاؤ اور وہ اپنے کسی کام میں مشغول ہو تو اس کے کام میں حرج مت ڈالو نہ ایسی جگہ بیٹھو کہ اس کا دل تم کو دیکھ دیکھ بٹ جاوے، کہیں کنارے پر بیٹھ جاؤ، جب وہ فرصت پاویں سامنے جاؤ، تعلیم الطالب منگاؤ اور دیکھو تعلیم الدین کے چار حصے پہلے بھی دیکھ لو جزاء الاعمال بھی دیکھ لو۔

عام عورتوں کو نصیحت

شرک کی باتوں کے پاس مت جاؤ، اولاد کے ہونے یا زندہ رہنے کے لیے ٹونے ٹوٹکے مت کرو، فال مت کھلواؤ، فاتحہ، نیاز ولیوں کو مت کرو، بزرگوں کی منت مت مانو، شب برأت، محرم، عرفہ، تبارک کی روٹی، تیرہ تیزی کی گھونگھنیاں کچھ مت کرو جن سے شرع میں پردہ ہے چاہے وہ پیر ہو اور چاہے اور کیسا ہی نزدیک کا ناتہ دار ہو جیسے دیور، جیٹھ، خالہ یا پھوپھی یا چچا یا ماموں کا بیٹا یا بہنوئی یا نندوئی یا منہ بولا بھائی، یا پیر ان سب سے خوب پردہ کرو۔ خلاف شرع لباس مت پہنو، جیسے کلیوں دار پائجامہ یا ایسا کرتہ جس میں پیٹ پیٹھ یا کلائی یا بازو کھلے ہوں یا ایسا باریک کپڑا جس میں بدن یا سر کے بال جھلکتے ہوں، یہ سب چھوڑ دو، لمبی آستینوں کا اور نیچا اور دبیز کپڑے کا کُرتہ پہنو اور ایسے ہی کپڑے کا دوپٹہ ہو اور دھیان کرکے سر پر سے مت ہٹنے دو، ہاں اگر گھر میں خالی عورتیں ہوں یا اپنے ماں باپ حقیقی بھائی وغیرہ کے سوا گھر میں کوئی اور نہ ہو تو اس وقت سر کھولنا ڈر نہیں، کسی کو جھانک تاک کر مت دیکھو، کہیں بیاہ شادی، مونڈن، چلہ، چھٹی، ختنہ، عقیقہ، منگنی، چوتھی وغیرہ میں مت جاؤ نہ اپنے یہاں کسی کو بلاؤ، کوئی کام نام کے واسطے مت کرو، کوسنے اور طعنہ دینے اور غیبت سے زبان کو بچاؤ۔ پانچوں وقت نماز اول وقت پر پڑھو اور جی لگا کر تھام تھام کر پڑھو، رکوع، سجدہ اچھی طرح کرو، ایام سے جب پاک ہو، خوب خیال رکھو، کسی وقت کی نماز ایام بند ہونے کے بعد رہ نہ جاوے، اگر تمہارے پاس زیور، گوٹہ، لچکہ وغیرہ ہو تو حساب کرکے زکوٰۃ نکالو۔

بہشتی زیور ایک کتاب ہے اس کو یا تو پڑھ لو یا سن لیا کرو اور اس پر چلا کرو، خاوند کی تابعداری کرو، اس کا مال اس سے چھپا کر خرچ مت کرو، گانا کبھی مت سنو، اگر قرآن پڑھی ہوئی ہو تو روزانہ قرآن پڑھا کرو، جو کتاب پڑھنے یا دیکھنے کے لیے مول لیتی ہو، پہلے کسی عالم کو دکھا لو، اگر وہ صحیح معتبر بتلا دیں تو خرید و ورنہ مت لو، جہاں رسم رسوم کی مٹھائی وغیرہ تقسیم ہوتی ہو، وہاں مت جاؤ اور نہ بانٹنے میں شریک ہو۔

خاص ذاکر شاغل لوگوں کو وصیت

اوپر کی نصیحتیں دیکھ لو، ہر امر میں سنت پر عمل کرنے کا اہتمام کرو، اس سے قلب میں بڑا نور پیدا ہوتا ہے، اگر کسی سے کوئی بات خلاف مزاج پیش آوے صبر و تحمل کیا کرو، جلدی سے کچھ کہنے سننے میں مت لگو، خاص کر غصہ کی حالت میں بہت سنبھلا کرو، کبھی اپنے کو صاحب کمال مت سمجھو، جو بات زبان سے کہنا چاہو پہلے خوب سوچ لیا کرو، جب خوب اطمینان ہو جاوے کہ اس میں کوئی خرابی نہیں اور یہ بھی محقق ہو جاوے کہ اس میں کوئی دنیوی ضرورت یا دینی منفعت ہے، اس وقت زبان سے نکالو، کسی برے آدمی کی بھی برائی نہ کرو، نہ سنو، کسی صاحب حال پر طعن مت کرو، کسی مسلمان کو گو وہ خطا کار یا کم رُتبہ ہو حقیر مت سمجھو۔ مال و جاہ کی طمع و حرص مت کرو، تعویذ گنڈوں کا شغل مت رکھو۔ اس سے عوام کا ہجوم ہوتا ہے جہاں تک ممکن ہو ذاکرین کی جماعت میں شامل اور داخل رہو، اس سے نور اور عزم اور شوق سب میں قوت ہوتی ہے، دنیوی تعلقات مت بڑھاؤ، بے ضرورت بہت سا سامان مت جمع کرو، حتی الامکان خلوت میں رہو، بدون ضرورت و مصلحت لوگوں سے زیادہ مت ملو اور جب ملنا ہو خوش خلقی سے پیش آؤ اور بعد رفع ضرورت جلدی اُن سے جدا ہو جاؤ۔ بالخصوص شناسا دُنیا داروں سے بہت بچو یا تو اہل اللہ کی محبت ڈھونڈو یا عوام میں ناشناسا لوگوں سے ملو، ان سے ضرر کم پہنچتا ہے۔ اگر قلب پر کچھ احوال یا علوم وارد ہوں، شیخ سے اطلاع کرو، شیخ سے کسی خاص شغل کی درخواست مت کرو، ثمرات ذکر کے بجز شیخ کے کسی پر ظاہر مت کرو۔ اگر تصوف کی کتابیں دیکھنے کا شوق ہو تو پہلے تعلیم الدین کا حصہ پنجم اور کلید مثنوی کا مطالعہ کرلو جب کہ تم معقول اور منقول کے جامع عالم ہو۔ سخن پروری کبھی مت کرو بلکہ جب تم کو اپنی غلطی ثابت ہو جاوے فوراً اقرار کرلو۔ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھو۔ اسی سے التجا رکھو اور استقامت کی درخواست کرو۔

درویشی کی راہ کے حقوق

(یہ حقوق سب مسلمانوں کے ذمہ واجب ہیں، گو کسی سے بیعت بھی نہ ہو۔۱۲)

مرید ہو کر یہ کام کرنا پڑیں گے

(۱) بہشتی زیور کے گیارہ (البتہ عورتوں کیلئے گیارہواں حصہ نہیں ہے۱۲) حصے اوّل سے آخر تک ایک ایک حرف کر کے پڑھنے یا سننے پڑیں گے۔

(۲) اپنی سب حالتیں بہشتی زیور کے موافق رکھنا پڑیں گی۔ (۳) جو کام کرنا ہو اور اس کا جائز و ناجائز ہونا معلوم نہ ہو کرنے سے پہلے سچے عالموں سے پوچھنا پڑے گا اور ان کے بتلانے کے موافق عمل کرنا ہوگا۔

(۴) نماز پانچوں وقت جماعت (مگر عورتوں کے لیے جماعت نہیں ہے) سے پڑھنا ہوگی۔ البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو تو جماعت معاف ہے اور اگر بلا عذر غفلت سے رہ جاوے، ندامت کے ساتھ معافی مانگنا چاہیے۔ (۵) اگر مال بقدر زکوٰۃ ہو تو زکوٰۃ دینا ہوگی، مسائل اس کے بہشتی زیور میں ملیں گے، اسی طرح کھیت اور باغ کی پیداوار میں دسواں حصہ دینا ہوگا۔ اس کے مسائل زبانی معلوم کر لیے جاویں۔ (۶) اگر حج کی گنجائش ہو تو حج کرنا پڑے گا۔ اسی طرح گنجائش کی صورت میں عید کو صدقہ فطر اور بقر عید کو قربانی ضرور ہوگی۔ (۷) اپنی بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے ہوں گے، ان کا یہ بھی دینی حق ہے کہ ان کو ہمیشہ شرع کے احکام بتلاتے رہو، آسان طریقہ اس کا پڑھے ہوئے کے لیے یہ ہے کہ رات دن میں تھوڑا سا کوئی وقت مقرر کر کے بہشتی زیور اوّل سے آخر تک اپنے گھر والوں کو پڑھ کر سنا دیں اور سمجھا دیں اور جب وہ ختم ہو جاوے پھر شروع کر دیں، جب تک ان کو مسائل خوب اچھی طرح یاد نہ ہو جاویں سناتے رہیں اور اَن پڑھ ایسا کریں کہ جو بات دین کی کسی عالم سے سنا کریں اس کو یاد کر کے گھر والوں سے ضرور کہہ دیا کریں۔

اور یہ کام چھوڑنا پڑیں گے

ڈاڑھی منڈانا، ڈاڑھی کٹانا جبکہ چار اُنگل سے زائد نہ ہو، ڈاڑھی چڑھانا، سر میں چاند کھلوانا، کھڈی رکھانا، آگے سے منڈوانا، ٹخنوں سے نیچا پائجامہ پہننا یا کرتا چوغہ ٹخنوں سے نیچا لٹکانا یا عمامہ کا شملہ آدھی کمر سے نیچے چھوڑنا یا کسم وزعفران رنگا ہوا یا ناپاک رنگ کا رنگا ہوا کپڑا پہننا یا ریشمی یا زرّی کا لباس چار اُنگل سے زیادہ پہننا یا لڑکوں کو پہنانا یا کفار کا سا لباس پہننا یا مردوں کو چاندی کی انگوٹھی ایک مثقال سے زائد یا سونے کی انگوٹھی پہننا یا عورتوں کو کھڑا جوتا یا مردانہ لباس پہنانا یا باجہ دار زیور پہننا یا ایسا کپڑا باریک یا چھوٹا پہننا جس میں بدن کھلا رہے کسی عورت یا بے ڈاڑھی والے لڑکے کو بری نگاہ سے دیکھنا یا عورتوں، لڑکوں سے زیادہ میل جول رکھنا، مرد کو کسی نامحرم عورت کے پاس یا عورت کو کسی نامحرم مرد کے پاس بیٹھنا یا تنہا مکان میں رہنا یا بدون سخت مجبوری کے سامنے آجانا اگرچہ وہ پیر ہی ہوں یا رشتہ دار ہوں اور جہاں سخت مجبوری ہو وہاں سر اور بازو اور کلائی اور پنڈلی اور گلا کھولنا نامحرم مرد کے سامنے حرام ہے، منہ کے سامنے گھونگھٹ رہنا بہتر ہے اور عمدہ پوشاک اور زیور سے تو سامنے آنا بالکل ہی برا ہے۔ اسی طرح نامحرم مرد وعورت کا باہم ہنسا بولنا ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا یہ سب چھوڑ دینا چاہیے، ختنہ یا عقیقہ یا شادی میں جمع ہونا یا بارات میں جانا البتہ عین نکاح کے وقت پاس پاس کے مردوں کا جمع کر لینا مضائقہ نہیں یا کوئی فخر ونمود کا کام کرنا جیسے آج کل رسم ورواج کا کھانا کھلانا، لینا دینا ہوتا ہے اسی میں نوتہ بھی آ گیا اس کو بھی چھوڑنا چاہیے۔ اسی طرح فضول خرچی کرنا، کپڑے میں بہت تکلف کرنا کہ یہ بھی فخر ونمود میں داخل ہے، مردہ پر چلا کر رونا، اس کا تیجا، دسواں، بیسواں، چالیسواں وغیرہ کرنا، دور دور سے عرصہ عرصہ تک میت کے پیچھے آنا، بدون شرع کے موافق تقسیم کیے ہوئے مُردے کے کپڑے خیرات کر دینا، لڑکیوں کا حصہ نہ دینا، اہل

حکومت وریاست کا غرباء پر ظلم کرنا، جھوٹی نالش کرنا، موروثی کا دعویٰ کرنا، رہن یا رشوت کی آمدنی کھانا، تصویر بنانا یا رکھنا یا براہِ شوق کتے پالنا یا کنکوے وآتش بازی یا کبوتر بازی ومرغ بازی وغیرہ کا شغل کرنا یا بچوں کو اجازت اور پیسے دینا، گانا سننا، باجے سے یا بے باجے اسی میں گراموفون بھی داخل ہے عرسوں میں جانا، بزرگوں کی منت ماننا، فاتحہ، نیاز، گیارہویں وغیرہ رواج کے طور پر کرنا، رواج کے موافق مولود شریف کرنا، تبرکات کی زیارت کے لیے عرس کا سا انتظام کرنا یا اس وقت مردوں، عورتوں کا خلط یا سامنا ہونا، شب براُت کا حلوہ پکانا یا محرم کو تہوار منانا یا رمضان میں ختم قرآن پر شیرینی ضرور کر کے بانٹنا یا ٹوٹکے کرنا یا ستیلا وغیرہ کو ماننا یا فال وغیرہ کھلوانا، کسی نجومی یا آسیب سے کوئی بات پوچھنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، جھوٹ بولنا، تجارت میں دغا کرنا بدون سخت مجبوری کے ناجائز نوکری کرنا، یا ناجائز نوکری میں کام خراب کرنا، عورت کا خاوند کے سامنے زبان درازی کرنا یا اس کا مال بلا اجازت خرچ کرنا، بلا اجازت کہیں جانا اور حافظوں کا مردوں پر قرآن پڑھ کر یا تراویح میں قرآن سنا کر کچھ لینا یا مولویوں کو وعظ پر یا مسئلہ بتلانے پر اُجرت لینا یا بحث ومباحثہ میں پڑنا، یا درویش وضع لوگوں کو پیری مریدی کی ہوس کرنا یا تعویذ گنڈوں کا مشغلہ رکھنا یہ ہے مختصر فہرست کرنے نہ کرنے کے کاموں کی اور تفصیل احقر کے رسالوں میں بقدر ضرورت ملے گی۔ فقط

والسلام.........خیر تمام

الحمدللہ! ''مقالات حکیم الامت'' کی جلد 90 اختتام کو پہنچی۔

تمت بالخیر